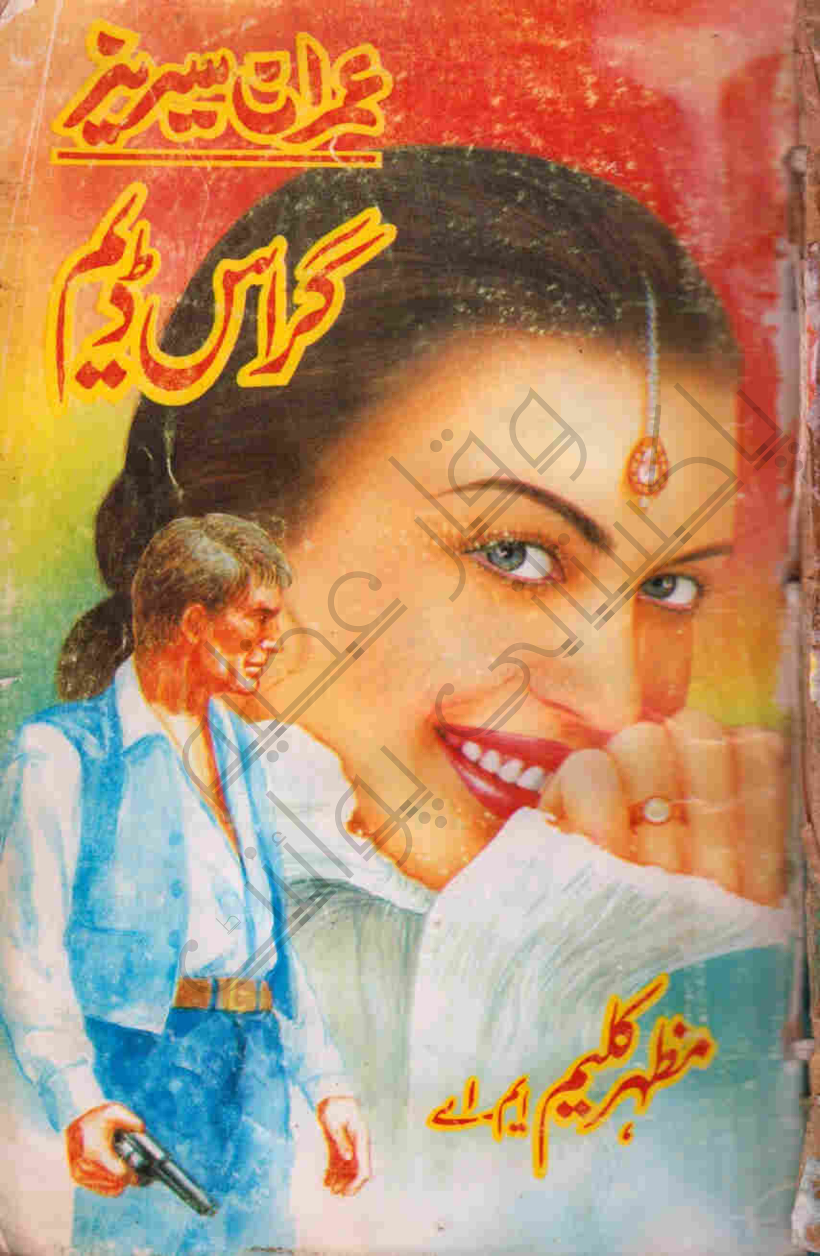
عمران سیریز
گراس ڈیم
مظہر کلیم ایم اے

حد شکریہ۔ آپ کی شکایت سر آنکھوں پر۔ میں کوشش کروں گا کہ اسرائیل پر جلد از جلد ناول پیش کر سکوں کیونکہ اب قارئین کا اصرار واقعی صبر کی حدود سے باہر نکلتا نظر آ رہا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

کھوئی رٹہ آزاد کشمیر سے چوہدری محمد امین سادہ لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناول بے حد پسند ہیں اور آپ نے واقعی ہر موضوع پر انتہائی اچھوتے اور شاندار ناول لکھے ہیں لیکن وڈیو اور آڈیو کیسٹس کے ذریعے جو فحاشی معاشرے میں پھیلائی جا رہی ہے اور جس طرح نوجوان نسل کو گمراہ کیا جا رہا ہے اس پر آپ نے ابھی تک قلم نہیں اٹھایا۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس موضوع پر ضرور قلم اٹھائیں کیونکہ آپ کے ناول اس قدر پُراثر ہوتے ہیں کہ بے شمار لوگ ناول پڑھ کر ہی برائیوں سے بچ جاتے ہیں"۔

محترم چوہدری محمد امین سادہ صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے معاشرے میں پھیلی ہوئی جس برائی کا ذکر کیا ہے وہ واقعی انتہائی تشویشناک ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی فرمائش جلد از جلد پوری کر سکوں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص مظہر کلیم ایم اے

سوپر فیاض ڈریسنگ روم سے باہر آیا تو اس کے جسم پر ڈارک کلر کا انتہائی قیمتی کپڑے کا سوٹ تھا اور سوٹ میں سے خوشبو کی اس قدر تیز لپٹیں نکل رہی تھیں جیسے سوٹ کا کپڑا کپاس کے ریشے کی بجائے خوشبو کے ریشے سے بنایا گیا ہو۔ پورا کمرہ مہک سا گیا تھا۔ سوپر فیاض تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راستے میں اسے ملازم مل گیا۔

"تمہاری بی بی ابھی بچوں کو سکول چھوڑ کر نہیں آئی"...... سوپر فیاض نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی کافی دیر پہلے آ گئی ہیں اور اب آپ کی کار میں بیٹھی ہوئی ہیں"...... ملازم نے جواب دیا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"میری کار میں کیوں"...... سوپر فیاض نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جی مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... ملازم نے جواب دیا تو سوپر فیاض ہونٹ بھینچے تیز تیز قدم اٹھاتا پورچ کی طرف بڑھ گیا۔ پورچ میں دو کاریں موجود تھیں جن میں سے ایک کار سرکاری تھی جبکہ دوسری پرائیویٹ۔ دوسری کار سوپر فیاض کی ذاتی کار تھی لیکن یہ کار زیادہ تر سوپر فیاض کی بیوی سلمیٰ کے استعمال میں رہتی تھی۔ ڈرائیور بھی رکھا ہوا تھا لیکن ڈرائیور پچھلے ایک ہفتے سے چھٹی پر تھا اس لئے سلمیٰ کار خود ڈرائیو کرتی تھی۔ سوپر فیاض سرکاری کار ہی استعمال کرتا تھا لیکن کوٹھی سے آفس تک وہ کار خود ہی ڈرائیور کرتا تھا۔ پھر آفس کے بعد اگر اس نے کہیں جانا ہوتا تو وہ زیادہ تر جیپ ہی استعمال کرتا تھا البتہ شام کو واپسی کے وقت چونکہ بقول اس کے وہ خاصا تھکا ہوا ہوتا تھا اس لئے ڈرائیور اسے کوٹھی پر چھوڑ جایا کرتا تھا۔

سوپر فیاض جب پورچ میں پہنچا تو واقعی سلمیٰ سرکاری کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا۔ تم سرکاری کار میں کیوں بیٹھی ہوئی ہو"...... سوپر فیاض نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ آفس جا رہے ہیں ناں"...... سلمیٰ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کیوں"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا کیونکہ وہ تو روزانہ آفس جایا کرتا تھا اس لئے یہ بات پوچھنے پر اسے حیرت ہو رہی تھی۔

"میں نے بھی آج آپ کے ساتھ آفس جانا ہے"...... سلمیٰ نے جواب دیا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"میرے ساتھ آفس۔ کیا مطلب۔ کیوں"...... سوپر فیاض نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے انکل سر عبدالرحمن سے ملنا ہے"...... سلمیٰ نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ بڑے صاحب دفتر میں تمہیں کیسے ملیں گے۔ وہ تو پرائیویٹ ملاقات آفس میں نہیں کرتے اگر تم نے ان سے ملنا ہے تو ان کی کوٹھی پر شام کو چلی جانا۔ لیکن تم نے ملنا کیوں ہے۔ آخر یہ تمہیں ہو کیا گیا ہے"...... سوپر فیاض نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ حیرت کی شدت کی وجہ سے اسے سمجھ ہی نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔

"میں نے ان سے آفس میں ہی بات کرنی ہے آپ چلیں میں خود بات کر لوں گی"...... سلمیٰ نے جواب دیا۔

"نہیں۔ تم نہیں جا سکتیں۔ چلو نیچے اترو۔ میں کہتا ہوں نیچے اترو"...... سوپر فیاض نے یکلخت غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"آہستہ بولیئے۔ میں کوئی مجرم نہیں ہوں۔ آپ کی بیوی ہوں۔ ملازم اور ہمسائے سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ میں نے ایسی کون سی بات کر دی ہے جس پر آپ کو اس قدر غصہ آ رہا ہے۔ کیا میں آپ کے آفس میں نہیں جا سکتی یا میں انکل سے نہیں مل سکتی۔ آخر کیا

انوکھی بات ہو گئی ہے جس پر آپ اس قدر پریشان ہو رہے ہیں"۔ سلمیٰ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ تم نہیں جا سکتیں۔ پہلے بتاؤ کہ تم وہاں کیوں جا رہی ہو اور بڑے صاحب سے کیوں ملنا چاہتی ہو"...... سوپر فیاض نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس بار اس کی آواز تو آہستہ تھی لیکن غصہ آواز میں ویسے ہی موجود تھا۔

"آپ بیٹھیں تو سہی۔ بتاتی ہوں"...... سلمیٰ نے کہا تو سوپر فیاض نے دوسری طرف آ کر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ہاں اب بتاؤ"...... سوپر فیاض نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا

"کیا آپ واقعی آفس جا رہے ہیں"...... سلمیٰ نے کہا تو سوپر فیاض چونک پڑا۔

"کیوں تم یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو۔ میں آفس جاؤں یا جہنم میں جاؤں تمہارا مطلب"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"آپ بے شک ان دونوں جگہوں میں سے جہاں چاہیں جائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں آپ کو اکیلے جنت میں نہیں جانے دوں گی۔ میں آپ کی بیوی ہوں اس لئے میں ساتھ جاؤں گی"۔ سلمیٰ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ یہ جنت کہاں سے گھس آئی درمیان میں"۔ سوپر فیاض نے بری طرح سٹپٹاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یونیفارم کی بجائے نیا سوٹ پہنا ہے اور پھر اس سوٹ پر آپ نے کم از کم چار پانچ پرفیوم کی شیشیاں انڈیلی ہیں۔ ڈریسنگ روم میں آپ نے دو گھنٹے گزارے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اور میں آپ کے ساتھ جاؤں گی اور اگر آپ نے انکار کیا تو پھر میں بڑی اماں کو کوٹھی فون کر کے ساری بات بتا دوں گی"...... سلمیٰ نے کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے اس لئے تم ضد کر رہی ہو۔ سنو میں واقعی آفس جا رہا ہوں۔ آج کچھ فارنرز نے ملاقات کے لئے آنا ہے اور بڑے صاحب کی ہدایت ہے کہ جب کوئی فارنرز آئیں تو ہم سب کو اچھے لباس میں ہونا چاہئے اور تمہیں معلوم ہے کہ یونیفارم بہرحال اچھا نہیں ہوتا اس لئے آج میں نے سوٹ پہن لیا ہے اور جہاں تک پرفیوم لگانے کا تعلق ہے تو تمہیں تو معلوم ہے کہ یہ میری عادت ہے"...... سوپر فیاض نے اس بار مسکراتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ مجھے عمران بھائی کے فلیٹ پر ڈراپ کر دیں۔ اس پر تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا"...... سلمیٰ نے کہا تو سوپر فیاض ایک بار پھر چونک پڑا۔

"عمران کے فلیٹ پر کیوں"...... سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"تاکہ میں انہیں کہوں کہ وہ ان فارنرز کے بارے میں مجھے معلوم کر کے بتائیں جن سے ملاقات کے لئے آپ آج خصوصی تیاری کر کے جا رہے ہیں۔ ویسے یہ بھی میں آپ کی عزت بچانے کے لئے کر رہی ہوں ورنہ میں انکل سے فون پر بھی بات کر سکتی ہوں"۔ سلمیٰ نے کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"ٹھیک ہے اگر تمہیں کوئی شک ہے تو میں آج آفس سے چھٹی کر لیتا ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا اور گاڑی سے اتر کر کوٹھی کے اندر جانے لگا۔ اس کے پیچھے سلمیٰ بھی گاڑی سے اتر آئی تھی۔

"آپ چھٹی مت کریں۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ آپ جائیں"۔ سلمیٰ نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سوپر فیاض چند لمحے خاموش کھڑا رہا پھر وہ تیزی سے مڑا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کار میں بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی اور چند لمحوں بعد وہ کوٹھی سے باہر آگیا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور چہرے پر سختی کے تاثرات نمایاں تھے۔ اسے معلوم تھا کہ سلمیٰ دفتر ضرور فون کرے گی۔ چنانچہ وہ سیدھا دفتر آگیا۔ اسے یہاں آکر جب معلوم ہوا کہ سر عبدالرحمن کسی ضروری میٹنگ میں شرکت کے لئے چیف سیکرٹری کے آفس گئے ہیں اور ان کی واپسی کا کچھ پتہ نہیں تو اس کے چہرے پر بے اختیار رونق سی آگئی۔ وہ سیدھا اپنے آفس میں آ کر بیٹھ گیا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اس کا پروگرام آج آفس آنے کا نہیں تھا۔ اس نے آفس فون کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ ایک کیس کے سلسلے میں آج شہر سے باہر جا رہا ہے۔ اس کا پروگرام آج شہر کے مضافات میں واقع ایک نئے ہوٹل جانے کا تھا۔ اس ہوٹل کا افتتاح ہوئے ابھی ایک ماہ ہوا تھا اور اس ہوٹل کی مینجر یورپی لڑکی تھی۔ سوپر فیاض جب اس سے ملا تو سوپر فیاض نے اپنی عادت کے مطابق اس سے باتیں شروع کر دیں۔ لڑکی جس کا نام جیولٹ تھا چونکہ یورپی تھی اور ابھی حال ہی میں یورپ سے یہاں آئی تھی اس لئے ظاہر ہے اس میں وہ بیباکی موجود تھی جو یورپی عورتوں کی خاصیت ہوتی ہے۔ سوپر فیاض جیسے آفیسر کو جب اس نے لپٹنے میں دلچسپی لیتے دیکھا تو اس نے سوپر فیاض کو بانس پر چڑھانا شروع کر دیا اور آج سوپر فیاض جیولٹ کی خصوصی دعوت پر ہوٹل جا رہا تھا۔ جیولٹ نے کہا تھا کہ آج وہ آفس سے چھٹی کر کے سارا دن اس کے ساتھ گزارے گی اس لئے سوپر فیاض خصوصی تیاری کر کے کوٹھی سے روانہ ہو رہا تھا لیکن اس کی اس خصوصی تیاری نے اس کی بیوی سلمیٰ کو چونکا دیا تھا اور نتیجہ یہ کہ اب وہ آفس میں بیٹھا بار بار مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جیولٹ وہاں ہوٹل میں اس کا انتظار کر رہی ہو گی لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سلمیٰ یہاں لازماً فون کرے گی اس لئے وہ یہ چاہتا تھا کہ سلمیٰ کا فون آنے کے بعد وہ یہاں سے جائے تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔ ویسے تو شاید وہ سلمیٰ کی اتنی پرواہ نہ کرتا لیکن سلمیٰ نے بڑے صاحب اور عمران سے ملاقات کا کہہ کر اسے پریشان کر دیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر بڑے صاحب کو معلوم ہو گیا تب بھی

معاملہ خراب ہو جائے گا اور عمران تو تھا ہی پورا شیطان۔ اس نے تو نجانے کہاں کے ڈانڈے کہاں جا ملانے تھے اس لئے وہ اس وقت آفس میں بیٹھا سلمیٰ کے فون کا انتظار کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اچانک اسے خیال آیا کہ وہ جیولٹ کو فون کر کے اسے کہہ دے کہ وہ کچھ دیر بعد آئے گا لیکن پھر اس نے ارادہ ملتوی کر دیا کیونکہ یہاں ایکس چینج میں تمام کالیں باقاعدہ ٹیپ ہوتی تھیں اور اگر جیولٹ سے گفتگو ٹیپ ہو کر بڑے صاحب کے سامنے پہنچ گئی تو اسے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا اس لئے وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ اس نے سلام کر کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک کارڈ فیاض کے سامنے رکھ دیا۔ فیاض نے ایک نظر کارڈ پر ڈالی۔

" میں اس وقت مصروف ہوں اسے کہو کہ انسپکٹر ریاض سے مل لے۔ جاؤ"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا تو چپڑاسی سر ہلاتا ہوا خاموشی سے واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوپر فیاض نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سلمیٰ کا فون ہو گا۔

" ہیلو"...... سوپر فیاض نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" بڑے صاحب کی کال ہے جناب"...... دوسری طرف سے آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو فیاض محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اچھل پڑا۔

" ہیلو"...... دوسرے لمحے سر عبدالرحمن کی باوقار آواز سنائی دی۔

" یس سر۔ میں فیاض بول رہا ہوں"...... سوپر فیاض نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" تم آج آفس دیر سے کیوں آئے ہو"...... سر عبدالرحمن کے لہجے میں غصہ تھا۔

" سر۔ میں نے ایک کیس کی انکوائری کے سلسلے میں جانا تھا اس لئے میں وہاں چلا گیا تھا اب وہاں سے آفس آیا ہوں"...... فیاض نے انتہائی انکسارانہ لہجے میں کہا۔

" کس کیس کی تفتیش کے لئے تم آفس آنے سے پہلے صبح صبح گئے تھے"...... سر عبدالرحمن کے لہجے میں حیرت تھی۔ ظاہر ہے انہوں نے حیران تو ہونا تھا کہ سوپر فیاض جیسا شخص صبح صبح تفتیش کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

" گراس ڈیم والے کیس میں سر"۔ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

" اوہ۔ کیا پیش رفت ہوئی ہے اس میں"...... سر عبدالرحمن نے چونک کر پوچھا۔

" سر ایک ہوٹل کے سپروائزر سے ملاقات کرنی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کے ہوٹل میں ایک صاحب رہتے ہیں جو اکثر گراس ڈیم کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور وہ صبح صبح چلے جاتے ہیں اور پھر رات گئے واپس آتے ہیں۔ بزنس مین ہیں اس لئے میں گھر سے سیدھا وہاں گیا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ صاحب رات کو کمرہ چھوڑ گئے ہیں۔ سپروائزر چونکہ رات کو ڈیوٹی پر نہ تھا اس لئے اسے معلوم نہ ہو

سکا اور میں واپس آگیا"...... سوپر فیاض نے کل شام کی انکوائری کو آج صبح کے کھاتے میں ڈالتے ہوئے تفصیل سے جواب دیا۔

"تم نے اس کے بارے میں تفصیلات تو معلوم کر لی ہوں گی۔ بہرحال میں نے تمہیں فون پر اس کیس کے سلسلے میں بتانا تھا۔ تم اس کی فائل لے کر میرے آفس پہنچو میں آرہا ہوں۔ اس سلسلے میں چیف سیکرٹری صاحب نے انتہائی سخت احکامات دیئے ہیں"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سوپر فیاض نے رسیور تو رکھ دیا لیکن پریشانی کی وجہ سے اس کی چہرہ بگڑ سا گیا تھا کیونکہ وہ اس وقت جس لباس میں تھا اور جس قدر خوشبو اس نے لگائی ہوئی تھی اگر وہ اس حالت میں سر عبدالرحمن کے سامنے پہنچ جاتا تو سر عبدالرحمن اسے یقیناً گولی مار دیتے۔ چنانچہ وہ تیزی سے اٹھا اور اپنے ریٹائرنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے وہاں باقاعدہ چھوٹا سا ڈریسنگ روم بنایا ہوا تھا اور ایمرجنسی کے لئے وہاں ایک یونیفارم بھی رکھی ہوئی تھی۔ اسے اس یونیفارم کا خیال آگیا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔ اس نے سوٹ اتار کر یونیفارم پہنی لیکن ظاہر ہے بے پناہ خوشبو تو سوٹ کے ساتھ ختم نہ ہو سکتی تھی اور اس کا اس کے پاس کوئی علاج نہ تھا۔ اس لئے مجبوراً اس نے یونیفارم پہنی اور پھر اپنے آفس میں آکر اس نے الماری کھولی۔ اس میں سے گراس ڈیم کی فائل اٹھائی اور اسے میز پر رکھ کر اس نے تیزی سے اس پر وہی رپورٹ لکھنا شروع کر دی جو اس نے

سر عبدالرحمن کو زبانی بتائی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر یہ رپورٹ نہ ہوئی تو سر عبدالرحمن کے لئے یہ کوتاہی ناقابل برداشت ہو گی۔ ابھی وہ رپورٹ لکھنے میں مصروف تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور چپڑاسی اندر داخل ہوا لیکن اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیا بات ہے"...... سوپر فیاض نے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خود کو دیکھتے ہوئے دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ آپ کا لباس۔ وہ"...... چپڑاسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نانسنس۔ تمہیں اس سے مطلب۔ جاؤ دفع ہو جاؤ"...... سوپر فیاض نے غصے کی شدت سے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ بڑے صاحب آگئے ہیں۔ میں یہ بتانے آیا تھا"۔ چپڑاسی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ سوپر فیاض نے یہ کام بھی چپڑاسی کی ڈیوٹی میں شامل کر رکھا تھا کہ بڑے صاحب کی آمدورفت سے وہ اسے ساتھ ساتھ آگاہ کرتا رہے اس لئے چپڑاسی بتانے آیا تھا۔

"آگئے ہیں۔ اتنی جلدی کیا مطلب۔ کیا ہیلی کاپٹر پر آئے ہیں"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"کار میں آئے ہیں"...... چپڑاسی نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے جاؤ"...... سوپر فیاض نے کہا اور پھر تیزی سے رپورٹ کو فائنل ٹچ دینے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد اس نے

رپورٹ مکمل کر کے فائل بند کی اور اسے اٹھا کر تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سر عبدالرحمن کے آفس میں داخل ہوا تو بے اختیار اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ سر عبدالرحمن آفس کی بجائے ریٹائرنگ روم میں تھے۔ سوپر فیاض خاموشی سے میز کی سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے فائل اپنے سامنے رکھ دی۔ چند لمحوں بعد ریٹائرنگ روم کا دروازہ کھلا اور سر عبدالرحمن اندر داخل ہوئے۔ وہ شاید باتھ روم گئے تھے سوپر فیاض اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ تمہیں میرے آنے سے پہلے یہاں موجود ہونا چاہئے تھا"...... سر عبدالرحمن نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

"سر رپورٹ چیک کر رہا تھا اس لئے چند لمحے دیر ہو گئی"۔ سوپر فیاض نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہونہہ۔ دکھاؤ فائل"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور سوپر فیاض نے اٹھ کر فائل اٹھا کر بڑے مؤدبانہ انداز میں سر عبدالرحمن کے سامنے رکھ دی۔ سر عبدالرحمن نے سر کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور سوپر فیاض کرسی پر بیٹھ گیا۔ سر عبدالرحمن نے فائل کھولی اور اسے دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔ آخری رپورٹ پڑھتے پڑھتے وہ بے اختیار چونک پڑے۔

"یہ کیا ہے۔ یہ رپورٹ میں ہیلی کاپٹر کہاں سے آگیا ہے"۔ سر

عبدالرحمن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہیلی کاپٹر۔ نہیں سر۔ کیا مطلب سر"...... سوپر فیاض بے اختیار بوکھلا گیا اور اس بوکھلاہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"دیکھو۔ یہ کیا لکھا ہوا ہے کہ ہیلی کاپٹر پر نہیں آئے کار پر آئے ہیں۔ کیا مطلب ہوا۔ کون آئے ہیں"...... سر عبدالرحمن نے فائل اٹھا کر سوپر فیاض کے سامنے پٹختے ہوئے کہا اور اسی لمحے سوپر فیاض کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ رپورٹ لکھتے وقت چپڑاسی نے اندر آکر بڑے صاحب کے آنے کی اطلاع دی تھی اور اس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تھا کہ اتنی جلدی کیسے آگئے۔ کیا ہیلی کاپٹر پر آئے ہیں اور چپڑاسی نے بتایا تھا کہ کار پر آئے ہیں اور چونکہ سوپر فیاض کو رپورٹ لکھنے کی جلدی تھی اس لئے اس نے بے خیالی میں یہ فقرہ لکھ دیا۔

"وہ۔ وہ صاحب۔ وہ اس سپروائزر نے بتایا تھا کہ وہ آدمی ہیلی کاپٹر پر آنے جانے کی بات کرتا رہتا تھا"...... سوپر فیاض نے جلدی سے بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سپروائزر کون ہے جس سے وہ آدمی ساری باتیں کرتا رہتا تھا۔ اور ہاں یہ تم نے اس قدر خوشبو کیوں لگا رکھی ہے جبکہ میں نے تمہیں منع کیا ہوا ہے کہ آفس میں اس قدر تیز خوشبو لگا کر مت آیا کرو"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ جناب غلطی سے پرفیوم کی شیشی الٹ گئی تھی۔ وہ۔ وہ

غلطی ہو گئی تھی"۔۔۔ سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ آئندہ احتیاط کرنا ورنہ"۔۔۔ سر عبدالرحمن نے شاید جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"ج۔ج۔جی بالکل خیال رکھوں گا"۔۔۔ سوپر فیاض نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ چیف سیکرٹری صاحب نے اس گراس ڈیم کے سلسلے میں خصوصی میٹنگ کال کی تھی اور وہ اس لئے ہمارے ڈیپارٹمنٹ پر ناراض ہو رہے تھے کہ ہم نے ابھی تک نہ ہی مجرموں کو گرفتار کیا ہے اور نہ ہی یہ ٹریس کیا ہے کہ مجرم کون تھے اور انہوں نے کیوں گراس ڈیم کی اس قدر قیمتی مشینری کا اہم آپریٹنگ پرزہ چرایا ہے اور وہ پرزہ بھی ابھی تک برآمد نہیں ہو سکا اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ یہ کام ایک ہفتے کے اندر ہو جانا چاہئے کیونکہ یہ ڈیم پاکیشیا کے لئے انتہائی اہم ہے اور اگر مجرم ٹریس نہ کئے گئے اور پکڑے نہ گئے اور آپریٹنگ پرزہ برآمد نہ ہو سکا تو ڈیم کا کام آگے نہ بڑھ سکے گا اور پاکیشیا کو بے پناہ نقصان ہو گا۔ تم بتاؤ تم نے اب تک کیا کیا ہے۔ اس فائل میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بولو"۔ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر اب تک جو تفتیش ہوئی ہے اس کے مطابق تو یہ دہشت گردی کی کارروائی لگتی ہے"۔۔۔ سوپر فیاض نے جان چھڑانے کے لئے اس کارروائی کو دہشت گردی کے کھاتے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ دہشت گردی کی کارروائی نہیں ہے۔ دہشت گرد مشینری کو بم بلاسٹ سے تباہ تو کر سکتے ہیں لیکن اس کا پرزہ نہیں چرا سکتے"۔۔۔۔ سر عبدالرحمن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ج۔ جناب آپ کا خیال درست ہے۔ پھر یہ یقیناً کسی غیر ملکی تنظیم اور اس کے ایجنٹوں کا کام ہے اس لئے جناب پھر یہ کیس سیکرٹ سروس کا بنتا ہے"۔۔۔ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا جائے"۔ سر عبدالرحمن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یہ ان کا ہی کیس بنتا ہے سر"۔۔۔۔ سوپر فیاض نے فوراً ہی کہا۔

"ہونہہ۔ تو اب انٹیلی جنس اس قدر نکمی ہو چکی ہے کہ وہ اپنا کام خود کرنے کی بجائے کام سے جان چھڑاتی ہے۔ نانسنس۔ کیا سیکرٹ سروس جنوں بھوتوں پر مشتمل ہے۔ کیا وہ مافوق الفطرت قوتوں کے مالک ہیں کہ وہ تو مشن مکمل کر سکتے ہیں لیکن تم نہیں کر سکتے۔ کیوں"۔ سر عبدالرحمن نے غصے کی شدت سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ک۔ ک۔ کر سکتے ہیں۔ جناب کر سکتے ہیں۔ وہ تو میں نے اس لئے"۔۔۔۔ سوپر فیاض نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو۔ میں تمہیں ایک ہفتہ دے رہا ہوں۔ صرف ایک ہفتہ۔ سمجھے۔ اگر تم نے ایک ہفتے کے اندر یہ مشن مکمل نہ کیا اور مجرموں

کو ٹریپ کر کے نہ پکڑا تو تمہاری باقی ساری عمر جیل میں پڑے گزر جائے گی۔ یہ قطعی آخری فیصلہ ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ میں جو کہتا ہوں وہ کروا سکتا ہوں۔ جاؤ دفع ہو جاؤ اور ایک ہفتے کے اندر کیس مکمل کر کے مجرموں سمیت آنا۔ جاؤ"...... سر عبدالرحمن نے غصے کی شدت سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... سوپر فیاض نے پہلے سے زیادہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر فائل اٹھا کر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"سنو"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض اس طرح رک گیا جیسے پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی کار کو اچانک فل بریک لگا دیئے جائیں۔

"یس سر۔ یس سر"...... اس نے مڑ کر سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس احمق عمران کی مدد مت لے لینا سمجھے اور یہ کام تم نے خود کرنا ہے اگر مجھے اطلاع مل گئی تو تمہارا حشر عبرتناک ہو گا جاؤ"۔ سر عبدالرحمن نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... سوپر فیاض نے کہا اور ایک بار پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کئے اپنی مخصوص ورزش میں مصروف تھا۔ چونکہ ان دنوں سردی اپنے پورے عروج پر تھی اس لئے عمران ورزش اپنے فلیٹ میں ہی کر لیا کرتا تھا اور جب تک سلیمان ناشتہ نہ تیار کر لیتا تھا اس وقت تک عمران اپنی اس مخصوص ورزش میں مصروف رہتا تھا۔ چونکہ صبح صبح کوئی فلیٹ پر نہ آتا تھا اس لئے عمران اطمینان سے اپنی ورزش میں مصروف رہتا تھا لیکن آج ابھی اسے الٹا کھڑے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور اسی طرح اپنے کانوں سے لگا لیا۔

"الٹا عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے سر کے بل کھڑے ہونے کی وجہ سے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔

"سلمیٰ فیاض بول رہی ہوں عمران بھائی"۔ دوسری طرف

سے فیاض کی بیوی سلمیٰ کی پریشان سی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"ارے بھابھی آپ۔ خیریت اتنی صبح کیسے فون کیا ہے۔ کیا سوپر فیاض نے آپ کے ہاتھ کا بنا ہوا ناشتہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے ضرور بتائیں۔ مجھے آپ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ناشتہ سلیمان کے بنائے ہوئے ناشتے سے زیادہ پسند ہے"۔ عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"عمران بھائی فیاض کل سے غائب ہے۔ ساری رات گزر گئی ہے۔ وہ ابھی تک نہیں آئے۔ میں نے آفس فون کیا ہے لیکن وہاں بھی کسی کو معلوم نہیں ہے۔ میں بے حد پریشان ہوں اس لئے آپ کو فون کیا ہے"...... سلمیٰ کی انتہائی تشویش بھری آواز سنائی دی۔

"غائب ہے۔ کیا مطلب۔ کیا اس نے کہیں سے سلیمانی ٹوپی حاصل کر لی ہے"...... عمران کے منہ سے نہ چاہنے کے باوجود فقرہ نکل گیا۔

"سوری۔ میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا"...... دوسری طرف سے غصیلے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران بجلی کی سی تیزی سے سیدھا ہو گیا اور پھر اس نے وہیں قالین پر بیٹھے بیٹھے کریڈل دبا کر ہاتھ ہٹایا اور ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ سلمیٰ واقعی بے حد پریشان ہے اور اس کے مذاق کا برا منا گئی ہے۔

"یس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سلمیٰ کی بدلی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں سلمیٰ بھابھی۔ آپ خواہ مخواہ ناراض ہو گئیں۔ میں نے تو پہلے ہی آپ کو بتایا تھا کہ الٹا عمران بول رہا ہوں۔ دراصل میں سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کیے ورزش کرنے میں مصروف تھا اور آپ جانتی ہیں کہ اس حالت میں ذہن پر اس قدر دباؤ ہوتا ہے کہ الٹے لفظ منہ سے نکل جاتے ہیں۔ آئی ایم سوری آپ کو تکلیف ہوئی۔ مجھے بتائیں کیا ہوا ہے۔ کیسے ہوا ہے۔ ویسے آپ کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر سوپر فیاض سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہے اس لئے لامحالہ وہ مجرموں کا پیچھا کرتے ہوئے دور نکل گیا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ ایسا بھی ہوتا تب بھی وہ مجھے فون ضرور کر دیتے۔ مجھے تو اور گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے"...... سلمیٰ نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"کیسی گڑبڑ"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو سلمیٰ نے گذشتہ روز فیاض کے سوٹ پہن کر اور تیار ہو کر گھر سے جانے اور پھر اپنی اور فیاض کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو دوہرا دی۔

"اوہ۔ تو آپ کا مطلب ہے کہ وہ آپ سے ناراض ہو کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ ارے نہیں بھابھی وہ تو آپ کی پوجا کرتا ہے۔ آپ کے بغیر تو اس کی حالت پانی سے نکلنے والی مچھلی کی طرح ہوتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران پلیز۔ میں بے حد پریشان ہوں اس لئے مذاق مت کرو۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسی عورت سے ملنے گئے ہوں گے اور وہاں کوئی چکر چل پڑا ہو گا"...... سلمیٰ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے آفس فون کیا تھا کل"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے سوچا تو تھا کہ فون کروں لیکن پھر میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ ناراض ہو کر گئے تھے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے فون کرنے پر مزید ناراض ہو جائیں۔ البتہ آج میں نے فون کر کے پوچھا ہے تو آفس والوں نے بتایا ہے کہ فیاض کل آفس آئے تھے پھر وہ تمہارے ڈیڈی کے آفس میں بھی رہے پھر جیپ میں بیٹھ کر اکیلے چلے گئے۔ اس کے بعد ان کی واپسی نہیں ہوئی اور انہوں نے بتایا ہے کہ فیاض نے آفس جا کر سوٹ اتار کر یونیفارم پہن لی تھی۔ شاید کوئی یونیفارم انہوں نے آفس میں رکھی ہوئی ہو گی"۔ سلمیٰ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ بہرحال سرکاری کام سے ہی گیا ہے۔ ٹھیک ہے آپ بے فکر رہیں میں معلوم کر لوں گا"...... عمران نے کہا۔

"پلیز عمران جس قدر جلد ممکن ہو سکے معلوم کر کے مجھے ان کی خیریت کی خبر دو۔ میرا دل بے حد گھبرا رہا ہے"...... سلمیٰ نے انتہائی ڈائل بے لہجے میں کہا۔

بے حد پریشان نہ رہیں بھابھی۔ میں جلد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں

گا"...... عمران نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"بے چاری بیویاں"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"کیا ہوا صاحب۔ کس کا فون تھا"...... سلیمان نے پوچھا تو عمران نے اسے تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔ فیاض صاحب ساری رات گھر سے جان بوجھ کر غائب نہیں رہ سکتے"...... سلیمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور عمران نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اٹھ کر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ غسل کر کے اور لباس پہن کر واپس آیا اور اس نے ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔ عمران کو معلوم تھا کہ ٹائیگر کافی دن چڑھے اپنے کمرے سے نکلتا ہے اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ اس وقت اپنے ہوٹل کے کمرے میں ہی ہو گا اس لئے اس نے فون کیا تھا ورنہ وہ ٹرانسمیٹر استعمال کرتا۔

"عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"سوپر فیاض کل اپنی سرکاری جیپ میں آفس سے گیا ہے اور ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی۔ آفس والوں کو بھی اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ اس کی بیوی بے حد پریشان ہے۔ اس نے مجھے فون کیا ہے۔ تم نے اس کی سرکاری جیپ تو دیکھی ہوئی ہے۔ معلوم کرو کہ وہ کہاں گیا ہے اور کس پوزیشن میں ہے"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ سوپر فیاض کی سرکاری جیپ میں نے کل ہوٹل گرانڈ کی پارکنگ میں دیکھی تھی۔ میں ایک آدمی سے ملنے وہاں گیا تھا لیکن فیاض صاحب مجھے نظر نہیں آئے تھے۔ میں نے خیال بھی نہیں کیا کیونکہ فیاض صاحب تو ہوٹلوں میں آتے جاتے رہتے ہیں"۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اگر اس کی جیپ پارکنگ میں کھڑی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سرکاری کام سے وہاں نہیں گیا ہو گا ورنہ وہ جیپ ہوٹل کے مین گیٹ کے سامنے روکتا۔ تم وہاں سے معلوم کرو کہ کیا یہ جیپ اب بھی وہاں موجود ہے یا نہیں اور سوپر فیاض کی وہاں کس سے ملاقات ہوئی ہے"...... عمران نے کہا۔

"میں ابھی فون پر ہی معلوم کر لیتا ہوں۔ میرا ایک خاص آدمی وہاں موجود ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"معلوم کر کے مجھے فلیٹ پر فون کر کے رپورٹ دو"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ہوٹل گرانڈ کوئی نیا ہوٹل لگتا ہے"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اخبار اٹھا کر دیکھنے لگا۔ سلیمان آ کر ناشتے کے خالی برتن لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)"...... عمران نے اپنی عادت کے مطابق کہا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ فیاض صاحب کی جیپ ہوٹل میں موجود نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سوپر فیاض صاحب وہاں ہوٹل کی مینجر جیولٹ سے ملے تھے اور وہ دونوں کافی دیر تک کمرے میں رہے۔ پھر فیاض صاحب اپنی جیپ میں بیٹھ کر چلے گئے"۔ ٹائیگر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کب گیا ہے وہ وہاں سے اور یہ جیولٹ کون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اس آدمی نے بتایا ہے کہ تقریباً ایک گھنٹہ تک وہ دونوں کمرے میں رہے ہیں اور باس یہ جیولٹ نوجوان یورپی لڑکی ہے۔ ہوٹل گرانڈ نیا بنا ہے اور کسی یورپی پارٹی کا ہے۔ یہ جیولٹ بھی یورپ کے کسی ملک سے یہاں آ کر اس کی مینجر بنی ہے۔ ویسے ہوٹل صاف ستھرے اور اعلیٰ ماحول کا ہے البتہ جیولٹ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ بے حد تیز اور چالاک لڑکی ہے"۔ ٹائیگر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"تم خود وہاں جاؤ اور معلوم کرو کہ فیاض وہاں سے نکل کر کہاں گیا ہے۔ اسے تلاش کر کے مجھے اطلاع دو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"جیولٹ اگر خوبصورت لڑکی ہے تو فیاض کی اس سے ملاقات کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن پھر وہ کہاں چلا گیا ہو گا"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن پھر اس نے اخبار پڑھنا شروع کر دیا کیونکہ اسے ٹائیگر کی صلاحیتوں پر اعتماد تھا کہ وہ لازماً سوپر فیاض کا کوئی نہ کوئی کلیو ڈھونڈ لے گا۔ وہ ایسے کاموں میں ماہر تھا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ میں نے سوپر فیاض صاحب کو ٹریس کر لیا ہے۔ وہ دارالحکومت کے شمالی علاقے میں واقع راسٹونہ کھنڈرات میں بندھے ہوئے بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ان کی جیپ بھی وہاں موجود تھی"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کھنڈرات میں بندھا ہوا بے ہوش۔ وہ وہاں کیسے پہنچ گیا اور تم نے اسے کیسے ٹریس کیا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"باس ہوٹل گرانڈ کے باہر سے مجھے معلوم ہوا کہ سوپر فیاض کی جیپ ہوٹل سے نکل کر اس علاقے کی طرف جاتے دیکھی گئی ہے۔ چنانچہ میں ادھر گیا اور پھر مجھے جیپ کے نشانات کھنڈرات کو جانے والی کچی سڑک پر اترتے نظر آگئے۔ چنانچہ میں ان نشانات پر آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر جیپ بھی مل گئی اور فیاض صاحب بھی۔ وہاں ایک کار کے پہیوں کے نشانات بھی موجود ہیں۔ کار وہاں پہنچ کر جیپ کے ساتھ رکی رہی ہے اور پھر واپس چلی گئی ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم کہاں سے فون کر رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"ان کھنڈرات کی دوسری طرف باقاعدہ محکمہ آثار قدیمہ کا آفس ہے۔ وہاں سے باس"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سوپر فیاض کی حالت کیسی ہے۔ کیا اس پر تشدد کیا گیا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ان کے چہرے اور جسم پر زخموں کے نشانات ہیں۔ لگتا ہے انہیں کوڑے سے پیٹا گیا ہے لیکن بہرحال وہ زیادہ زخمی نہیں ہیں"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم اس کی جیپ وہیں رہنے دو اور فیاض کو اپنی کار میں ڈال کر رانا ہاؤس پہنچا دو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"سلمیٰ بول رہی ہوں عمران بھائی۔ فیاض کا کچھ پتہ چلا"۔ دوسری طرف سے سلمیٰ کی آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ فیاض ایک سرکاری کام کے سلسلے میں دارالحکومت سے دور ایک گاؤں میں موجود ہے۔ چونکہ وہاں فون نہیں ہے اس لئے وہ آپ کو فون نہیں کر سکا۔ البتہ میری اس سے ٹرانسمیٹر پر بات ہوئی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ وہ انتہائی ضروری کام میں مصروف ہے۔ آج شام تک واپس آ جائے گا۔ ابھی میری اس سے بات ہوئی ہے وہ بالکل بخیریت ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدایا تیرا شکر ہے۔ عمران بھائی آپ کی بے حد مہربانی لیکن انہیں چاہئے تھا کہ وہ اپنے آفس تو بات کر لیتے"...... سلمیٰ نے انتہائی تشکرانہ آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے اسے کہا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ آفس میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو درپردہ مجرموں سے ملے ہوتے ہیں اس لئے اس نے جان بوجھ کر وہاں کال نہیں کی"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوکے بہرحال میری تسلی ہو گئی ہے۔ بے حد شکریہ"...... سلمیٰ نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے کریڈل دبا دیا اور پھر نمبر ڈائل کرنے

شروع کر دیئے۔

"رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جوزف۔ ٹائیگر سوپر فیاض کو لے کر رانا ہاؤس آئے گا وہ زخمی ہے اس کی بینڈیج کر دینا پھر مجھے اطلاع دینا"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اب ظاہر ہے فیاض سے بات ہونے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ کس نے اس پر تشدد کیا ہے اور کیوں کیا ہے اور وہ کیوں کھنڈرات میں پہنچا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر آدمی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس شہاب بول رہا ہوں"...... ادھیڑ عمر کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"اسلم بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس کیا رپورٹ ہے انٹیلی جنس کے بارے میں"...... شہاب نے چونک کر پوچھا۔

"باس انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل اسے دہشت گردی کی کارروائی نہیں سمجھتے۔ وہ اسے کسی بین الاقوامی مجرم تنظیم کا کارنامہ سمجھ رہے ہیں"...... اسلم نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ پوری تفصیل بتاؤ"...... شہاب نے چونک کر

پوچھا۔

"ہمارے والا کیس انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے پاس ہے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بتایا ہے کہ اس نے اپنے چیف سے کیس ڈسکس کرتے ہوئے اسے دہشت گردی قرار دینے کی کوشش کی لیکن ڈائریکٹر جنرل نے کہا کہ دہشت گرد مشینری کے پرزے چوری نہیں کرتے بلکہ وہ مشینری تباہ کر دیتے ہیں اس لئے یہ کسی تنظیم کا کام ہے"...... اسلم نے جواب دیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض سے یہ بات کیسے معلوم کی گئی ہے"۔ شہاب نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض کی ان دنوں ہوٹل گرانڈ کی یورپی مینجر جیولٹ سے بڑی گہری دوستی ہے۔ چنانچہ جیولٹ کو بھاری رقم دے کر یہ ٹاسک دیا گیا کہ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض سے اس سلسلے میں حتمی معلومات حاصل کرے۔ جیولٹ چونکہ ایسے کاموں میں ماہر ہے اور اس نے باقاعدہ یہاں جرائم کا ایک چھوٹا سا انتہائی مؤثر اور فعال سنڈیکیٹ بنایا ہوا ہے اس لئے جیولٹ نے بڑی مہارت سے کام لیا۔ پہلے اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو دوستی کا چکر دے کر علیحدہ کمرے میں بلوایا۔ اس کا خیال تھا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض عیاش آدمی ہے اس لئے عیاشی کے چکر میں وہ سب کچھ بتا دے گا لیکن علیحدہ ملاقات میں اسے معلوم ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض صرف ذہنی تفریح کا قائل ہے۔ وہ خوبصورت اور نوجوان لڑکیوں کے ساتھ گھنٹوں گزار تو سکتا ہے،

گپیں مار سکتا ہے لیکن وہ اخلاقی حدود کراس کرنے کا عادی نہیں ہے اور نہ ہی وہ شراب پیتا ہے اس لئے جیولٹ کو اس ملاقات میں ناکامی ہوئی تو اس نے فوری طور پر دوسرا منصوبہ تیار کر لیا۔ اس نے باتوں باتوں میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بتایا کہ وہ گزشتہ روز راسٹونہ کھنڈرات دیکھنے گئی تو اس نے وہاں ایک کھنڈر میں سے دو ایسے آدمیوں کو نکلتے ہوئے دیکھا جو یورپ میں خاصے معروف مجرم اور پیشہ ور قاتل ہیں۔ جیولٹ نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو یہ بات اس انداز میں بتائی کہ اسے یقین آ گیا کہ ان مجرموں نے ان کھنڈرات میں اپنا خفیہ اڈا بنایا ہوا ہے ورنہ ظاہر ہے ایسے لوگ آثار قدیمہ دیکھنے میں تو کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اس سے اس کھنڈر کی تفصیل پوچھی اور پھر وہ ہوٹل سے ہی اپنی سرکاری جیپ میں کھنڈرات کی طرف روانہ ہو گیا۔ کھنڈرات کا فاصلہ چونکہ ہوٹل سے کافی ہے اس لئے جیولٹ نے اپنے سنڈیکیٹ کے دو آدمیوں کو کال کر کے انہیں سارا منصوبہ سمجھایا اور وہ دونوں ایک تیز رفتار کار میں سوار ہو کر وہاں پہنچ گئے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی جیپ انہیں راستے میں ملی تھی۔ یہ دونوں وہاں کھنڈرات میں چھپ گئے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض جب وہاں پہنچا تو اسے پکڑ لیا گیا اور اسے باندھ کر اس سے پوچھ گچھ کی گئی لیکن اس نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا تو ان دونوں نے اس پر تشدد کیا اور پھر تشدد کے سامنے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے زبان کھول دی اور اس نے یہ بات بتائی۔ وہ

دونوں اسے بے ہوش چھوڑ کر واپس آ گئے کیونکہ وہ سرکاری آدمی تھا اس لئے انہوں نے اسے ہلاک نہیں کیا ورنہ انٹیلی جنس ان کے پیچھے لگ سکتی تھی۔ جیولٹ کو جب رپورٹ ملی تو اس نے مجھے رپورٹ دی اور میں آپ کو دے رہا ہوں"...... اسلم نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ لیکن جیولٹ کو تمہارے متعلق یقیناً معلوم ہو گا اور اگر انٹیلی جنس کو جیولٹ کے بارے میں شک گزرا تو وہ اس کے ذریعے تم تک بھی پہنچ سکتے ہیں"...... شہاب نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نو باس۔ جیولٹ کو صرف سپیشل فون نمبر دیا گیا تھا اور بغیر نام کے کیس بک کرایا گیا تھا"...... اسلم نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے لیکن یہ رپورٹ واقعی ہمارے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ اگر کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا گیا تو ہمارے لئے بہت سے مسائل پیدا ہو جائیں گے"...... شہاب نے کہا۔

"سر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے"...... اسلم نے کہا۔

"کون سی تجویز۔ کھل کر بات کرو"...... شہاب نے کہا۔

"باس کیوں نہ گراس ڈیم پر کوئی دہشت گردانہ کارروائی کرا دی جائے۔ مثلاً اس کے جنریٹر گیٹ تعمیر ہو رہے ہیں۔ انہیں بموں سے اڑا دیا جائے اس طرح ڈائریکٹر جنرل اور دوسرے اعلیٰ حکام کنفرم ہو

جائیں گے کہ یہ ساری کارروائی دہشت گردوں کی ہے اس طرح کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر ہونے کا خدشہ ختم ہو جائے گا"۔ اسلم نے کہا۔

"ہاں۔ اچھی تجویز ہے۔ گڈ۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو"...... شہاب نے کہا۔

"یس باس۔ یہاں ایک ایسا گروپ موجود ہے جو بھاری رقم کے عوض یہ کارروائی کر سکتا ہے"...... اسلم نے کہا۔

"تم تک تو بات نہیں پہنچے گی"...... شہاب نے کہا۔

"نہیں باس۔ وہی جیولٹ والا سلسلہ دوہرایا جائے گا"...... اسلم نے جواب دیا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔ رقم کی فکر مت کرو لیکن یہ کام آج رات ہی ہو جانا چاہئے"...... شہاب نے کہا۔

"یس باس۔ بے فکر رہیں آج ہی ایسا ہو جائے گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو شہاب نے ہاتھ مار کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"عالی جاہ ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"شہاب بول رہا ہوں عالی جاہ صاحب سے بات کراؤ"۔ شہاب نے اسی طرح سرد اور سخت لہجے میں کہا۔

"ہیلو عالی جاہ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی

آواز سنائی دی۔

"شہاب بول رہا ہوں عالی جاہ"...... شہاب نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ کیا رپورٹ ہے گراس ڈیم مشن کے بارے میں"۔ عالی جاہ نے چونک کر پوچھا۔

"وہ پرزہ جو وہاں سے حاصل کیا گیا تھا وہ تو آپ تک پہنچا دیا گیا تھا لیکن ہمیں یہ تشویش تھی کہ اس پرزے کی چوری کا کیس پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر نہ کر دیا جائے۔ ہم چاہتے تھے کہ یہ کیس انٹیلی جنس کے پاس ہی رہے کیونکہ اگر کیس پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر ہو گیا تو پھر ہمیں طویل عرصہ کے لئے ملک چھوڑنا پڑے گا"...... شہاب نے کہا۔

"کیا یہاں کی سیکرٹ سروس خطرناک ہے"...... عالی جاہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ یہ سروس پوری دنیا میں انتہائی خطرناک سمجھی جاتی ہے"...... شہاب نے جواب دیا۔

"تو پھر تم نے اس بارے میں کیا کیا ہے"...... عالی جاہ نے کہا تو شہاب نے گیس بموں سے اڑانے کی کارروائی کی تفصیل بتا دی۔

"گڈ۔ یہ اچھی تجویز ہے"...... عالی جاہ نے کہا۔

"آپ کو مزید رقم دینی ہو گی اور اگر ہمیں ملک چھوڑنا پڑا تو اس کی پیمنٹ بھی آپ کو کرنی پڑے گی"...... شہاب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم بے فکر رہو۔ البتہ دہشت گردی کی اس

کارروائی کی رپورٹ مجھے دے دینا"...... عالی جاہ نے کہا۔

"ویسے تو صبح اخبارات سے ہی آپ کو علم ہو جائے گا پھر بھی میں رپورٹ دے دوں گا۔ آپ پیمنٹ کب کریں گے"...... شہاب نے کہا۔

"کارروائی مکمل ہونے کے فوری بعد تم میرے پاس آکر پیمنٹ لے جانا جیسے پہلے وصول کی تھی"...... عالی جاہ نے کہا۔

"اوکے گڈ بائی"...... شہاب نے مطمئن لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اب گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

عمران رانا ہاؤس پہنچا تو ٹائیگر وہاں موجود تھا۔

"کیا پوزیشن ہے سوپر فیاض کی"...... عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔

"جوزف نے ان کی بینڈیج کر دی ہے لیکن میرے کہنے پر انہیں بے ہوش ہی رکھا گیا ہے تاکہ آپ انہیں جس طرح چاہیں ٹریٹ کر سکیں"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"آؤ میرے ساتھ۔ پہلے مجھے تفصیل بتاؤ"...... عمران نے کہا اور پھر ٹائیگر کو ساتھ لئے وہ سٹنگ روم میں آگیا۔

"ہاں اب بتاؤ کہ اس کار کے نشانات وغیرہ سے کچھ مزید پتہ چلا کہ تشدد کرنے والے کون لوگ تھے اور جیولٹ کا اس میں کتنا کردار ہے"...... عمران نے کہا۔

"کار کے ٹائروں کے نشانات تو عام سے تھے باس۔ باقی مزید

انکوائری اس لئے نہیں ہو سکی کہ سوپر فیاض کو فوری طور پر یہاں پہنچانا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے پھر تم جاؤ اور اس بارے میں معلومات حاصل کرو۔ سوپر فیاض پر عام مجرم ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ یقیناً یہ کوئی خاص معاملہ ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عمران کو سلام کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

"جوزف"...... عمران نے جوزف کو آواز دی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جب تک وہ رانا ہاؤس میں رہے گا جوزف اس کے قریب ہی موجود رہے گا۔

"یس باس"...... جوزف نے اندر داخل ہو کر کہا۔

"کیا پوزیشن ہے سوپر فیاض کی۔ زیادہ زخمی تو نہیں ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"نہیں باس زیادہ زخمی نہیں ہے۔ کوڑوں کے چار پانچ زخم ہیں اور وہ بھی زیادہ گہرے نہیں ہیں۔ لگتا ہے کوڑے مارنے والوں نے جان بوجھ کر زیادہ قوت استعمال نہیں کی"...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ اور وہ جوانا کہاں ہے"...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے"...... جوزف نے جواب دیا تو عمران

نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ جوزف کے ساتھ چلتا ہوا تھوڑی دیر بعد ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں بیڈ پر سوپر فیاض بے ہوشی کے عالم میں لیٹا ہوا تھا۔ عمران نے اس کے زخموں کی نوعیت دیکھی تو اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"اسے پہلے طاقت کا انجکشن لگا دو اور پھر اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک دیوار میں نصب الماری کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ عمران کی ہدایات پر عمل کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سوپر فیاض نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھوں میں دھند سی چھائی رہی پھر وہ بے اختیار اچھل کر بیٹھ گیا اور حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں سائیڈ کی کرسی پر بیٹھے ہوئے عمران پر پڑیں اور اس کے ساتھ کھڑے ہوئے جوزف کو دیکھا تو بے اختیار اس طرح اچھل پڑا جیسے بیڈ میں لاکھوں وولٹیج کا الیکٹرک کرنٹ آ گیا ہو۔

"یہ۔ یہ عمران۔ جوزف تم۔ یہ میں کہاں ہوں۔ یہ۔ یہ کیا ہے"...... سوپر فیاض نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر تم چل سکتے ہو تو پھر نیچے اترو۔ کسی اور کمرے میں بیٹھ کر تفصیل سے بات ہو گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں اوہ لیکن یہ میرے زخموں پر بینڈیج۔ یہ کس نے کی ہے"...... سوپر فیاض نے بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے حیرت بھرے

لہجے میں کہا۔

" جوزف نے کی ہے۔ اسے میں نے اس کی باقاعدہ ٹریننگ دے رکھی ہے"...... عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

" مم۔ مم۔ مگر یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں تو ادھر کھنڈرات میں گیا تھا۔ پھر اوہ۔ اوہ"...... سوپر فیاض بولتے بولتے اس طرح رک گیا جیسے بجلی آف ہو جانے سے ٹیپ ریکارڈر اچانک خاموش ہو جاتا ہے اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سوپر فیاض کیوں اچانک خاموش ہو گیا ہے کیونکہ وہ سرکاری فرائض کے بارے میں عمران کو کچھ بتانا نہ چاہتا ہو گا البتہ وہ بیڈ سے نیچے اتر آیا تھا۔ اس کی سرکاری یونیفارم کافی پھٹ گئی تھی اور مسلی ہوئی تھی۔

" جوزف سوپر فیاض کے ناپ کے مطابق الماری سے کوئی اچھا سا سوٹ لے آؤ ورنہ اس حالت میں اگر یہ ڈیڈی کے سامنے پہنچ گیا تو پھر اچھے بھلے ڈاکٹر بھی اس کی مرہم پٹی نہ کر سکیں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا۔ کیا مطلب۔ بڑے صاحب کیا یہاں موجود ہیں"...... سوپر فیاض کا چہرہ یکلخت دھواں دھواں سا ہو گیا۔

" یہ رانا ہاؤس ہے۔ یہاں ڈیڈی موجود تو نہیں ہیں لیکن جب میں انہیں تمہارے بارے میں اطلاع دوں گا تو ظاہر ہے تمہیں فوری ان کے سامنے جانا پڑے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ اوہ پلیز عمران۔ انہیں اطلاع مت دینا"...... سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اوکے اگر تم کہتے ہو تو نہیں دوں گا۔ آؤ میرے ساتھ "۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے لے کر سٹنگ روم میں آگیا۔

" جوزف سوپر فیاض کے لئے جوس لے آؤ"...... عمران نے جوزف سے کہا اور جوزف سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

" یہ کیا ہوا۔ میں یہاں کیسے آگیا"...... سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" جوزف اور جوانا کھنڈرات کی سیر کرنے گئے تھے۔ وہاں ایک کھنڈر میں تم زخمی حالت میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ وہ تمہیں لے آئے اور پھر مجھے اطلاع دی تو میں نے تمہاری بینڈیج کرنے کا کہا اور خود یہاں آگیا۔ اب تم خود بتاؤ کہ تم وہاں کیوں گئے تھے اور کیا ہوا ہے وہاں۔ کس نے تمہیں وہاں کوڑے مارے تھے اور کیوں"...... عمران نے ایسے انداز میں کہا جیسے یہ سب کچھ معمولی سی بات ہو۔

" میں ایک سرکاری کیس کے سلسلے میں وہاں گیا تھا۔ وہاں مجرموں نے اچانک مجھے چھاپ لیا اور پھر مجھے چوٹ لگا کر بے ہوش کر دیا گیا"...... سوپر فیاض نے منہ بنا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

" بے ہوش کرنے کے بعد تو کوئی کوڑے نہیں مارا کرتا اس لئے اصل بات بتا دو ورنہ تم جانتے ہو کہ اگر میں نے اڑتی چڑیا کے پر گننے

شروع کر دیئے تو جواب درست بھی آسکتا ہے لیکن پھر یہ تفصیل ڈیڈی تک بھی پہنچ سکتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا۔ اسی لمحے جوزف اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹرے اٹھائی ہوئی تھی جس میں جوس کے دو بڑے گلاس موجود تھے۔ ایک گلاس اس نے سوپر فیاض کو اور ایک عمران کو دے دیا اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

"تو پھر میں پر گننا شروع کر دوں۔ بولو"...... عمران نے جوس کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ تمہارے آدمی مجھے وہاں سے اٹھا لائے اور تم نے مرہم پٹی بھی کر دی اور اب جوس بھی پلا رہے ہو لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں تمہیں سرکاری کیس کی تفصیل بتانی شروع کر دوں"...... سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا جواب بتا رہا تھا کہ اب وہ ذہنی طور پر پوری طرح سنبھل گیا ہے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ چڑیا کے پہلے پر، پر ہوٹل گرانڈ کی خوبصورت اور یورپی لڑکی مینجر جیولٹ کا نام لکھا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک علیحدہ کمرے میں تم نے کئی گھنٹے گزارے ہیں۔ کیوں ٹھیک ہے"۔ عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

"تمہیں۔ تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا۔ کیا تم میری

جاسوسی کراتے رہتے ہو"...... سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کسی سرکاری آدمی کی جاسوسی کرانے کی۔ میں تو اڑتی چڑیا کے پر گن رہا ہوں۔ دوسرے پر، پر لکھا ہوا ہے کہ تم وہاں سے جیپ میں سیدھے کھنڈرات میں گئے اور تیسرے پر، پر لکھا ہوا ہے کہ تمہاری وہاں جیپ کے ساتھ ایک کار کے نشانات بھی موجود ہیں اور چوتھے پر، پر لکھا ہوا ہے کہ تم گھر سے سوٹ پہن کر نکلے لیکن آفس میں پہنچ کر تم نے یونیفارم پہن لی۔ کافی ہے یا مزید پروں پر موجود تحریر بھی پڑھ دوں"...... عمران نے جوس کے گھونٹ لے کر بڑے مزے سے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تو تم واقعی میری جاسوسی کراتے رہتے ہو۔ تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوکے پھر میں ڈیڈی کو بتا دوں یہ سب تاکہ اس سے پہلے کہ میں بھگتوں تم بھی کچھ بھگت لو"...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پلیز عمران۔ پلیز۔ تم میرے دوست ہو۔ پلیز میں واقعی درست کہہ رہا ہوں۔ میں سرکاری کام کے لئے وہاں گیا تھا۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی ان ویران کھنڈرات میں جانے کی"...... سوپر فیاض نے اس بار انتہائی منت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے تم کھنڈرات میں بغیر کسی سرکاری کام کے نہیں جا سکتے لیکن کیا جیولٹ سے ملاقات بھی اس سرکاری کام کی وجہ سے تھی"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ وہ تو بس ویسے ہی اس سے دوستی ہے۔ اس سے گپ شپ کے لئے گیا تھا"...... سوپر فیاض نے ڈھیلے سے لہجے میں جواب دیا۔

"اور اس گپ شپ کے دوران تمہیں شاید الہام ہو گیا کہ تمہارا سرکاری کام کھنڈرات میں پہنچ چکا ہے۔ کیوں۔ سنو فیاض سب کچھ تفصیل سے بتا دو کیونکہ یہ لڑکی جیولٹ یورپی ہے اور کسی یورپی لڑکی کا اس طرح تم میں دلچسپی لینا خاصا پراسرار مسئلہ ہے۔ اگر تم نے سب کچھ نہ بتایا تو پھر مجھے سیکرٹ سروس کے چیف کو رپورٹ دینی پڑے گی اور اس کے بعد تم جانتے ہو کہ کیا ہو گا۔ ساری بات ڈیڈی تک پہنچ جائے گی"...... عمران نے کہا۔

"ایک شرط پر بتا دیتا ہوں کہ تم اپنے ڈیڈی کو نہیں بتاؤ گے کیونکہ انہوں نے مجھے خصوصی طور پر منع کیا ہے کہ میں اس کیس کے سلسلے میں تمہاری مدد حاصل نہ کروں۔ انہیں اگر معلوم ہو گیا کہ تم نے میری مدد کی ہے تو وہ مجھے گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے"...... سوپر فیاض نے آخرکار ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا تو عمران کے چہرے پر حقیقی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیا مطلب۔ ڈیڈی نے منع کیا ہے۔ کیوں"...... عمران نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پتہ نہیں۔ بہرحال انہوں نے خصوصی طور پر منع کیا تھا۔ شاید وہ چاہتے ہیں کہ میں خود اس مشن کو مکمل کروں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے بتاؤ اور بے فکر رہو۔ بات باہر نہیں جائے گی"۔ عمران نے کہا۔

"گراس ڈیم کے بارے میں جانتے ہو کچھ"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"ہاں۔ سوانی ڈیم کے ساتھ ایک چھوٹا سا مصنوعی ڈیم بنایا جا رہا ہے تاکہ اس کی کپیسٹی کو بڑھایا جا سکے"...... عمران نے کہا۔

"اس گراس ڈیم کے لئے حکومت نے عالمی معاہدے کے تحت کارمن سے انتہائی قیمتی مشینری امپورٹ کی ہے۔ یہ مشینری گراس ڈیم کے علاقے میں ایک بند احاطے میں رکھی گئی چونکہ یہ انتہائی قیمتی مشینری ہے اس لئے اس کی حفاظت کے بھی خصوصی انتظامات کئے گئے لیکن پھر اچانک انٹیلی جنس کو رپورٹ ملی کہ اس کی سب سے قیمتی اور آپریٹنگ مشین کا اہم اور سب سے قیمتی پرزہ چرا لیا گیا ہے۔ مشینری کو کھول کر اندر سے یہ پرزہ نکالا گیا ہے۔ اس پرزے کو آپریٹنگ سوئچ کہتے ہیں۔ اس پرزے کے بغیر یہ ساری مشینری بیکار ہو جاتی ہے اور یہ پرزہ یہاں کسی صورت تیار ہی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی حکومت کارمن اس کی تفصیلات مہیا کرتی ہے۔ اس کے لئے

دوسری مشینری منگوانی پڑے گی لیکن یہ اس قدر قیمتی ہے کہ پاکیشیا اس کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس پرزے کو تلاش کرنے کا مشن انٹیلی جنس کو سونپ دیا گیا۔ ایک انسپکٹر نے وہاں انکوائری کی لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہاں مسلح چوکیداروں کو کسی گیس سے بے ہوش کر دیا گیا اور پھر صبح جب انہیں ہوش آیا تو وہ پرزہ غائب تھا۔ ویسے مشینری درست حالت میں تھی۔ اسے تباہ نہیں کیا گیا تھا"...... سوپر فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پھر"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا۔ ہم نے بڑی مغزماری کی لیکن مجرموں کا کچھ پتہ نہ چلا۔ میں نے تمہارے ڈیڈی سے کہا ہے کہ یہ کسی بین الاقوامی تنظیم کا کام ہے اس لئے یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے شاید اسے اپنے محکمے کی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ چنانچہ کل چیف سیکرٹری نے اس سلسلے میں خصوصی میٹنگ کال کی تھی۔ چونکہ بڑے صاحب نے اس میٹنگ کے سلسلے میں مصروف رہنا تھا۔ ادھر ہوٹل گرانڈ کی مینجر جیولٹ نے مجھے ملاقات کی آفر کی تھی اس لئے میں نے سوچا کہ میں دفتر جانے کی بجائے ہوٹل گرانڈ چلا جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے یونیفارم پہننے کی بجائے سوٹ پہن لیا۔ اس پر تمہاری بھابھی بگڑ گئی اس لئے مجبوراً مجھے آفس جانا پڑا۔ وہاں بڑے صاحب کا فون آگیا کہ وہ واپس آرہے ہیں چنانچہ مجھے آفس میں موجود ایمرجنسی کے لئے رکھی ہوئی یونیفارم

پہننی پڑی۔ بڑے صاحب نے نادر شاہی حکم دے دیا کہ ایک ہفتے کے اندر ہر صورت میں مجرم پکڑے جائیں اور پرزہ برآمد کیا جائے ورنہ میری باقی عمر جیل میں سڑتے گزر جائے گی اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا کہ میں تم سے کوئی مدد حاصل نہ کروں۔ میں بے حد پریشان ہوا۔ چنانچہ میں نے اپنے ذہن کو ہلکا پھلکا کرنے کے لئے جیولٹ سے ملاقات کرنے کا سوچا۔ جیولٹ سے باتیں ہوتی رہیں۔ اچانک جیولٹ نے بتایا کہ وہ آثار قدیمہ میں بے حد دلچسپی رکھتی ہے۔ وہ کل راستونہ کے کھنڈرات میں گئی تو اس نے وہاں دو معروف یورپی مجرموں اور پیشہ ور قاتلوں کو دیکھا تو وہ بے حد حیران ہوئی۔ چونکہ ایسے مجرموں کو آثار قدیمہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی اس لئے اس کا خیال تھا کہ ان لوگوں نے وہاں کوئی اڈا بنایا ہوا ہو گا۔ اس نے مجھے یہ بات اس لئے بتائی تاکہ میں اگر انہیں گرفتار کر لوں تو اس طرح میرے محکمے میں کارکردگی بڑھ جائے گی۔ چنانچہ میں ہوٹل سے نکل کر ان کھنڈرات کا جائزہ لینے چلا گیا تاکہ وہاں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے محکمے کے آدمیوں کو وہاں بلا کر انہیں تعینات کر سکوں لیکن جیسے ہی میں ایک کھنڈر میں داخل ہوا مجھ پر حملہ کیا گیا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں بندھا ہوا تھا اور دو غنڈہ نما مقامی آدمی وہاں موجود تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے گراس ڈیم کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ کیس سیکرٹ سروس کو تو ٹرانسفر نہیں

کیا جا رہا۔ پہلے تو میں نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا لیکن انہوں نے مجھ پر تشدد شروع کر دیا تو میں نے سوچا کہ یہ بات بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں تمہارے ڈیڈی سے ہونے والی میٹنگ کے بارے میں بتا دیا جس پر انہوں نے میرے سر پر چوٹ مار کر مجھے بے ہوش کر دیا اور اس کے بعد مجھے ہوش یہاں آیا ہے"۔ سوپر فیاض نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے ہی عمران سمجھ گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔

"کیا تم ان غنڈوں کو جانتے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"جب تم وہاں پہنچے تو تم نے وہاں کوئی کار دیکھی تھی"۔ عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے تو کوئی کار نہیں دیکھی تھی وہاں"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"ان غنڈوں کا حلیہ کیا تھا"...... عمران نے پوچھا تو سوپر فیاض نے حلیہ بتا دیا۔

"اس پرزے کی کیا تفصیلات ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں میں نہیں بتاؤں گا ورنہ تم نے اس پر کام کرنا ہے اور تمہارے ڈیڈی کو معلوم ہو گیا تو وہ واقعی مجھے گولی مار دیں گے"۔ سوپر فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ان مجرموں کو ٹریس کر لو گے اور یہ پرزہ برآمد کر لو گے

جبکہ تم خود بتا رہے ہو کہ یہ پرزہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے"۔ عمران نے کہا۔

"اب ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا"...... سوپر فیاض نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران مزید کچھ کہتا سوپر فیاض اس طرح چونک پڑا جیسے اس کے ذہن میں اچانک کوئی خیال آیا ہو۔

"اوہ۔ اوہ دیکھو عمران کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم سیکرٹ سروس کے چیف کو کہہ کر یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کرا دو اس طرح میری جان چھوٹ جائے گی۔ پلیز عمران۔ تم میرے دوست ہو میرے بھائی ہو۔ پلیز یہ کام کرا دو"...... سوپر فیاض نے انتہائی منت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ اب ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ اب اگر ایسا ہوا تو ڈیڈی سمجھ جائیں گے کہ تم نے مجھے کہہ کر یہ کام کرایا ہے۔ نتیجہ یہ کہ تمہاری کم بختی بہرحال آ جائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ میرا دوست زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اوہ واقعی۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پھر بتاؤ میں کیا کروں"۔ سوپر فیاض نے انتہائی مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کام کرو اور کیا کرنا ہے۔ اتنا بڑا ڈیپارٹمنٹ ہے اور تم اس کے سپرنٹنڈنٹ ہو۔ کام کرو اور مجرموں کو پکڑ کر ڈیڈی کے سامنے پیش کر دو تاکہ ڈیڈی کو بھی معلوم ہو سکے کہ سوپر فیاض واقعی سوپر فیاض ہے۔ سوئپر فیاض نہیں ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے لیکن سنو کیا تم میری خفیہ طور پر مدد ، یہ کرو گے پلیز"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"نہیں سوری۔ یہ مشن واقعی تمہیں مکمل کرنا ہو گا۔ ڈیڈی کا فیصلہ درست ہے اگر میں نے ہر بار تمہاری مدد کی تو تم واقعی نکمے ہو جاؤ گے۔ نہیں میں تمہیں نکما بنا کر نوکری سے نہیں نکلوانا چاہتا"۔ عمران نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر یکلخت غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

"تو تم مجھے طعنے دے رہے ہو۔ مجھے۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو۔ تو تمہارا خیال ہے کہ میں نکما ہوں۔ میں تمہارے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ کام کیسے ہوتا ہے"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"سنو ایک منٹ۔ سلمیٰ بھابھی کا فون آیا تھا۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ تم سرکاری کام میں مصروف ہو اس لئے رابطہ نہیں کر سکتے۔ میں نے جان بوجھ کر تمہارے زخمی ہونے کا انہیں نہیں بتایا اس لئے باقی کہانی تم خود بنا لینا۔ ویسے تمہاری سرکاری جیپ وہیں کھنڈرات میں موجود ہے۔ اگر تم چاہو تو میں جوزف کو تمہارے ساتھ بھجوا دیتا ہوں وہ تمہیں کھنڈرات میں پہنچا دے گا تاکہ تم اپنی سرکاری جیپ میں واپس آ سکو"...... عمران نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ میں ٹیکسی پر چلا جاؤں گا اور جیپ میرا عملہ لے آئے گا"...... سوپر فیاض نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"جوزف"...... عمران نے کہا تو دوسرے لمحے جوزف اندر داخل ہوا تو سوپر فیاض اس کی وجہ سے رک گیا۔

"سوپر فیاض کا سوٹ تیار ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے کہا۔

"نہیں مجھے کوئی سوٹ نہیں چاہئے میں ایسے ہی ٹھیک ہوں"۔ سوپر فیاض نے کہا وہ واقعی ناراض ہو گیا تھا۔

"تمہاری مرضی۔ ویسے یہ بتا دوں کہ پھر تمہیں اپنے زخموں کے بارے میں تفصیلات ڈیڈی کو بتانی پڑیں گی۔ یہ سوچ لو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ ایک تو تمہارے ڈیڈی بھی میرے لئے عذاب کا فرشتہ بن چکے ہیں۔ ہونہہ کہاں ہے سوٹ"...... سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو ڈیڈی تمہارے لئے عذاب کا فرشتہ ہیں اور ان کے اکلوتے لڑکے سے تم سوٹ لے رہے ہو۔ ٹھیک ہے ایسے ہی جاؤ اور بھگتو۔ نیکی کا زمانہ ہی نہیں رہا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جوزف کہاں ہے سوٹ۔ چلو میرے ساتھ"...... سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں جوزف سے کہا۔

"سوری جب تک باس نہیں کہیں گے آپ کو سوٹ نہیں مل سکتا"...... جوزف نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض پیر پٹختا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

"اسے سوٹ پہنا دو ورنہ ٹیکسی والے نے اسے سیدھا ہسپتال لے جانا ہے۔ جاؤ"...... عمران نے کہا تو جوزف سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران نے ساتھ پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی مخصوص آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں بلیک زیرو رانا ہاؤس سے۔ گراس ڈیم کی انتہائی قیمتی مشینری کا اہم ترین پرزہ چوری ہو گیا ہے اور چیف سیکرٹری نے یہ کیس سیکرٹ سروس کی بجائے انٹیلی جنس کو دے دیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"کیا یہ پرزہ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ کیس سیکرٹ سروس کے پاس آنا چاہئے"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ پھر تو واقعی یہ کیس سیکرٹ سروس کا ہے۔ کیا میں سر سلطان سے بات کروں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ کیس انٹیلی جنس کے پاس ہی رہنا چاہئے البتہ میں اپنے طور پر کام کروں گا کیونکہ مجرم اس بات کی ٹوہ میں ہیں کہ کیس سیکرٹ سروس کو تو ٹرانسفر نہیں ہو رہا۔ اگر

کیس ٹرانسفر ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ملک سے ہی فرار ہو جائیں۔ کیس انٹیلی جنس کے پاس رہے گا تو وہ مطمئن رہیں گے"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو کیسے ان ساری تفصیلات کا علم ہوا ہے"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تو عمران نے فیاض کی بیوی کے فون آنے سے لے کر اب رانا ہاؤس میں فیاض سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں اسے تفصیل بتا دی۔

"ویسے عمران صاحب یہ کیس لگتا ہے سوپر فیاض کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اسے سیکرٹ سروس کو ہی مکمل کرنا پڑے گا"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں اسے کام کرنے دو۔ اصل مسئلہ اس پرزے کی برآمدگی کا ہے۔ اس پر میں ٹائیگر کے ساتھ کام کروں گا اور اگر ضرورت پڑی تو پھر سیکرٹ سروس کو بھی حرکت میں لایا جا سکتا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تم صفدر کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ گرانڈ ہوٹل کی مینجر جیولٹ کے بارے میں تفصیلات اکٹھی کرے۔ خاص طور پر یورپ میں اس کی کارکردگی وغیرہ"...... عمران نے کہا۔

"تو آپ کا خیال ہے کہ جیولٹ نے خاص طور پر فیاض کو کھنڈرات میں بھجوایا اور پھر وہاں سے اس سے معلومات حاصل

کیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہوا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ یہ سب کچھ تو تفصیلات معلوم ہونے کے بعد ہی سامنے آئے گا۔ میں سر سلطان سے بات کر کے اس پرزے کے بارے میں تفصیلات منگوا لوں گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سوچا تھا کہ پہلے ٹائیگر کی رپورٹ آجائے پھر وہ سر سلطان سے بات کرے گا اس لئے فی الحال اس نے واپس فلیٹ پر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

سوپر فیاض اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے گراس ڈیم کی فائل موجود تھی کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوپر فیاض نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سوپر فیاض نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"انسپکٹر رضا بول رہا ہوں سر"...... دوسری طرف سے ایک قدرے جھجکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ انسپکٹر رضا چھ ماہ قبل سنٹرل انٹیلی جنس میں شامل ہوا تھا۔ وہ نہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا بلکہ انتہائی ذہین، تیز اور فعال شخصیت کا مالک تھا۔ انٹیلی جنس میں آنے سے قبل اس نے گریٹ لینڈ میں باقاعدہ عملی تربیت بھی حاصل کی تھی اور انٹیلی جنس میں شامل ہوئے گو اسے بہت کم عرصہ ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے خاصے اہم کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ سوپر فیاض ایسے آدمیوں کے ہمیشہ خلاف رہتا تھا کیونکہ اس طرح وہ سمجھتا

تھا کہ ڈائریکٹر جنرل کے سامنے اس کی حیثیت کم ہو سکتی ہے لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ انسپکٹر رضا سے سوپر فیاض بھی بے حد خوش تھا کیونکہ انسپکٹر رضا سوپر فیاض کی کمزوریاں سمجھتا تھا اس لئے وہ اس کی باقاعدہ خوشامد کیا کرتا تھا اور اپنے آپ کو بڑے فخریہ لہجے میں سوپر فیاض کا شاگرد کہا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سوپر فیاض بھی دوسرے سینئر انسپکٹرز کی نسبت اہم کاموں کے سلسلے میں اسے ہی ترجیح دیا کرتا تھا۔

" پھر میں کیا کروں۔ کیا میں آفس میں اس لئے بیٹھا ہوا ہوں کہ تمہاری کوے جیسی آواز سنتا رہوں "...... سوپر فیاض نے بری طرح جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ دراصل اس گراس ڈیم کے کیس کے سلسلے میں بے حد پریشان تھا کیونکہ سر عبدالرحمن نے اسے انتہائی سنجیدگی سے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے جلد از جلد اس کیس کو مکمل نہ کیا تو اس کا انجام اچھا نہ ہو گا اور سوپر فیاض جانتا تھا کہ سر عبدالرحمن اگر اپنی ضد پر اڑ گئے تو پھر واقعی اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا لیکن باوجود کوشش اور غور کے وہ اس کیس میں کوئی معمولی سا کلیو بھی حاصل نہ کر سکا تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ انسپکٹر رضا پر بغیر کسی وجہ کے چڑھ دوڑا تھا۔

" سوری سر میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ آپ یقیناً کوئی اہم بات سوچ رہے ہوں گے "...... انسپکٹر رضا کا لہجہ یکلخت خوشامدانہ ہو گیا۔

" تو اور کیا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں دفتر میں بیٹھ کر غیر اہم باتیں

سوچتا رہتا ہوں احمق آدمی۔ بہرحال بولو کیوں فون کیا ہے "۔ سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ گو اس کا لہجہ پہلے سے نرم تھا لیکن بہرحال اس میں جھلاہٹ کا عنصر اب بھی موجود تھا۔

" میں نے گراس ڈیم کے مجرموں کا کلیو تلاش کر لیا ہے "۔ دوسری طرف سے انسپکٹر رضا نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

" اوہ۔ اوہ ویری گڈ۔ تم واقعی اچھے آدمی ہو۔ جلدی بتاؤ کہاں ہیں مجرم۔ جلدی بتاؤ "...... سوپر فیاض نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا۔

" سر مجرم جس کار میں گراس ڈیم گئے تھے میں نے بڑی زبردست جدوجہد کے بعد اس کا سراغ لگا لیا ہے۔ یہ کار چیف کلب کے نام رجسٹرڈ ہے۔ چیف کلب کے مینجر مارٹی سے میں ملا تو اس نے بتایا کہ یہ کار گزشتہ دو ہفتوں سے ورکشاپ میں ہے۔ اس نے مجھے اس سلسلے میں کاغذات بھی دکھائے۔ میں وہاں سے ورکشاپ گیا تو کار وہاں موجود تھی اور وہاں سب نے یہی جواب دیا کہ کار واقعی دو ہفتوں سے یہاں موجود ہے اور ان دو ہفتوں کے دوران وہ ورکشاپ سے باہر نہیں گئی لیکن میں نے ورکشاپ کے رات کے چوکیدار کو ڈھونڈ نکالا۔ جب میں نے اسے جیل میں ڈلوانے کی دھمکی دی تو اس نے زبان کھول دی۔ اس نے بتایا کہ ایک شام ورکشاپ بند ہونے کے بعد ورکشاپ کا آدمی یونس آیا اور کار لے کر چلا گیا اور پھر یہ کار

رات کے پچھلے پہر واپس آئی۔ اس یونس نے چوکیدار کو بھاری رقم دی تھی کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا۔ اس کے بعد یونس غائب ہو گیا۔ اس نے ورکشاپ سے طویل رخصت لے لی۔ میں نے یونس کی رہائش گاہ معلوم کر لی اور میں جب وہاں گیا تو وہاں تالا تھا۔ ہمسایوں نے بتایا کہ یونس یہاں اکیلا رہتا تھا اور گزشتہ ایک ہفتے سے وہ رہائش گاہ پر نہیں آیا۔ وہاں محلے داروں سے البتہ مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ یونس کا بھائی عالم مشہور بدمعاش ہے۔ وہ لاثانی ٹاؤن کے مشہور غنڈے راجو کا دست راست ہے۔ اس راجو کا اس پورے علاقے میں ہولڈ ہے۔ اس کا ایک ہوٹل اس علاقے میں موجود ہے جہاں کھلے عام منشیات فروخت ہوتی ہے اور جوا بھی ہوتا ہے۔ اب میں وہاں جا رہا تھا کہ میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع دے دوں"۔ انسپکٹر رضا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں سے کال کر رہے ہو"...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

"اس علاقے کے پبلک فون بوتھ سے جہاں یونس کی رہائش گاہ ہے"...... انسپکٹر رضا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم وہاں سے لاثانی ٹاؤن کے اس راجو ہوٹل پر پہنچو میں خود بھی وہاں آ رہا ہوں اور سنو تم نے اب میری ہدایات کے مطابق کام کرنا ہے"...... سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سوپر فیاض نے

رسیور رکھا اور سامنے موجود فائل بند کر کے اس نے میز کی دراز میں رکھی اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا البتہ اٹھ کر اس نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے سٹینڈ پر موجود اپنی کیپ اٹھا کر سر پر رکھ لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ انتہائی تیز رفتاری سے لاثانی ٹاؤن کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ لاثانی ٹاؤن پہنچ کر اس نے جلد ہی راجو کا ہوٹل تلاش کر لیا۔ یہ ایک کافی بڑا لیکن عام سا ہوٹل تھا۔ شیشوں والے دروازے تھے اور اندر تیز روشنیوں میں بیٹھے ہوئے لوگ باہر سے بخوبی نظر آ رہے تھے لیکن اندر موجود افراد کو ایک نظر دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ ان کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے البتہ زیر زمین دنیا کے بھی انتہائی تھرڈ کلاس طبقے سے ان کا تعلق نظر آتا تھا۔ جیسے ہی سوپر فیاض کی سرکاری جیپ ہوٹل کے باہر رکی سوپر فیاض نیچے اترا ہی تھا کہ ایک طرف سے درمیانے قد لیکن ورزشی جسم کا نوجوان جس کے جسم پر عام سا سوٹ تھا تیزی سے سوپر فیاض کی طرف بڑھا۔ یہ انسپکٹر رضا تھا۔

"تم یونیفارم میں نہیں ہو انسپکٹر رضا"...... سوپر فیاض نے اسے دیکھتے ہی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سر یونیفارم کی وجہ سے لوگ ڈرتے ہیں اور کھل کر بات نہیں کرتے اس لئے میں فیلڈ میں کام کرتے وقت یونیفارم استعمال نہیں کرتا"...... انسپکٹر رضا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ آؤ"...... سوپر فیاض نے کہا اور مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ

ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ پھر وہ جیسے ہی ہال میں داخل ہوا اس نے بے اختیار نتھنے پھیلائے کیونکہ اندر منشیات کی انتہائی مکروہ بو موجود تھی۔ اس نے ایک نظر ہال میں موجود افراد پر ڈالی۔ سب چھٹے ہوئے غنڈے اور بدمعاش نظر آرہے تھے لیکن اس وقت ان میں سے کوئی بھی منشیات استعمال نہ کر رہا تھا۔ شاید سرکاری جیپ اور سوپر فیاض کی یونیفارم دیکھ کر ہنگامی حالت میں سب کچھ روک دیا گیا تھا۔ سوپر فیاض تیزی سے مڑا اور ایک طرف بنے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جس کے پیچھے ایک لمبے لمبے بالوں والا پہلوان نما آدمی کھڑا تھا جس کے جسم پر تیز سرخ رنگ کی ہاف آستین کی شرٹ اور جینز کی تنگ پتلون تھی۔ شرٹ پر سامنے کی طرف ایک نیم عریاں لڑکی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس پہلوان نما آدمی کے لمبے بال اس کے کاندھوں پر پڑ رہے تھے۔ اس کے چہرے پر زخموں کے کئی مندمل نشانات تھے جس کی وجہ سے اس کا چہرہ کافی وحشت ناک نظر آرہا تھا۔

" راجو کہاں ہے"...... سوپر فیاض نے کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" استاد موجود نہیں ہے"...... اس پہلوان نما آدمی نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

" اس کا دست راست عالم کہاں ہے"...... سوپر فیاض نے بھی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

" وہ بھی استاد کے ساتھ گیا ہوا ہے"...... پہلوان نما غنڈے نے پہلے سے زیادہ بگڑے ہوئے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض نے یکلخت اپنا سرکاری ریوالور ایک جھٹکے سے نکالا اور دوسرے لمحے دھماکے کے ساتھ ہی اس غنڈے کی چیخ سے ہال گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی ہال میں موجود سب افراد بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے البتہ انسپکٹر رضا نے بھی بجلی کی سی تیزی سے ریوالور نکال لیا تھا۔

" حرام زادے مجھ سے منہ ٹیڑھا کر کے بات کر رہے ہو۔ جانتے ہو میں کون ہوں۔ سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہوں سمجھے۔ بولو کہاں ہے وہ تمہارا راجو اور عالم۔ بولو ورنہ اس بار گولی دل میں مار دوں گا"...... سوپر فیاض نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور وہ غنڈہ جو اپنے کان پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اس کا ہاتھ خون سے بھر گیا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

" وہ۔ وہ اپنے دفتر میں ہے۔ استاد اپنے دفتر میں ہے"...... اس بار اس غنڈے کا لہجہ فدویانہ تھا۔

" جاؤ انسپکٹر رضا بلا لاؤ اسے یہاں۔ جاؤ"...... سوپر فیاض نے انسپکٹر رضا سے مخاطب ہو کر کہا لیکن اس سے پہلے کہ انسپکٹر رضا وہاں سے آگے بڑھتا سائیڈ کی دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور ایک پہلوان نما آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کی بڑی بڑی گھنی مونچھیں تھیں۔ کانوں میں اس نے ہیروں کے ٹاپس پہنے ہوئے تھے۔ اس کی ناک پر زخم کا

نشان تھا۔ وہ اپنے چہرے مہرے سے ہی کوئی چھٹا ہوا غنڈہ دکھائی دے رہا تھا۔

"میرا نام راجو ہے جناب۔ یہ میرا ہوٹل ہے جناب اگر آپ اپنے آنے کی اطلاع پہلے بھجوا دیتے تو میں آپ کا باہر استقبال کرتا۔ آیئے جناب میرے دفتر میں جناب"...... اس غنڈے نے دانت نکالتے ہوئے انتہائی فدویانہ لہجے میں کہا۔

"وہ تمہارا دست راست کہاں ہے۔ اسے پیش کرو"...... سوپر فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو جناب ایک ہفتے سے غائب ہے۔ آپ بے شک میرے سب آدمیوں سے پوچھ لیں جناب۔ میں تو آپ کا خادم ہوں آپ سرکاری آدمی ہیں۔ آپ کے ساتھ تعاون تو میرا فرض ہے"...... راجو نے ایک بار پھر دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"دیکھو راجو سیدھی طرح بتا دو کہ عالم کہاں ہے ورنہ میں تمہارا یہ ہوٹل ابھی یہاں کھڑے کھڑے بند کرا دوں گا اور تمہارے سارے آدمیوں کو بھی جیل میں ڈلوا دوں گا اور تمہیں ہیڈ کوارٹر لے جا کر جب تم پر تشدد کروں گا تو تمہارے جسم پر موجود یہ سارا حرام گوشت پانی بن کر بہہ جائے گا سمجھے۔ نکالو اس عالم کو کہاں ہے وہ۔ نکالو"...... سوپر فیاض نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"آپ جناب یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ آپ بہت بڑے افسر ہیں۔ ہم تو آپ کے سامنے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے

لیکن جناب جو میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے البتہ آپ میرے دفتر میں آجائیں میں آپ کے سامنے مختلف لوگوں کو فون کر کے کہیں نہ کہیں سے اس عالم کا پتہ نکال لوں گا۔ آپ کی خدمت تو ہمارا فرض ہے جناب۔ آیئے جناب"...... راجو نے اور زیادہ خوشامدانہ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض کے چہرے پر نرمی کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جدھر سے راجو باہر آیا تھا۔ راجو اس کے آگے آگے تھا اور پھر وہ ایک کافی بڑے کمرے میں آگئے جو دفتر کے انداز میں سجایا گیا تھا لیکن وہاں کا فرنیچر عام سا تھا۔ دیواروں پر نیم عریاں لڑکیوں کی بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھیں جناب اور بتائیں آپ کون سی شراب پینا پسند فرماتے ہیں"...... راجو نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"میں شراب نہیں پیا کرتا سمجھے۔ جلدی کرو میں زیادہ دیر اس گھٹیا دفتر میں نہیں بیٹھ سکتا۔ جلدی کرو اسے تلاش کرو"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا تو راجو ایک بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"راجو بول رہا ہوں۔ عالم جہاں بھی ہو اسے تلاش کر کے میری اس سے ابھی اور فوراً بات کراؤ"...... راجو نے بڑے تحکمانہ اور چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سن کر اس نے

رسیور رکھ دیا۔

"جناب ابھی اس کا پتہ چل جائے گا لیکن جناب اس نے کیا کیا ہے کہ آپ جیسے بڑے افسر کو اس کی تلاش کے لئے آنا پڑا ہے"۔ راجو نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"اس نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے اس سے ایک سرکاری معاملے میں کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں"...... سوپر فیاض کے بولنے سے پہلے انسپکٹر رضا بول پڑا۔

"تم خاموش رہو۔ کیا تمہیں اتنا نہیں معلوم کہ جب افسر موجود ہو تو ماتحت نہیں بولا کرتا۔ نانسنس۔ سنو راجو اس عالم کا بھائی یونس ہے اور ایک کیس کے سلسلے میں وہ ہمیں مطلوب ہے سمجھے اور وہ غائب ہے"...... سوپر فیاض نے انسپکٹر رضا کو ٹوکنے کے بعد راجو سے مخاطب ہو کر کہا اور انسپکٹر رضا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"اس کا بھائی یونس وہ تو ہلاک ہو چکا ہے جناب"...... راجو نے چونک کر کہا تو سوپر فیاض اور انسپکٹر رضا دونوں چونک پڑے۔

"ہلاک ہو چکا ہے۔ وہ کیسے"...... سوپر فیاض نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب دو روز پہلے اسے کسی نے ہوٹل ماشوری کے برآمدے میں گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کی تفصیلات اخبارات میں آئی تھیں۔ اس کا فوٹو بھی چھپا تھا۔ ایک منٹ میں دکھاتا ہوں"۔ راجو

نے کہا اور میز کی سب سے نچلی دراز کھول کر اس نے اس میں بھرے ہوئے کافی سارے اخبارات باہر نکالے اور پھر انہیں دیکھ دیکھ کر ادھر ادھر کرنے لگا۔

"یہ دیکھیں۔ یہ ہے اخبار"...... ایک اخبار اٹھا کر اس نے میز پر سوپر فیاض کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ سوپر فیاض نے اس سے اخبار لیا اور اسے دیکھنے لگا۔ اس میں واقعی یونس کے قتل کے بارے میں تفصیلات موجود تھیں اور اس کی لاش کا فوٹو بھی چھپا ہوا تھا۔

"یہ واقعی یونس ہے جناب۔ میں نے اس کا حلیہ معلوم کیا تھا"۔ انسپکٹر رضا نے کہا۔

"اوہ پھر اس عالم سے ملنے کا کیا فائدہ۔ آؤ چلیں مجھے یہاں وحشت ہو رہی ہے"...... سوپر فیاض نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی انسپکٹر رضا اور راجو بھی کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راجو نے رسیور اٹھا لیا۔

"ٹھیک ہے اسے بھیج دو میرے پاس"...... راجو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"یونس کا بھائی عالم یہاں پہنچ گیا ہے اگر آپ اس سے ملنا پسند کریں تو وہ آ رہا ہے"...... راجو نے انتہائی خوشامدانہ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض ہونٹ چباتا ہوا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی انسپکٹر رضا اور راجو بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ وہ بھی لباس اور چہرے مہرے

سے بدمعاش اور غنڈہ ہی نظر آ رہا تھا البتہ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ قدرے خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔ شاید اسے باہر بتا دیا گیا تھا کہ دفتر میں انٹیلی جنس کے آفیسر موجود ہیں۔

"تمہارا نام عالم ہے اور تم یونس کے بھائی ہو" ...... سوپر فیاض نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"جی صاحب" ...... عالم نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یونس کہاں ہے" ...... سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"اسے ہلاک کر دیا گیا ہے جناب اور میں اس کے قاتل کی تلاش میں ہوں اس لئے میں آجکل یہاں نہیں آ رہا تھا" ...... عالم نے جواب دیا۔

"کن بنیادوں پر اسے تلاش کر رہے ہو" ...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

"جناب مجھے اتنا معلوم ہوا ہے کہ یونس چند روز پہلے یہاں کے ایک مقامی بدمعاش اور گینگسٹر طوفان کی ملازمت کرتا رہا تھا اور اسے ہلاک بھی اس طوفان نے کرایا ہے۔ طوفان بہت بڑا آدمی ہے اس لئے میں تو اسے کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ میں اس آدمی کو تلاش کر رہا ہوں جس نے میرے بھائی کو گولی ماری تھی۔ اس کے سینے میں تو میں گولی اتار سکتا ہوں" ...... عالم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"طوفان کون ہے" ...... سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"جناب راسٹر علاقے کا گینگسٹر ہے۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں جناب" ...... عالم نے جواب دیا۔

"کہاں ہے اس کا اڈا" ...... سوپر فیاض نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جناب راسٹر کالونی میں اس کا کلب ہے، طوفان کلب جناب۔ بہت مشہور کلب ہے جناب" ...... عالم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میرے ساتھ چلو ہم اس طوفان سے ملتے ہیں۔ دیکھتا ہوں کہ اس طوفان کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور سنو راجو اگر تم نے اس طوفان کو فون کرایا اور ہمارے آنے کی اطلاع دے دی تو پھر نہ یہ تمہارا ہوٹل رہے گا اور نہ تم سمجھے"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"جناب میں آپ کا خادم ہوں۔ ویسے بھی یہ طوفان تو میرا مخالف ہے جناب۔ میں تو جناب چاہتا ہوں آپ اسے گولی مار دیں"۔ راجو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"آؤ انسپکٹر اور اس عالم کو ساتھ لے آؤ" ...... سوپر فیاض نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جناب وہ" ...... عالم نے کچھ کہنا چاہا۔

"شٹ اپ۔ تم انٹیلی جنس کے ساتھ جا رہے ہو۔ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا" ...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور عالم اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سوپر فیاض کی جیپ راسٹر کالونی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ عالم اس کی جیپ کی عقبی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ انسپکٹر رضا دوسری جیپ میں تھا۔

عمران نے ناشتے کے بعد ایک اخبار اٹھایا ہی تھا کہ اس کی نظریں ایک دو کالمی خبر پر پڑ گئیں اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ یہ خبر گراس ڈیم کے بارے میں تھی۔ عمران کی نظریں تیزی سے اخبار پر دوڑتی چلی گئیں۔ تفصیل کے مطابق گراس ڈیم کے لئے جو گیٹ بنائے گئے تھے انہیں رات کو دہشت گردوں نے بم بلاسٹ کر کے تباہ کر دیا ہے۔ دہشت گرد پکڑے نہیں جا سکے۔ اس خبر کے مطابق حکومت کا ان گیٹوں کے تباہ ہونے سے کروڑوں کا نقصان ہو گیا ہے۔ عمران نے اخبار میز پر رکھا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جی صاحب" ...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مؤدبانہ سی آواز سنائی دی۔ عمران نے سر سلطان کی کوٹھی فون کیا تھا کیونکہ اسے سر سلطان کے آفس جانے کا وقت معلوم تھا اور اس لحاظ سے اس وقت انہیں رہائش گاہ پر ہونا چاہیئے تھا۔ بولنے والا کوئی نیا ملازم تھا

اس لئے عمران اس کی آواز نہ پہچانتا تھا۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ سر سلطان سے بات کراؤ"۔ عمران نے جان بوجھ کر سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا تاکہ ملازم انکار نہ کرے کیونکہ اتنے بڑے افسران کی عادت ہوتی ہے کہ وہ عام لوگوں سے فون پر بات نہیں کرتے اس لئے ملازم فون کرنے والوں کو خود ہی ٹال دیا کرتے ہیں۔

"اچھا صاحب" ...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو سلطان بول رہا ہوں" ...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"آپ نے ناشتہ کر لیا ہے یا ابھی کرنا ہے" ...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ کیوں۔ کیا سلیمان نے ناشتہ دینے سے انکار کر دیا ہے"۔ سر سلطان کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"سلیمان کا ناشتہ تو سلیمانی ہی ہو سکتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ نمک سلیمانی کی ایک چٹکی بھی آدمی چکھ لے تو ناشتہ کیا ڈنر کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے جبکہ آپ سلطان ہیں تو ظاہر ہے ناشتہ بھی سلطانی کرتے ہوں گے اور تاریخ کی کتابوں میں سلطانوں کے ناشتے کی جو تفصیلات لکھی ہوئی ہیں وہ پڑھ کر تو جی چاہتا ہے کہ ٹائم مشین ایجاد کر کے شہنشاہوں کے دور میں پہنچ جایا جائے لیکن جب تک ٹائم مشین ایجاد ہو آپ سے بھی تو ناشتہ کیا جا سکتا ہے۔ چلیں آپ

شہنشاہ نہ سہی سلطان تو بہرحال ہیں"...... عمران کی زبان پوری رفتار سے رواں ہو گئی تھی۔

"میں تو ناشتہ کر چکا ہوں اگر تم کہو تو میں ملازم کے ہاتھ بھجوا دوں"۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کتنے ٹرکوں میں بھر کر آئے گا ناشتہ"...... عمران نے بڑے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ٹرکوں کا کیا مطلب۔ ملازم لے آئے گا ٹرے میں دو توس ایک انڈہ اور ایک پیالی چائے۔ اور کیا ہوتا ہے ناشتہ"...... سر سلطان نے جان بوجھ کر کہا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ یہ سلطانی ناشتہ ہے اس سے تو اچھا سلیمانی ناشتہ ہے۔ چار پراٹھے قیمہ بھرے، چار انڈوں کا آملیٹ اور"۔ عمران نے کہا۔

"بس بس مجھے معلوم ہے سلیمان تمہیں جو ناشتہ دیتا ہے بہرحال بولو اس وقت کیوں فون کیا ہے۔ میں نے دفتر جانا ہے"۔ سر سلطان نے عمران کی بات درمیان سے ہی کاٹتے ہوئے کہا۔

"دفتر تو آپ روز جاتے ہیں آج چھٹی کر لیں تاکہ میں آپ کو سلیمانی ناشتے کی تفصیل بتا سکوں۔ مجھے امید ہے ڈنر کے وقت تک یہ تفصیل مکمل ہو جائے گی۔ اس کے بعد میں لنچ سلیمانی کی تفصیل شروع کروں گا اور اگر اللہ نے آپ کو اور مجھے عمرِ خضر عطا کر دی تو پھر ڈنر کی تفصیل کا بھی وقت آ جائے گا"...... عمران نے کہا تو دوسری

طرف سے سر سلطان بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"تمہارے بتائے بغیر ہی میں سمجھ گیا ہوں اس لئے خدا حافظ کیونکہ ابھی میں نے تیار ہونا ہے۔ دفتر میں انتہائی ضروری کام ہے اور مجھے صدر صاحب کے پاس بھی جانا ہے"...... سر سلطان نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا۔

"تیار ہونا ہے۔ کیا مطلب۔ کیا کمی رہ گئی آپ میں جو تیاری کر کے آپ نے پوری کرنی ہے"...... عمران نے کہا۔

"بس اب مزید فضول بات نہیں چلے گی۔ بولو کیوں فون کیا ہے ورنہ رسیور رکھ دوں گا"...... سر سلطان نے کہا۔

"چلیئے میں آنٹی سے پوچھ لوں گا۔ ان سے زیادہ آپ میں موجود کمی سے اور کون واقف ہو سکتا ہے۔ ویسے ایک کمی تو میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ نے سر سلطان کی بجائے صرف سلطان کہا ہے اس لئے سر والی کمی تو بہرحال سامنے ہی ہے"...... عمران بھلا اتنی جلد کہاں باز آنے والا تھا لیکن دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔

"سچی بات ہمیشہ کڑوی ہی لگتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جی صاحب"...... ملازم کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"سر سلطان سے بات کراؤ میں علی عمران بول رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"جی صاحب"...... ملازم نے کہا۔

"ہاں بولو کیا مسئلہ ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"ارے ارے بغیر القابات سنے سلطان نے فریادی کو فریاد کرنے کا کہہ دیا ہے۔ انصاف اپنی جگہ القابات اپنی جگہ"۔ عمران نے کہا۔

"تم باز نہیں آؤ گے۔ آخر چکر کیا ہے۔ کیا اب پریشان کرنے کے لئے میں ہی رہ گیا ہوں"...... سر سلطان نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ سوری سر سلطان۔ آئی ایم رئیلی سوری۔ معافی چاہتا ہوں"۔ عمران کا لہجہ یکلخت سپاٹ ہو گیا۔

"بس بس اداکاری بند کرو میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں سمجھے۔ بولو کیا بات ہے ورنہ میں رسیور رکھ دوں گا اور پھر سیدھا تمہارے فلیٹ پر پہنچ جاؤں گا۔ تمہاری اماں بی اور ڈیڈی کو ساتھ لے کر"...... سر سلطان نے کہا۔

"ارے ارے یہی انصاف ہے آپ جیسے سلطان کا کہ ایک نہیں دو جلاد ساتھ لے کر آئیں گے"...... عمران نے انتہائی خوفزدہ سا لہجہ بناتے ہوئے کہا تو سر سلطان اس بار واقعی بے بسی کے سے انداز میں ہنس پڑے۔

"او کے اب میں مزید کیا کہوں ٹھیک ہے میں رسیور لے کر بیٹھ جاتا ہوں"...... سر سلطان نے کہا۔

"یعنی ابھی تک آپ رسیور لے کر کھڑے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔

یہاں فریادی کرسی پر بیٹھا ہے اور سلطان کھڑا ہے۔ یہ بھلا کہاں کا انصاف ہے اس لئے یا تو آپ بھی بیٹھ جائیں یا پھر مجھے بھی کھڑا ہونا پڑے گا"...... عمران نے کہا۔

"تم بیٹھے ہی رہو کیونکہ تمہارے پاس سوائے باتیں کرنے کے اور کوئی کام نہیں ہے جبکہ مجھے کام کرنا ہے"۔ سر سلطان نے کہا

"او کے آپ کو واقعی دیر ہو رہی ہو گی۔ اصل میں آپ سے بات کر کے میں ناشتے کی کمی پوری کر لیتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ پاکیشیا میں کوئی گراس ڈیم بن رہا ہے۔ اس کے لئے انتہائی قیمتی مشینری امپورٹ کی گئی ہے جس کا کوئی اہم ترین آپریٹنگ پرزہ چوری ہو گیا ہے اور آج کے اخبار میں خبر موجود ہے کہ اس کے گیٹ بم دھماکوں سے تباہ کر دیئے گئے ہیں اور کیس شاید انٹیلی جنس کے پاس ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں میں نے خبر پڑھی ہے۔ چیف سیکرٹری صاحب کو میں نے کئی بار کہا ہے کہ یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ انٹیلی جنس کا کیس ہے۔ آج میں صدر صاحب سے بات کروں گا"...... سر سلطان نے کہا۔

"آپ بات نہ کریں کیس انٹیلی جنس کے پاس ہی رہنے دیں کیونکہ ایک پارٹی باقاعدہ اس سلسلے میں تشویش میں مبتلا ہے۔ اگر اسے اطلاع مل گئی کہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے تو وہ ملک سے فرار ہو جائیں گے اس لئے کیس سوپر فیاض ہی حل

گا البتہ میں پرائیویٹ طور پر اس پر کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ کو فون اس لئے کیا ہے کہ اس گراس ڈیم کی تفصیلی فائل مجھے چاہئے تاکہ میں اندازہ کر سکوں کہ مجرم یہ سب کچھ کر کے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ پرزے کی چوری سے زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہمیں دوبارہ پرزہ منگوانا پڑے گا جس پر رقم خرچ ہو گی۔ گیٹ بھی دوبارہ بنائے جا سکتے ہیں اور حکومتوں کو اس سے زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ پھر یہ لوگ کیوں یہ سب کچھ کر رہے ہیں"...... عمران نے اس بار انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"اس بارے میں صدر صاحب کے ساتھ ایک تفصیلی میٹنگ ہو چکی ہے اس لئے مختصر طور پر میں بھی بتا سکتا ہوں۔ اصل میں گراس ڈیم ایک مصنوعی ڈیم ہے۔ اصل ڈیم نہیں ہے۔ یہ ڈیم سوانی ڈیم میں مٹی بھر جانے کی صورت میں کام دے گا۔ یہ ایک خاص تکنیکی قسم کا کام ہے اور شاید کوئی ملک نہیں چاہتا کہ ہم ایسا ڈیم بنائیں۔ بہرحال اس کے لئے جو مشینری منگوائی گئی ہے وہ بے حد قیمتی ہے اور اس پر عالمی ادارے سے بھاری قرضہ لیا گیا ہے اور کارمن والے جو یہ مشینری تیار کرتے ہیں وہ صرف چوری شدہ پرزہ نہیں دیتے وہ پوری مشینری دیتے ہیں اور چونکہ اس پرزے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں ہیں اس لئے ہم اسے خود بنا بھی نہیں سکتے"...... سر سلطان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ مجھے فائل بھجوا دیں میں

فلیٹ پر ہی ہوں"...... عمران نے کہا۔

"دفتر پہنچتے ہی میں اس کی فائل وزارت آبپاشی کے سٹور سے منگوا کر تمہیں بھجوا دوں گا۔ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے تک فائل پہنچ جائے گی"...... سر سلطان نے کہا۔

"اوکے شکریہ۔ خدا حافظ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ابھی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خود بہ وزن بقلم خود بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"طاہر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ آپ نے گراس ڈیم کے بارے میں خبر تو پڑھ لی ہو گی"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ نہ صرف پڑھ لی ہے بلکہ سر سلطان کو کہہ کر اس کی تفصیلی فائل بھی بھجوانے کا کہہ دیا ہے کیونکہ یہ معاملہ مجھے کچھ زیادہ ہی اہم نظر آ رہا ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو آپ یہ کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کرا رہے ہیں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں۔ کیس تو انٹیلی جنس ہی مکمل کرے گی کیونکہ سوپر فیاض پر پراسرار انداز میں جو تشدد کر کے معلومات کی گئی ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات سے خائف ہیں کہ کیس

سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر نہ ہو جائے اور میں یہ بات جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں خائف ہیں اور ان کے کیا مقاصد ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ فائل آپ پڑھ کر مجھے بھجوا دیں تاکہ میں بھی اسے پڑھ لوں۔ مجھے بھی اس معاملے میں بے حد تشویش محسوس ہو رہی ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اوکے بھجوا دوں گا"...... عمران نے کہا اور دوسری طرف سے خدا حافظ کہہ کر رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔ ٹائیگر نے اسے جو رپورٹ دی تھی اس کے مطابق وہ ان لوگوں کو ٹریس نہ کر سکا تھا جنہوں نے سوپر فیاض پر تشدد کیا تھا جبکہ صفدر اور کیپٹن شکیل کی رپورٹ کے مطابق جیولٹ ایک بدمعاش گروپ کی سربراہ ہے لیکن یہ بدمعاش گروپ عام بدمعاشوں پر مشتمل ہے اس لئے وہ خاموش ہو گیا تھا کہ سوپر فیاض خود ہی اس کیس پر کام کر لے گا لیکن تاج گراس ڈیم میں ہونے والی دہشت گردی کی خبر کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ باقاعدہ اس کیس پر کام کرے گا اس لئے اس نے فائل منگوائی تھی تاکہ مجرموں کے مقاصد کی درست طور پر تفصیل معلوم کر سکے۔

انتہائی شاندار انداز میں اور انتہائی قیمتی فرنیچر سے سجے ہوئے سٹنگ روم کی ایک کرسی پر ایک ادھیڑ عمر بھاری چہرے اور گنجے سر والا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی سلیپنگ گون تھا۔ وہ ایک قیمتی سگار پی رہا تھا اور ساتھ ہی اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو اس آدمی نے سگار رکھ دیا اور فون پیس اٹھا کر اس کا بٹن پریس کیا اور اسے کان سے لگا لیا۔

"یس"...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے بھاری اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"سردار خان صاحب کی کال ہے جناب"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کراؤ بات"...... اس آدمی نے کہا۔

"ہیلو سردار خان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری اور قدرے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عالی جاہ بول رہا ہوں سردار خان۔ فرمائیے کیسے کال کی ہے"۔ اس ادھیڑ عمر آدمی نے اسی طرح باوقار لہجے میں کہا۔

"یہ آج کے اخبار میں گراس ڈیم کے گیٹوں کے بارے میں کیا خبر شائع ہوئی ہے۔ ایسا کس نے کیا ہے"...... سردار خان نے کہا۔

"میرے آدمیوں نے"...... عالی جاہ نے جواب دیا۔

"اوہ کیوں۔ میں نے تمہیں صرف وہ پرزہ حاصل کرنے کا کہا تھا پھر اس کارروائی کا کیا مقصد"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"پرزے کی چوری کا کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر ہونے سے روکنے کے لئے یہ اقدام کیا گیا ہے"...... عالی جاہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ ایک پرزے کی چوری کا کیس سیکرٹ سروس کو کیسے ٹرانسفر ہو سکتا ہے۔ سیکرٹ سروس تو یہ چھوٹے کام نہیں کرتی"...... سردار خان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ نے صرف پرزہ چوری کرنے کا کہا تھا۔ ہم سے غلطی ہو گئی کہ ہم نے بھی ایسا ہی کیا اگر ہم مشینری تباہ کر دیتے تب تو اسے دہشت گردی کا ہی کیس سمجھا جاتا اور انٹیلی جنس اور پولیس اس پر کام کرتی لیکن مشینری کو تباہ کئے بغیر پرزہ چوری ہو جانے سے وہ

لوگ اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ کسی غیر ملکی تنظیم کا کام ہے اور اس سلسلے میں کیس سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر ہو سکتا تھا اور اگر ایسا ہو جاتا تو پھر لامحالہ ہمیں اس ملک سے طویل عرصے تک غائب ہونا پڑتا کیونکہ سیکرٹ سروس بے حد تیز اور خطرناک تنظیم ہے اس لئے میرے آدمیوں نے یہ گیٹ بم بلاسٹ کر کے تباہ کئے ہیں تاکہ اسے دہشت گردی کا ہی کیس سمجھا جائے"...... عالی جاہ نے کہا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ پھر ٹھیک ہے۔ تم نے اچھا کیا۔ اس کے باوجود اگر سیکرٹ سروس کو یہ کیس ٹرانسفر ہو جائے تو ہمیں یا تمہارے آدمیوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کسی طرح بھی تم پر شک نہیں کر سکتے اور اگر کر بھی لیں تو ان کے پاس کوئی ثبوت ہی نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک اس پرزے کا تعلق ہے اسے ضائع کر دیا گیا ہے اس لئے وہ کسی صورت بھی برآمد نہیں ہو سکتا"...... سردار خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کے باوجود ہمیں بہرحال محتاط رہنا ہو گا کیونکہ سیکرٹ سروس کے اختیارات بھی بے حد وسیع ہوتے ہیں اور ان کا کام بھی انتہائی تیز ہوتا ہے"...... عالی جاہ نے کہا۔

"اوکے خدا حافظ"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عالی جاہ نے فون آف کر کے اسے میز پر رکھا اور سگار اٹھا لیا۔ سگار اس دوران بجھ چکا تھا۔ اس نے میز پر موجود سگار سلگانے والا مخصوص لائٹر اٹھایا اور سگار سلگا کر کش لینے

لگا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس بار عالی جاہ نے دوسرے ہاتھ سے میز پر پڑے ہوئے فون کا بٹن آن کیا اور اسے اٹھا کر کان سے لگا لیا جبکہ سگار کے وہ مسلسل کش لے رہا تھا۔

"یس"...... عالی جاہ نے منہ سے سگار نکالتے ہوئے کہا۔

"شہاب کی کال ہے جناب"...... دوسری طرف سے اس کے پرسنل سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"بات کراؤ"...... عالی جاہ نے کہا۔

"شہاب بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"یس عالی جاہ بول رہا ہوں"...... عالی جاہ نے کہا۔

"کام مکمل ہو گیا ہے۔ آپ نے اخبار میں پڑھ لیا ہو گا"۔ شہاب نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے پڑھ لیا ہے۔ تم آکر اپنی رقم لے جاؤ"...... عالی جاہ نے کہا۔

"اوکے میں اور میرا ساتھی اسلم آ رہے ہیں۔ آپ گیٹ پر کہلوا دیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے آجاؤ"...... عالی جاہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون آف کر کے میز پر رکھا اور پھر سگار کے یکے بعد دیگرے کئی کش لگا کر اس نے اسے مخصوص ایش ٹرے میں رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر موجود انٹر کام کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کر دیئے۔

"یس۔ ماسٹر بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ماسٹر شہاب اپنے ساتھی اسلم کے ساتھ رقم لینے آ رہا ہے ان کا استقبال گیٹ پر کرو اور پھر انہیں سپیشل روم میں لے جانا اور وہاں ان دونوں کو گولیوں سے اڑا کر ان دونوں کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈلوا دینا۔ ان کی کار بھی یہاں سے دور کسی ویران جگہ پر کھڑی کر دینا اور پھر مجھے رپورٹ دینا۔ سمجھ گئے ہو"...... عالی جاہ نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عالی جاہ نے رسیور رکھ کر اخبار اٹھا لیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انٹر کام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... عالی جاہ نے کہا۔

"ماسٹر بول رہا ہوں سر۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو چلی ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کوئی پرابلم"...... عالی جاہ نے کہا۔

"نو سر۔ سب کام مکمل طور پر اوکے ہو گیا ہے"...... ماسٹر نے جواب دیا۔

"کار کہاں پہنچائی ہے ان کی"...... عالی جاہ نے پوچھا۔

"کار کرافٹ کالونی کی ایک ویران جگہ پر پہنچا کر اس میں طاقتور

ٹائم بم فٹ کرا دیا ہے اب تک وہ دھماکے سے مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہو گی"...... ماسٹر نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ یہ تم نے اچھا کیا۔ او کے"...... عالی جاہ نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اب تمام راستے ختم ہو گئے اب چاہے سیکرٹ سروس کو کیوں نہ کیس ٹرانسفر ہو جائے ہم تک کوئی نہ پہنچ سکے گا"...... عالی جاہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور نیا سگار سلگانے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

سوپر فیاض کی جیپ راسٹر کالونی میں واقع طوفان کے اڈے کے سامنے رکی۔ اس اڈے کی نشاندہی اس کی جیپ کی عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے عالم نے کی تھی۔ اس کے پیچھے انسپکٹر رضا کی جیپ بھی رک گئی۔

"چلو اترو نیچے"...... سوپر فیاض نے ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے اترتے ہوئے عالم سے کہا تو عالم خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ عقبی جیپ سے انسپکٹر رضا بھی نیچے اتر آیا تھا۔

"آؤ"...... سوپر فیاض نے کہا اور آگے بڑھنے لگا۔

"سر"...... اچانک عالم نے کہا تو سوپر فیاض اور انسپکٹر رضا دونوں ٹھٹھک کر رک گئے۔

"کیا بات ہے"...... سوپر فیاض نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سر طوفان اور اس کے آدمی بے حد خطرناک لوگ ہیں وہ کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتے اس لئے بہتر ہے کہ آپ فورس منگوا لیں"۔ عالم

نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"یو نانسنس۔ اس کی جرأت ہے کہ سرکاری آدمیوں پر ہاتھ ڈالے۔ نانسنس آؤ"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک برآمدے میں پہنچے تو وہاں چار مسلح افراد موجود تھے۔

"آپ کون ہیں اور کیوں اندر آ رہے ہیں"...... ان میں سے ایک نے قدرے تلخ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت شدید غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"اندھے ہو تم۔ دیکھ نہیں رہے تم کہ ہم انٹیلی جنس کے آفیسر ہیں۔ نانسنس۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی ہمیں روکنے کی"...... سوپر فیاض نے غصے کی شدت سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ پرائیویٹ کوٹھی ہے۔ آپ اندر نہیں جا سکتے"...... اس آدمی نے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ یکلخت چیختا ہوا دو قدم لڑکھڑا کر دور جا کھڑا ہوا۔ برآمدہ تھپڑ کی بھرپور آواز سے گونج اٹھا تھا۔

"تم بدے۔ تمہاری یہ جرأت کہ تم انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کو روکو۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا"...... سوپر فیاض نے تھپڑ مارتے ہی سرکاری ریوالور کھینچتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی انسپکٹر رضا نے بھی ریوالور نکال لیا جبکہ تھپڑ کھانے والے کے ساتھیوں نے بھی بجلی کی سی تیزی سے کاندھوں پر لٹکی ہوئی مشین گنیں اتار کر تان لی

تھیں۔

"کیا ہو رہا ہے۔ اوہ آپ سپرنٹنڈنٹ صاحب"...... اچانک سائیڈ پر سے دروازہ کھلتے ہی ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو مسلح افراد یکلخت ٹھٹھک کر رک گئے۔ آنے والے کے جسم پر سوٹ تھا لیکن چہرے مہرے سے وہ بھی بدمعاش ہی دکھائی دے رہا تھا۔

"تم کون ہو"...... سوپر فیاض نے اسی طرح بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا نام راجر ہے جناب۔ میں آپ کو جانتا ہوں۔ میں پہلے ہوٹل ذیشان کا چیف سپروائزر رہا ہوں جناب"...... آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ تمہارے آدمی ہیں۔ انہوں نے ہمیں روکنے کی جرأت کی ہے"...... سوپر فیاض نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ یہ ان پڑھ جاہل آدمی ہیں جناب۔ انہیں آپ کی حیثیت کا اندازہ نہیں ہے۔ انہیں معاف کر دیں"...... راجر نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ان مسلح افراد کو معافی مانگنے کا اشارہ کیا تو وہ چاروں ہی سوپر فیاض کے سامنے جھک گئے۔

"ہمیں معاف کر دیجئے جناب ہم آپ کو جانتے نہیں تھے جناب"۔ چاروں نے ہی ایک آواز ہو کر انتہائی منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ میں نے تمہیں گولی مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن بہرحال ٹھیک ہے۔ سنو راجر یہ طوفان کون ہے اور کہاں ہے۔

سوپر فیاض نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

" طوفان آپ کا خادم ہے جناب۔ اپنے آفس میں ہے جناب۔ کیا میں اسے یہاں بلا لاؤں جناب۔ وہ تو سر کے بل دوڑتا ہوا آئے گا جناب"...... راجر نے انتہائی خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

" اوہ نہیں۔ ہم اسے اس کے دفتر میں ہی مل لیتے ہیں۔ چلو"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

" آئیے جناب"...... راجر نے کہا تو سوپر فیاض بڑے فاخرانہ انداز میں آگے بڑھ گیا جبکہ انسپکٹر رضا اس کے پیچھے تھا البتہ عالم وہیں کھڑا رہا اور اس بار ان دونوں نے اسے اپنے ساتھ آنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ راجر کی رہنمائی میں وہ ایک طویل راہداری سے گزر کر ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا لیکن فرنیچر اس راجو کے دفتر سے زیادہ قیمتی اور اچھی حالت میں تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک دبلا پتلا لمبے قد کا نوجوان بیٹھا ہوا تھا لیکن اس نوجوان کے چہرے پر سفاکی اور بربریت جیسے نقاب کی طرح چڑھی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ چونک کر اور حیرت بھرے انداز میں انہیں اندر آتا دیکھ رہا تھا۔

" باس یہ سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ جناب فیاض صاحب ہیں اور یہ ان کے ساتھی ہیں۔ جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب یہ باس ہیں طوفان"...... راجر نے اندر داخل ہوتے ہی سوپر فیاض اور

اس دبلے پتلے نوجوان کا باہمی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

" بیٹھیں"...... اس نوجوان نے انتہائی سرد اور قدرے ہتک آمیز لہجے میں کہا۔ وہ نہ ہی استقبال کے لئے اٹھا تھا اور نہ ہی اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

" تم۔ تمہاری یہ جرأت مجھ کہ تم سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اس انداز میں ٹریٹ کرو"...... سوپر فیاض نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے بڑھا اور دوسرے لمحے وہ دبلا پتلا نوجوان اچھل کر کرسی سے گھسٹتا ہوا سائیڈ پر جا گرا۔ سوپر فیاض نے اسے اچانک گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے سائیڈ پر اچھال دیا تھا۔ طوفان نیچے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور پھر اس سے پہلے کہ سوپر فیاض اور انسپکٹر رضا سنبھلتے یکلخت دو دھماکے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی سوپر فیاض کو ایک لمحے کے لئے محسوس ہوا کہ کوئی دہکتا ہوا انگارہ اس کے جسم میں جبراً گھستا چلا جا رہا ہو لیکن یہ احساس صرف ایک لمحے کے ہزاروں حصے کے لئے ہوا تھا اس کے بعد اس کے تمام احساسات یکلخت اندھیرے میں ڈوبتے چلے گئے۔ پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں روشنی کا جھماکا سا ہوتا ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی اچانک جھماکا سا ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کے تاریک ذہن میں روشنی پھیلتی چلی گئی لیکن ذہن میں روشنی پھیلتے ہی اسے اپنے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں تو اس نے بے اختیار

اٹھنے کی کوشش کی لیکن جب اس کے جسم نے حرکت نہ کی تو اس نے بے اختیار ادھر ادھر دیکھا۔ اس کے ذہن میں وہ لمحہ کسی فلم کے سین کی طرح گزر رہا تھا جب اچانک اس نے فرش پر گرے ہوئے طوفان کو تڑپ کر اٹھتے ہوئے دیکھا اور پھر اس کے جسم میں دہکتا ہوا انگارہ اترتا چلا گیا تھا۔ دوسرے لمحے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ اس نے دیکھا کہ وہ ہسپتال کے کسی کمرے میں بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سرخ رنگ کا کمبل تھا جبکہ سائیڈ پر گلوکوز اور خون کی بوتلوں کے سٹینڈ بھی موجود تھے لیکن بوتلیں سوپر فیاض کے جسم سے منسلک نہ تھیں۔

" یہ میں ہسپتال کیسے پہنچ گیا"...... سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سمجھتا اچانک دروازہ کھلا اور ایک نرس اندر داخل ہوئی۔

" اوہ۔ اوہ ویری گڈ۔ آپ کو ہوش آ گیا۔ میں ڈاکٹر کو اطلاع دیتی ہوں"...... نرس نے اندر داخل ہوتے ہی جب سوپر فیاض کو دیکھا تو حیرت بھرے انداز میں چیخ پڑی اور پھر اس سے پہلے کہ سوپر فیاض اسے کچھ کہتا وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ چند لمحوں بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور اس بار ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر اندر داخل ہوا اور سوپر فیاض اسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ یہ سپیشل سروسز ہسپتال کا انچارج ڈاکٹر اعظم تھا اور چونکہ فیاض اور دوسرے سرکاری افسروں کا علاج اور معائنہ وغیرہ اسی ہسپتال میں ہوتا تھا اس لئے

ڈاکٹر اعظم سے اس کی خاصی دوستی تھی۔

" آپ کو ہوش آ گیا۔ خدا کا شکر ہے ورنہ ہم بے حد تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے"...... ڈاکٹر اعظم نے قریب آتے ہوئے مسکرا کر کہا اور پھر اس نے سوپر فیاض کا معائنہ شروع کر دیا۔

"یہاں مجھے کون پہنچا گیا ہے"...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

" انسپکٹر رضا آپ کو لے آیا تھا۔ آپ کی حالت بے حد تشویش ناک تھی۔ آپ کے پہلو میں گولی لگی تھی۔ چار گھنٹے تک آپ کا آپریشن ہوا تب جا کر گولی نکالی گی۔ اس کے باوجود آپ کو ہوش نہ آ رہا تھا۔ اب اٹھارہ گھنٹوں بعد آپ کو ہوش آیا ہے۔ اب آپ خطرے سے باہر ہیں"...... ڈاکٹر اعظم نے معائنہ ختم کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے نرس کو مزید ہدایات دینی شروع کر دیں۔

" میرا جسم حرکت کیوں نہیں کر رہا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

" آپ کے آپریشن کی وجہ سے آپ کے جسم کو بیڈ سے کلپ کر دیا گیا ہے۔ ابھی آپ کو مزید ایک ہفتہ اسی حالت میں گزارنا ہو گا"۔ ڈاکٹر اعظم نے کہا۔

" انسپکٹر رضا کو بلاؤ میں اس سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

" میرے آفس میں آپ کی بیگم اور ڈائریکٹر جنرل صاحب کی بیگم دونوں موجود ہیں۔ پہلے آپ ان سے مل لیں تاکہ ان کی تسلی ہو جائے پھر انسپکٹر رضا کو بھی کال کر لیا جائے گا اور ڈائریکٹر جنرل

صاحب بھی دو بار آپ کو پوچھنے یہاں آچکے ہیں اور ہر گھنٹے بعد ان کا فون بھی آرہا ہے"...... ڈاکٹر اعظم نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گئے تو سوپر فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسے نجانے کیوں یہ سن کر انتہائی مسرت محسوس ہو رہی تھی کہ سر عبدالرحمن دو بار اسے پوچھنے ہسپتال آئے تھے اور ہر گھنٹے بعد فون کر کے پوچھ رہے ہیں اور عمران کی اماں بی جسے سوپر فیاض بھی اماں بی کہتا تھا اس کے لئے یہاں موجود تھی اس کا دل مسرت سے بھر گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کس قدر محبت کرنے والی خاتون ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو عمران کی اماں بی اور ان کے پیچھے اس کی بیوی سلمیٰ اندر داخل ہوئی۔

"خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے میری عاجزانہ دعائیں قبول کر لیں اور میرے بیٹے کو شفا دے دی"...... عمران کی اماں بی نے قریب آکر انتہائی تشکر بھرے لہجے میں کہا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ اماں بی تو مسلسل مصلے پر بیٹھی دعائیں مانگتی رہی ہیں"...... سلمیٰ نے قریب آکر مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ سلمیٰ اماں بی کو اماں جی کہتی تھیں اور وہ بھی ان سے اپنی بیٹی ثریا کی طرح ہی محبت کرتی تھیں۔

"اماں بی آپ کا بے حد شکریہ۔ آپ جیسی ماں کی دعائیں تو قسمت والوں کو ملتی ہیں"۔ سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اللہ کا شکر ادا کرو اللہ نے کرم کر دیا ہے۔ میں گھر جا کر ابھی

صدقہ دیتی ہوں۔ اللہ نے اپنا فضل کر دیا ہے۔ سلمیٰ نے تو رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا حالانکہ میں نے اسے کہا بھی تھا کہ اللہ اپنا فضل کرے گا لیکن اس کی آنکھوں سے تو آنسو ہی نہ رکتے تھے"...... اماں بی نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار مسکرا دیا۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ اس کی بیوی اس سے کس قدر محبت کرتی ہے۔

"تمہارا بھی شکریہ سلمیٰ۔ بچے کیسے ہیں"...... سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انہیں میں نے بتایا ہی نہیں ورنہ وہ تو رو رو کر نڈھال ہو جاتے۔ اب تم آرام کرو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمہیں آرام چاہئے آیئے اماں جی"...... سلمیٰ نے کہا تو اماں بی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر انہوں نے سوپر فیاض پر پھونک ماری۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ گھبرانا نہیں اللہ فضل کرے گا"...... اماں بی نے کہا اور پھر وہ دونوں واپس چلی گئیں تو سوپر فیاض نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر وہ چونک پڑا کیونکہ دروازے سے انسپکٹر رضا اندر داخل ہو رہا تھا۔

"مبارک ہو سر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نئی زندگی دی ہے"۔ انسپکٹر رضا نے قریب آکر کہا۔

"ہاں۔ اللہ کا شکر ہے۔ بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ وہاں کیا ہوا ہے اور میں کیسے یہاں پہنچا"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر رضا بیڈ کے

ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" سر اس طوفان نے واقعی طوفانی انداز میں کام دکھاتے ہوئے جیب سے پسٹل نکال کر آپ کو گولی مار دی تھی لیکن اسی لمحے میں نے بھی اسے گولی مار دی جو اس کے دل میں لگی اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ پھر میں راجر کی مدد سے آپ کو اٹھا کر باہر لے آیا اور جیپ کی بجائے راجر کی کار میں ڈال کر آپ کو یہاں ہسپتال پہنچایا۔ پھر میں راجر سمیت واپس گیا تو اس طوفان کی لاش غائب کر دی گئی تھی۔ بہرحال میں نے ڈائریکٹر جنرل صاحب کو رپورٹ دی تو ڈائریکٹر جنرل صاحب خود وہاں پہنچے اور پھر اس طوفان کی لاش ایک تہہ خانے سے برآمد کر لی گئی اور وہاں موجود تمام افراد کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ راجر نے چونکہ تعاون کیا تھا اس لئے راجر کو گرفتار کرنے کی بجائے ہم اسے ہیڈ کوارٹر لے آئے اور پھر ہم نے راجر سے تفصیلی پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ عالم کے بھائی یونس کو گولی طوفان کے آدمیوں نے نہیں ماری تھی بلکہ ایک اور گروپ اسلم کے آدمی نے ماری تھی۔ اس اسلم کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ انتہائی خطرناک مجرموں کا گروہ ہے جو بہت اونچے کاموں میں ہاتھ ڈالتا ہے اور اس گروہ کا اصل انچارج ایک آدمی شہاب نامی ہے جو غیر ملک سے یہاں آیا ہے۔ شہاب ایک خفیہ جوا خانے کا مالک ہے اور وہیں رہتا ہے جبکہ اسلم علیحدہ کوٹھی میں رہتا ہے اور اس نے اپنے گروپ کا ہیڈ کوارٹر اس کوٹھی میں بنایا ہوا ہے جس کے بعد ڈائریکٹر جنرل صاحب کے حکم پر

پہلے اس ہیڈ کوارٹر پر فل ریڈ کیا گیا۔ وہاں سے اٹھارہ افراد گرفتار کر لئے گئے البتہ وہ اسلم نہ مل سکا اور نہ کسی کو اس کے بارے میں علم تھا۔ اس کے بعد اس شہاب کے جوئے خانے پر ریڈ کیا گیا۔ وہاں بھی گرفتاریاں ہوئیں لیکن شہاب وہاں بھی نہ مل سکا وہ بھی غائب تھا اور اس کے بارے میں بھی کسی کو معلوم نہ تھا۔ بس یہ کارروائی ہوئی ہے اب تک "۔ انسپکٹر رضا نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" لیکن اس سے کیا فائدہ ہوا۔ اصل مجرم تو ٹریس ہی نہ ہو سکے "...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" یس سر۔ ڈائریکٹر جنرل صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ ان لوگوں سے انتہائی سختی سے پوچھ گچھ کی گئی ہے لیکن وہ اس سارے معاملے سے واقعی بے خبر ہیں۔ شاید یہ کام اسلم اور شہاب نے مل کر کسی اور گروپ سے کرائے ہیں۔ اب انٹیلی جنس ان دونوں کو تلاش کر رہی ہے لیکن ابھی تک ان کا کوئی سراغ نہیں ملا"۔ انسپکٹر رضا نے جواب دیا۔

" ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ یہ کام میں ہی کر سکتا ہوں تم لوگوں کے بس کا کام نہیں ہے۔ میں ہسپتال سے فارغ ہو جاؤں پھر میں خود ہی انہیں ٹریس کروں گا۔ تم جا سکتے ہو"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا اور انسپکٹر رضا اٹھا اور اس نے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور دروازے کی طرف مڑ گیا جبکہ سوپر فیاض نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

عمران نے کار ہوٹل گرانڈ کی پارکنگ میں روکی اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ جوزف، جوانا اور ٹائیگر تھے۔ وہ بھی کار سے نیچے اتر آئے تھے۔ عمران نے سر سلطان کی طرف سے بھجوائی گئی فائل کا تفصیل سے مطالعہ کر لیا تھا اور اس مطالعے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کوئی پراسرار گروپ اس ڈیم کو مکمل ہونے سے روکنا چاہتا ہے لیکن کیوں یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی لیکن بہرحال اس نے ان مجرموں کو ٹریس کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اب یہ ان مجرموں سے ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ ان کے پیچھے کون ہے اور اس کا ڈیم کو رکوانے سے اصل مقصد کیا ہے اور اس نے کام کے آغاز کے لئے جیولٹ کو استعمال کیا تھا کیونکہ ٹائیگر نے بہت بھاگ دوڑ کے بعد بہرحال یہ معلوم کر لیا تھا کہ سوپر فیاض پر تشدد کرنے والے جیولٹ کے گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے وہ کار بھی ٹریس کر

لی تھی اور یہ کار ہوٹل گرانڈ کے نام سے ہی رجسٹرڈ تھی اس لئے عمران جیولٹ سے ملنے آیا تھا۔ جوزف اور جوانا کو وہ اس لئے ساتھ لے آیا تھا کہ ٹائیگر نے اسے بتایا تھا کہ جیولٹ کے ارد گرد انتہائی خطرناک آدمی رہتے ہیں اور جو کسی بھی وقت حملہ کر سکتے ہیں اور جیولٹ کے بارے میں بھی بتایا گیا تھا کہ وہ انتہائی مشتعل مزاج عورت ہے۔ کسی بھی لمحے کچھ بھی کر سکتی ہے اس لئے وہ جوزف اور جوانا کو ساتھ لے آیا تھا تاکہ وہ نگرانی کریں گے اور عمران اس جیولٹ سے اطمینان سے پوچھ گچھ کرے گا۔ ہوٹل خاصا بڑا اور شاندار تھا۔ ہوٹل کے ہال میں موجود افراد کا تعلق بھی اعلیٰ خاندانوں سے تھا۔ ایک طرف کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے پیچھے دو نوجوان کھڑے تھے۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"یس سر"...... ایک نوجوان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر عمران اور اس کے ساتھیوں خاص طور پر جوزف اور جوانا کو دیکھ کر انتہائی مرعوبیت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"جیولٹ سے کہو کہ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا دوست علی عمران اس سے ملنا چاہتا ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... نوجوان نے کہا اور سامنے رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"کاؤنٹر سے جون بول رہا ہوں مادام۔ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ

فیاض کے دوست علی عمران صاحب اپنے تین ساتھیوں سمیت یہاں کاؤنٹر پر موجود ہیں اور وہ آپ سے ملاقات چاہتے ہیں"۔ نوجوان نے کہا۔

"یس مادام"...... دوسری طرف سے بات سننے کے بعد اس نے کہا اور پھر رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"مادام سے بات کر لیں جناب"..... نوجوان نے کہا تو عمران نے اس کے ہاتھ سے رسیور لے کر ایک جھٹکے سے اسے واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں باتوں میں وقت ضائع کرتا رہوں۔ کہاں ہے اس کا آفس"...... عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"ادھر راہداری میں ہے باس"...... ٹائیگر نے ایک طرف راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اس راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی راہداری کی طرف بڑھ گئے جبکہ کاؤنٹر مین دوبارہ رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے میں مصروف ہو گیا لیکن عمران اور اس کے ساتھیوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جس کے باہر ایک مسلح چوکیدار موجود تھا اور دروازے کے باہر دیوار پر مینجر کی پلیٹ بھی موجود تھی۔

"مادام مصروف ہیں جناب"...... اس مسلح چوکیدار نے ان کے

قریب آنے پر قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"جوزف اور جوانا تم دونوں یہیں ٹھہرو گے اور جب تک میں اور ٹائیگر اس جیولٹ سے بات چیت مکمل نہ کر لیں کسی کو اندر نہ آنے دینا"...... عمران نے اس چوکیدار کی طرف توجہ دینے کی بجائے جوزف اور جوانا سے کہا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں کہہ رہا ہوں"...... اس چوکیدار نے ایک بار پھر اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا اچھل کر راہداری کی سامنے والی دیوار سے ایک دھماکے سے جا ٹکرایا۔ جوانا نے اس کی گردن پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے دیوار کی طرف اچھال دیا تھا۔ عمران نے دروازے پر لات ماری اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جو انتہائی شاندار انداز میں سجایا گیا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک انتہائی خوبصورت اور نوجوان یورپی لڑکی ہاتھ میں رسیور پکڑے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر پھولدار لیکن انتہائی شوخ رنگوں پر مشتمل اسکرٹ تھا۔ عمران اور ٹائیگر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس نے تیزی سے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں مصروف ہوں۔ آپ"...... اس نے قدرے تلخ لہجے میں کہنا چاہا۔

"خاموشی سے بیٹھ جاؤ جیولٹ۔ ہم صرف تم سے چند باتیں کرنے آئے ہیں ورنہ تمہارا یہ خوبصورت جسم گٹر میں تیرتا نظر آئے گا"۔

عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ یہ آپ مجھے میرے آفس میں ہی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ مجھے"...... جیولٹ نے انتہائی سرد لہجے میں چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا لیکن اس کے ساتھ ہی عمران کا بازو گھوما اور دوسرے لمحے جیولٹ چیختی ہوئی اچھل کر میز کی سائیڈ پر فرش پر بچھے ہوئے قالین پر جا گری۔ عمران نے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر میز پر گر جانے والا رسیور اٹھا کر واپس کریڈل پر رکھ دیا۔ جیولٹ نیچے گر کر تیزی سے اٹھی ہی تھی کہ ٹائیگر نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کی نال اس کی گردن سے لگا دی۔

"خبردار ورنہ گولی مار دوں گا"...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا تو جیولٹ بے اختیار ساکت ہو گئی۔ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"آؤ ادھر بیٹھو میں تم پر جان بوجھ کر ہاتھ نہیں اٹھا رہا کہ تم سوپر فیاض کی دوست ہو اور سوپر فیاض میرا دوست ہے ورنہ اب تک تمہارے جسم کی آدھی سے زیادہ ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوتیں اور تمہاری باقی عمر سڑکوں پر گھسٹتے ہوئے گزرتی"...... عمران نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف صوفے پر بٹھاتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو جیولٹ کے جسم پر کپکپاہٹ سی پیدا ہو گئی۔

"تم۔ تم کون ہو۔ میں تو یہاں مینجر ہوں۔ میں نے تو کچھ نہیں

کیا"...... جیولٹ نے اس بار قدرے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"تم نے سوپر فیاض کو یہاں بلایا۔ اس سے علیحدہ کمرے میں ملاقات کی پھر سوپر فیاض یہاں سے نکل کر سیدھا راسٹونہ کے کھنڈرات میں گیا۔ وہاں تمہارے دو آدمی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے سوپر فیاض کو بے ہوش کر کے باندھا اور پھر اس پر تشدد کیا اور اس سے پوچھا کہ گراس ڈیم کا کیس سیکرٹ سروس کو تو ٹرانسفر نہیں کیا گیا۔ پوچھ گچھ کے بعد وہ سوپر فیاض کو بے ہوشی کے عالم میں وہیں چھوڑ کر واپس گرانڈ ہوٹل آئے۔ ہم نے وہ کار بھی ٹریس کر لی ہے جس پر وہ دونوں گئے تھے اور ان دونوں کو بھی ٹریس کر لیا گیا ہے۔ ان دونوں کا تعلق تمہارے خفیہ گروپ سے ہے۔ ہم چاہتے تو ان دونوں کی لاشیں پہلے تمہارے سامنے لا کر ڈالتے پھر تم سے پوچھ گچھ کرتے لیکن تم لوگ انتہائی گھٹیا درجے کے مجرم ہو اس لئے ہم براہ راست تمہارے پاس آئے ہیں۔ تم صرف اتنا بتا دو کہ تم نے یہ سب کچھ کس کے کہنے پر کیا ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ تو کیا تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے"۔ جیولٹ نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ ہمارا تعلق بھی انٹیلی جنس سے ہے لیکن ہمارا سیکشن علیحدہ ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"یہ سب غلط ہے۔ صرف اتنا سچ ہے کہ سوپر فیاض میرے پاس آیا تھا اور ہم علیحدہ کمرے میں رہے تھے اور بس"...... جیولٹ نے

کہا۔

" اوئے "....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر جیولٹ کی گردن پکڑی اور دوسرے لمحے جیولٹ کا جسم اس طرح پھڑکنے لگا جیسے اس کا سانس رک گیا ہو اور وہ سانس لینے کے لئے تڑپ رہی ہو۔

" بولو ورنہ "....... عمران نے اس کی شہ رگ پر رکھے ہوئے انگوٹھے کا دباؤ کم کرتے ہوئے کہا تو جیولٹ نے بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔ اس کا بری طرح بگڑا ہوا چہرہ نارمل ہونے لگ گیا تھا۔

" بولو یہ تمہارے لئے آخری موقعہ ہے "....... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

" مم۔ مم۔ مجھے چھوڑ دو میں بتا دیتی ہوں۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپا سکتی۔ تم۔ تم بہت خطرناک ہو "....... جیولٹ نے انتہائی خوفزدہ سے انداز میں رک رک کر کہا۔

" بولو جلدی "....... عمران نے پہلے سے زیادہ غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

" میں نے اسلم کے کہنے پر یہ سب کچھ کیا ہے۔ اسلم نے مجھے کہا تھا کہ میں سپرنٹنڈنٹ فیاض سے جس سے میری دوستی ہو چکی تھی معلوم کر کے اسے بتاؤں، میں نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو علیحدہ کمرے میں بلایا لیکن سپرنٹنڈنٹ فیاض عملی طور پر بزدل آدمی ہے اور وہ

صرف باتیں کرنے تک محدود رہا۔ میں نے اس سے سرسری طور پر پوچھا لیکن اس نے سرکاری معاملات میں بات کرنے سے ہی صاف انکار کر دیا جس پر مجبوراً مجھے یہ دوسرا منصوبہ بنانا پڑا اور میں نے اسے بتایا کہ میں نے دو بین الاقوامی مجرموں کو کھنڈرات میں دیکھا ہے۔ سوپر فیاض میرے اندازے کے مطابق فوراً ہی کھنڈرات کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنے دو آدمیوں کو وہاں بھجوا دیا۔ وہ تیز رفتار کار میں اس سے پہلے وہاں پہنچ گئے اور پھر سوپر فیاض سے معلومات حاصل کر کے اسے بے ہوش کر کے چھوڑ دیا گیا کیونکہ بہرحال وہ سرکاری آدمی تھا اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ کسی سرکاری آدمی کو ہلاک کریں۔ میں نے رپورٹ اسلم کو دے دی اور بس "۔ جیولٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

" یہ اسلم کون ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ پوری تفصیل بتاؤ "۔ عمران نے پوچھا۔

" وہ ایک بہت خطرناک گروپ کا انچارج ہے جو ہر قسم کے غلط کام کرتا ہے۔ مجھے اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تو علم نہیں ہے البتہ اس کا فون نمبر معلوم ہے۔ میری اس سے بات فون پر ہی ہوتی تھی "....... جیولٹ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر بھی بتا دیا۔ عمران نے ٹائیگر کو اشارہ کیا اور خود تیزی سے میز کی طرف مڑ گیا۔ اس نے میز پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نیچے

موجود سفید رنگ کا بٹن پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"اسسٹنٹ ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ ایک نمبر نوٹ کرو اور مجھے بتاؤ کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے۔ اچھی طرح احتیاط سے چیک کر کے بتانا۔ یہ انتہائی اہم ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا اور عمران نے جیولٹ کا بتایا ہوا نمبر دوہرا دیا۔

"ہولڈ کریں سر۔ میں کمپیوٹر پر چیک کر کے بتاتی ہوں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو سر"...... تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"یس"...... عمران نے کہا۔

"سر یہ نمبر اسلم حیات کے نام پر کوٹھی نمبر اٹھارہ بی بلاک کہکشاں کالونی میں نصب ہے"...... آپریٹر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھی طرح چیک کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوکے۔ اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ تم نے زبان بند رکھنی ہے"...... عمران کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔

"میں سمجھتی ہوں سر"...... دوسری طرف سے سہمے ہوئے لہجے میں کہا گیا تو عمران نے کریڈل دبا دیا اور ٹون آنے پر وہی نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے لیکن کافی دیر تک گھنٹی بجنے کے باوجود کسی نے فون اٹنڈ نہ کیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"وہاں تو کوئی فون اٹنڈ نہیں کر رہا۔ کیا کوٹھی خالی ہو چکی ہے"...... عمران نے رسیور رکھ کر جیولٹ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سیکرٹ سروس کے خوف سے اسے خالی کر دیا ہو۔ اگر تم کہو تو میں فون پر اپنے آدمی کو کہوں کہ وہ وہاں چیک کرے۔ وہیں قریب ہی ایک ہوٹل ہے وہ بھی میری ہی ملکیت ہے"...... جیولٹ نے کہا۔

"کرو بات"...... عمران نے کہا تو جیولٹ نے اٹھ کر فون کا رسیور اٹھایا۔ ڈائریکٹ کرنے والا بٹن ابھی تک پریسڈ تھا اس نے اسے ویسے ہی پریسڈ رہنے دیا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے البتہ عمران نے ہاتھ بڑھا کر لاؤڈر کا بٹن آن کر دیا۔

"سپر ریستوران کہکشاں کالونی"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"جیولٹ بول رہی ہوں"...... جیولٹ نے انتہائی تحکمانہ لہجے

میں کہا۔

"اوہ مادام آپ۔ یس مادام حکم"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ انتہائی مؤدبانہ ہو گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا"...... جیولٹ نے پوچھا۔

"جی میرا نام احسن ہے مادام۔ میں اسسٹنٹ مینجر ہوں مادام"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سنو فوراً ریستوران سے نکلو اور کہکشاں کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ بی بلاک کو چیک کرو۔ وہاں فون کال اٹنڈ نہیں کی جا رہی لیکن خیال رکھنا کوئی غلط کام نہ کرنا وہ خطرناک لوگوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ مجھے رپورٹ چاہئے کہ وہاں فون کال کیوں اٹنڈ نہیں ہو رہی"...... مادام نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس مادام۔ وہ اسلم صاحب کی کوٹھی ہے۔ میں جانتا ہوں انہیں۔ میں ابھی معلوم کر کے آپ کو کال کرتا ہوں۔ آپ گرانڈ ہوٹل سے بول رہی ہیں ناں مادام"...... احسن نے کہا۔

"ہاں۔ جلدی کرو اور مکمل رپورٹ لے کر آؤ"...... جیولٹ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جیولٹ نے صوفے سے اٹھ کر دوبارہ رسیور اٹھا لیا۔

"یس جیولٹ بول رہی ہوں"...... جیولٹ نے کہا۔

"مادام میں احسن بول رہا ہوں۔ اس کوٹھی پر دو گھنٹے پہلے انٹیلی جنس نے ریڈ کیا ہے۔ وہاں سے اٹھارہ آدمی گرفتار ہوئے ہیں۔

کوٹھی کو سیلڈ کر دیا گیا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جیولٹ چونک پڑی لیکن عمران نے اس کے ساتھ سے رسیور جھپٹ لیا۔

"ہیلو احسن میں مادام جیولٹ کا ساتھی بول رہا ہوں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہاں انٹیلی جنس نے ریڈ کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"جناب ساتھ والی کوٹھی کے چوکیدار نے بتایا ہے۔ وہاں انٹیلی جنس کی گاڑیاں آئیں، فائرنگ ہوئی۔ انٹیلی جنس کے بڑے آفیسر بھی وہاں آئے"...... احسن نے جواب دیا۔

"اوکے"...... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ٹیلی فون آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض سے بات کراؤ"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب تو شدید زخمی ہو کر سپیشل سروسز ہسپتال میں ہیں۔ انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا جناب"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ کب کی بات ہے۔ کیسے یہ سب ہوا"...... عمران نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر وہ انسپکٹر رضا کے ساتھ مجرموں کے کسی اڈے جیسے طوفان کا

اڈا کہا جاتا ہے گئے وہاں اس طوفان نے اچانک انہیں گولی مار دی۔ انسپکٹر رضا نے اس طوفان کو گولی مار دی اور وہاں کے ایک آدمی کی مدد سے انہیں سپیشل سروسز ہسپتال پہنچایا گیا پھر انہوں نے ڈائریکٹر جنرل صاحب کو اطلاع دی۔ ڈائریکٹر جنرل صاحب نے خود جا کر اس طوفان کے اڈے پر ریڈ کیا۔ وہاں سے آدمی گرفتار ہوئے پھر ایک آدمی کو انسپکٹر رضا صاحب ساتھ یہاں ہیڈ کوارٹر لے آئے۔ یہاں اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے دو اور آدمیوں کے بارے میں بتایا جن میں سے ایک کہکشاں کالونی میں ہے۔ ڈائریکٹر جنرل صاحب نے وہاں ریڈ کیا۔ وہاں بھی گرفتاریاں ہوئیں اور اب وہ دوسرے اڈے پر ریڈ کے لئے گئے ہوئے ہیں"...... دوسری طرف سے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا گیا۔

"اچھا شکریہ"...... عمران نے کہا اور ایک بار پھر کریڈل دبا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ ٹیلی فون آپریٹر نے کیوں اسے تفصیل بتا دی، ورنہ انٹیلی جنس والے کسی اجنبی کو ایسی تفصیل نہیں بتا سکتے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمران سر عبدالرحمن کا بیٹا بھی ہے اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کا دوست بھی اس لئے اس نے ساری تفصیل بتا دی تھی۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض زخمی ہے"...... جیولٹ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو عمران نے جواب دینے کی بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ نمبر پریس کرتا رہا۔

"سپیشل سروسز ہسپتال"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز

سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر اعظم سے بات کراؤ"۔ عمران نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب تو راؤنڈ پر ہیں۔ آپ ڈاکٹر اجمل سے بات کر لیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کراؤ بات"...... عمران نے کہا کیونکہ وہ ڈاکٹر اجمل سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔

"ہیلو ڈاکٹر اجمل بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری اور سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر اجمل میں علی عمران بول رہا ہوں۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ سوپر فیاض زخمی ہو کر ہسپتال پہنچا ہے۔ کیا پوزیشن ہے اس کی"...... عمران نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"اس کا آپریشن ہوا ہے لیکن ابھی اسے ہوش نہیں آ رہا۔ اسے سینے میں گولی لگی تھی۔ بہرحال اس کی حالت تو اب خطرے سے باہر ہے لیکن ڈاکٹر اعظم اور میں ہم دونوں اس کے ہوش میں نہ آنے کی وجہ سے پریشان ہیں۔ اللہ کرم کرے گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کس کمرے میں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"سپیشل وارڈ کے روم نمبر فائیو میں۔ ویسے آپ کی والدہ صاحبہ اور فیاض صاحب کی بیوی بھی ڈاکٹر اعظم کے آفس میں موجود ہیں۔

ڈائریکٹر جنرل صاحب بھی ایک بار چکر لگا گئے ہیں"...... ڈاکٹر اجمل نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"اماں بی کیا کہتی ہیں سوپر فیاض کے بارے میں"...... عمران نے انتہائی اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر اعظم بتا رہے تھے کہ وہ مسلسل مصلے پر بیٹھی ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا"...... دوسری طرف سے ڈاکٹر اجمل نے کہا۔

"اوہ پھر واقعی اللہ فضل کرے گا۔ شکریہ"...... عمران نے ایسے مطمئن لہجے میں کہا جیسے اسے اماں بی کی بات پر سو فیصد یقین ہو اور پھر عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"اوکے جیولٹ۔ ہم جا رہے ہیں۔ اسلم اور اس کے ساتھی تو پکڑے جا چکے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اسلم کا باس ایک آدمی شہاب ہے۔ وہ اصل آدمی ہے۔ وہ علیحدہ ایک جوا خانہ چلاتا ہے"...... جیولٹ نے کہا تو عمران نے اس سے اس جوئے خانے کا پتہ معلوم کیا اور پھر وہ ٹائیگر سمیت جیولٹ کے آفس سے باہر آ گئے۔ باہر جوزف اور جوانا موجود تھے جبکہ وہ چوکیدار غائب تھا شاید انہوں نے اسے بھگا دیا تھا۔

"آؤ"...... عمران نے ان سے کہا اور تھوڑی دیر بعد ان کی کار اس جوئے خانے کی طرف بڑھ رہی تھی جس کا پتہ جیولٹ نے بتایا تھا لیکن وہاں جا کر عمران کو معلوم ہوا کہ یہاں بھی انٹیلی جنس نے ریڈ

کیا ہے اور اس عمارت کو سیل کر دیا گیا ہے۔ یہاں بھی گرفتاریاں ہوئی ہیں تو عمران سمجھ گیا کہ انٹیلی جنس انسپکٹر نے اسے بتایا تھا کہ اس کے ڈیڈی اب دوسری جگہ ریڈ کرنے گئے ہیں تو وہ یقیناً یہی جگہ ہو گی۔ اس کا مطلب تھا کہ انٹیلی جنس واقعی کام کر رہی تھی اور عمران نے کار کا رخ واپس رانا ہاؤس کی طرف موڑ دیا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اس انسپکٹر رضا سے مل کر تفصیلات معلوم کرے گا پھر کوئی مزید کارروائی کرے گا۔

سوپر فیاض کو ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر آئے ہوئے آج دوسرا روز تھا۔ سر عبدالرحمن کے خصوصی احکامات کے تحت انتہائی خصوصی ادویات کا استعمال کرایا گیا تھا تاکہ سوپر فیاض جلد از جلد ہسپتال سے فارغ ہو سکے۔یہی وجہ تھی کہ بجائے پندرہ روز کے اسے چار روز میں ہی ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ایک روز اپنی کوٹھی میں آرام کرنے کے بعد وہ آج آفس آیا تھا۔ ابھی وہ آفس میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سوپر فیاض نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"میرے آفس آجاؤ"...... دوسری طرف سے سر عبدالرحمن کی آواز سنائی دی لیکن لہجہ خلاف معمول نرم تھا۔

"یس سر"...... سوپر فیاض نے جواب دیا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا

اور ٹوپی سٹینڈ سے اٹھا کر اس نے سر پر رکھی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گو اس کا زخم مندمل ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود اس سے تیز حرکت نہ ہو سکتی تھی اس لئے وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سر عبدالرحمن کے آفس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔چونکہ دفتر کا سارا عملہ اسے کوٹھی پر آکر پوچھ بھی چکا تھا اور اسے صحت یابی کی مبارکباد بھی دے چکا تھا اس لئے آج سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ سوپر فیاض پردہ ہٹا کر جب آفس میں داخل ہوا تو وہاں انسپکٹر رضا پہلے سے ہی موجود تھا۔ وہ سوپر فیاض کے داخل ہوتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ سوپر فیاض نے سر عبدالرحمن کو سلام کیا۔

"بیٹھو"...... سر عبدالرحمن نے نرم لہجے میں کہا اور سوپر فیاض خاموشی سے سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔انسپکٹر رضا میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری"...... سر عبدالرحمن نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے سر۔ اب تو میں بے حد بہتر محسوس کر رہا ہوں"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"گراس ڈیم کے سلسلے میں تمام کارروائی جام ہو چکی ہے۔ وہ اسلم اور شہاب دونوں غائب ہیں۔انسپکٹر رضا نے انہیں ڈھونڈنے کی بے حد کوشش کی ہے اس کے علاوہ پوری انٹیلی جنس انہیں تلاش کرتی رہی ہے لیکن وہ دونوں اس طرح غائب ہو گئے ہیں جیسے

ان کا سرے سے کہیں وجود ہی نہ ہو۔ تمہارے ذہن میں کوئی آئیڈیا ہے ان کو تلاش کرنے کا"...... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے سر وہ ملک سے باہر فرار ہو گئے ہوں"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"نہیں۔ اس کی بھی چیکنگ کر لی گئی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو بہرحال ان کے کسی نہ کسی آدمی کو اس کا علم ہوتا۔ میں نے ہر طرف سے معلومات حاصل کی ہیں لیکن کوئی اس بارے میں معمولی سی بات بھی نہیں جانتا"...... سر عبدالرحمن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر اب کیا کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال انہیں تلاش تو کرنا ہی پڑے گا جب تک وہ دونوں یا ان میں سے ایک ہاتھ نہیں آئے گا ہم اصل مجرموں تک نہیں پہنچ سکتے"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"کیا عمران ہسپتال یا تمہاری رہائش گاہ پر تمہیں پوچھنے آیا تھا"۔ سر عبدالرحمن نے اچانک پوچھا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"یس سر۔ وہ دو بار ہسپتال بھی آیا تھا اور کل رہائش گاہ پر بھی وہ دو گھنٹے میرے پاس بیٹھا رہا ہے"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"تم نے یقیناً اسے بتایا ہوگا کہ تمہیں کس نے زخمی کیا ہے اور کیوں اور تم کس کیس پر کام کر رہے تھے"...... سر عبدالرحمن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ ویسے اس نے مجھے جو کچھ بتایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود بھی اس کیس پر کام کر رہا ہے"...... سوپر فیاض نے جواب دیا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

"کیا مطلب۔ وہ کیوں کام کر رہا ہے۔ یہ کیس سیکرٹ سروس کے پاس تو نہیں ہے اور وہ تو سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے"...... سر عبدالرحمن کے لہجے میں غصہ تھا۔

"میں نے اس سے پوچھا تھا سر۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ اس لئے اپنے طور پر کوشش کر رہا ہے کہ شاید سیکرٹ سروس کا چیف اس سلسلے میں اسے کوئی چھوٹا موٹا چیک دینے پر رضامند ہو جائے اور اس طرح اس کا کچھ ادھار اتر جائے"...... سوپر فیاض نے جواب دیا تو سر عبدالرحمن کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑ گیا۔

"میں نے اسے ہزار بار منع کیا ہے کہ وہ کسی سے ادھار نہ لیا کرے اور کوئی ڈھنگ کا کام کرے لیکن وہ ایسا ناخلف ہے کہ باپ کی عزت کو بھی داؤ پر لگانے سے نہیں چوکتا۔ اب وہ کہاں ہوگا"۔ سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس کا کچھ پتہ نہیں ہوتا سر۔ ہو سکتا ہے کہ فلیٹ پر موجود ہو اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہو"...... سوپر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔ فون کے نیچے لگا ہوا مخصوص بٹن پریس کر کے انہوں نے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ کہاں ہے یہ عمران"...... سر عبدالرحمن نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"بب۔ بب۔ بڑے صاحب آپ۔ چھوٹے صاحب ابھی اٹھ کر کہیں گئے ہیں۔ بتا کر نہیں گئے"...... سلیمان نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ جب یہ کماتا نہیں ہے تو پھر یہ ادھار کیسے اتارتا ہے اور کیوں لیتا رہتا ہے ادھار"...... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب مجھے تو چھوٹے صاحب یہ بتاتے ہیں کہ وہ بڑی بیگم صاحبہ سے پیسے لے کر آتے ہیں"...... سلیمان نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ اسی کے لاڈ پیار نے تو اسے بگاڑ رکھا ہے۔ نانسنس۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اس طرح در بدر دھکے کھاتا پھر رہا ہے۔ ہونہہ۔ سنو۔ وہ جب آئے تو اسے میری طرف سے کہہ دینا کہ اگر اس نے گراس ڈیم والے کیس میں ٹانگ اڑائی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ سمجھے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"بب۔ بب۔ بہتر بڑے صاحب۔ لیکن"...... سلیمان نے ڈرتے ڈرتے اور انتہائی سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن۔ کیا۔ کیا مطلب ہے۔ یہ تمہیں جرأت کیسے ہوئی میری بات کا جواب دینے کے بعد لیکن کہنے کی"...... سر عبدالرحمن کا پارہ اور چڑھ گیا تھا۔

"بب۔ بب۔ بڑے صاحب میں یہ لفظ کہنے کی معافی چاہتا ہوں۔ دراصل چھوٹے صاحب کہہ رہے تھے کہ ایک لاکھ روپیہ ادھار چڑھ گیا ہے اور ادھار والے تنگ کر رہے ہیں اور شاید بڑی بیگم صاحبہ نے بھی انہیں رقم نہیں دی اس لئے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ سوپر فیاض والے کیس پر کام کریں گے اس طرح شاید ان کا چیف انہیں ایک لاکھ روپے دے دے"...... سلیمان نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ کیا اس کے چیف کے پاس حرام کی دولت ہے یا وہ سرکاری خزانے کو اپنے باپ کا مال سمجھتا ہے کہ وہ اس ناہنجار کو ان معمولی سے کاموں کے ایک لاکھ روپے دے دیتا ہے۔ میں سر سلطان سے بات کروں گا۔ بہرحال تم شام کو میرے پاس کوٹھی پر آ جانا اور مجھ سے ایک لاکھ کا چیک لے جانا سمجھے۔ لیکن اسے بتا دینا کہ اگر اس نے اس کیس پر کام کیا یا آئندہ ادھار لیا تو پھر وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ نانسنس"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"اب بولو سوپر فیاض مشن کیسے مکمل ہو گا۔ کیا ہم ساری عمر اسلم اور شہاب جیسے تھرڈ کلاس بدمعاشوں کو ہی تلاش کرتے رہ

جائیں گے۔ کیا ہمارے پاس ان کے علاوہ اس کیس کا اور کوئی کلیو نہیں ہے"...... سر عبدالرحمن نے اسی طرح غصیلے انداز میں کہا۔ عمران کی وجہ سے جب انہیں غصہ آیا تھا تو ظاہر ہے اب وہ اتنی آسانی سے کہاں اترنے والا تھا۔

"سر میری رائے کے مطابق ان دونوں کے پیچھے وقت ضائع کرنے کی بجائے ہمیں نئے راستے تلاش کرنے چاہئیں"...... انسپکٹر رضا نے اچانک کہا۔

"اگر یہ تمہاری رائے ہے تو تم نے اب تک کون سے راستے تلاش کئے ہیں۔ بولو۔ یا راستے تلاش کرنے کے لئے اخبارات میں اشتہار دینا ہوگا"...... سر عبدالرحمن انسپکٹر رضا پر برس پڑے۔

"مم۔ مم۔ میرا مطلب تھا سر کہ ہمیں کوشش کرنی چاہئے"۔ انسپکٹر رضا اس اچانک پڑنے والی افتاد پر بری طرح گھبرا گیا تھا۔ وہ دراصل ابھی سر عبدالرحمن کی طبیعت سے پوری طرح واقف نہ تھا اس لئے اس کے شاید ذہن میں بھی نہ تھا کہ سر عبدالرحمن اس طرح بھی اس پر بگڑ سکتے ہیں جبکہ سوپر فیاض بے اختیار مسکرا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب انسپکٹر رضا جتنا بولتا جائے گا سر عبدالرحمن کا پارہ اتنا ہی چڑھتا چلا جائے گا۔

"کوشش میں نے کرنی ہے یا تم لوگوں نے کرنی ہے۔ بولو"۔ سر عبدالرحمن نے پہلے سے زیادہ غصیلے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض نے آنکھ کے اشارے سے انسپکٹر رضا کو خاموش رہنے کے لئے کہا اس لئے

انسپکٹر رضا نے اس بات کا جواب دینے کی بجائے چپ سادھ لی۔

"سنو میں اس طرح کی اوٹ پٹانگ اور طوطا مینا کی کہانیاں سننے کا عادی نہیں ہوں۔ سمجھے۔ مجھے کام چاہئے اور اس کا نتیجہ چاہئے۔ سوپر فیاض تم نے اب پوری قوت سے کام کرنا ہے۔ پہلے بھی تمہاری وجہ سے کافی وقت ضائع ہوا ہے اور ہاں جس طرح ایک عام سے بدمعاش کے ہاتھوں تم زخمی ہوئے ہو اس سے مجھے احساس ہوا ہے کہ تم لوگ دفتروں میں بیٹھے بیٹھے بیکار ہو چکے ہو۔ تمہیں بھی باقاعدگی سے بالکل اس انداز میں تربیت ملنی چاہئے جس طرح ملٹری کمانڈوز کی تربیت ساتھ ساتھ کی جاتی ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کیس کے بعد سوپر فیاض سمیت تمام انسپکٹرز اور سب انسپکٹرز کے دو گروپ بنائے جائیں گے جن میں سے ایک گروپ باقاعدہ کٹھن تربیت حاصل کرے گا اور جب وہ تربیت حاصل کر کے آئے گا تو پھر دوسرا گروپ جائے گا اس طرح تربیت کا یہ کورس مسلسل جاری رہے گا"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ یہ ضروری بھی ہے سر"...... سوپر فیاض نے جلدی سے سر عبدالرحمن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سر عبدالرحمن کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

"بہرحال یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ فوری مسئلہ اس کیس کا ہے۔ سنو میں تمہیں لائن آف ایکشن دیتا ہوں۔ اسلم اور شہاب دونوں عام سے غنڈے ہیں اس لئے وہ اپنے طور پر یہ کارروائی نہیں

کر سکتے یقیناً انہیں اس کارروائی کے لئے بک کیا گیا ہو گا اور یہ بکنگ بہرحال ان کے غائب ہونے سے پہلے ہوئی ہو گی۔ چونکہ وہ دونوں ہی سربراہ تھے اس لئے انہوں نے چھوٹے غنڈوں کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا ہو گا لیکن اگر تم مشینوں کی چوری ہونے والے روز سے ایک ہفتہ پہلے اور پھر ان کے غائب ہونے تک ان کے ملنے جلنے والوں کو ٹریس کر دیا جن لوگوں سے وہ ملتے رہتے ہیں انہیں ٹریس کرو تو مجھے یقین ہے کہ اصل آدمیوں کے بارے میں معلومات مل جائیں گی"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ سر آپ نے واقعی انتہائی ذہانت آمیز تجزیہ کیا ہے جناب آپ کا ذہن واقعی بے مثال ہے"...... انسپکٹر رضا نے انتہائی خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"سٹینڈ آپ"...... سر عبدالرحمن نے یکلخت غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا تو انسپکٹر رضا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر بیک وقت حیرت اور بوکھلاہٹ کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس نے تو ان کی تعریف کی ہے جبکہ وہ غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔

"تمہیں انتہائی خوفناک مرض لاحق ہو گیا ہے خوشامد کا۔ سمجھے۔ میں ایسے آدمیوں کو گولی مار دیا کرتا ہوں۔ سمجھے۔ دفع ہو جاؤ اور آئندہ مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ گٹ آؤٹ"...... سر عبدالرحمن نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور انسپکٹر رضا نے سلام کیا اور تیزی سے

بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"نانسنس"...... سر عبدالرحمن نے غصے سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ انہیں واقعی خوشامد سے نفرت تھی اور وہ معمولی سی خوشامد کرنے یا سننے کے بھی قائل نہ تھے لیکن انسپکٹر رضا شاید سوپر فیاض کی خوشامد کر کے اسے نرم کر لینے اور مقام حاصل کر لینے کا عادی تھا اس لئے اس نے یہی نسخہ سر عبدالرحمن پر بھی استعمال کر دیا تھا لیکن سر عبدالرحمن کی طبیعت سوپر فیاض سے یکسر مختلف تھی اس لئے الٹا آنتیں اس کے گلے پڑ گئی تھیں۔ سوپر فیاض سر جھکائے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"بولو میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے"...... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر آپ کی بات درست ہے لیکن یہ چھوٹے غنڈے ہیں اس لئے ان کی ملاقاتیں بھی تو چھوٹے غنڈوں سے ہی رہتی ہوں گی۔ بڑے لوگ اگر ایسے مجرموں کو بک کرتے ہیں تو وہ یہ کام فون پر کرتے ہیں"...... سوپر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔ حالانکہ سوپر فیاض نے سر عبدالرحمن کی رائے کی مخالفت کی تھی لیکن اس کی بات میں چونکہ وزن تھا اس لئے سر عبدالرحمن کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تم نے واقعی انتہائی ذہانت سے اس بات کا تجزیہ کیا ہے۔ گڈ شو۔ لیکن یہ لوگ فون کالوں کی ٹیپیں تو نہیں

رکھتے ہوں گے پھر کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ انہیں کن لوگوں نے بک کیا ہے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سر میرا خیال ہے کہ اسلم اور شہاب دونوں کے غائب ہونے میں بھی انہیں بک کرنے والوں کا ہاتھ ہے اس طرح انہوں نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے اس لئے ان کے غائب ہونے والے دن کے بارے میں اگر ان کی سرگرمیوں کو ٹریس کیا جائے تو یقیناً کوئی نہ کوئی کلیو مل جائے گا"...... سوپر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن کے چہرے پر بے اختیار حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"تم تو آج انتہائی ذہانت کی باتیں کر رہے ہو۔ کیا ہسپتال میں تمہیں ذہانت کا کوئی انجکشن تو نہیں لگا دیا گیا"...... سر عبدالرحمن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر میں آپ کا ہی ماتحت ہوں"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔ اس نے مزید بات نہ کی تھی تاکہ اس کا فقرہ خوشامد کے زمرے میں نہ آ جائے۔

"گڈ۔ مجھے ایسے ہی ذہین ماتحت چاہئیں۔ اوکے یہ آئیڈیا درست ہے۔ اسی آئیڈیئے پر کام کرو۔ مجھے جلد از جلد کامیابی کی رپورٹ چاہئے"۔ سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض اٹھا اس نے سلام کیا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آفس میں بیٹھا یہ بات سوچ رہا تھا کہ اس نے آئیڈیا تو دے دیا لیکن اب اس پر عمل کیسے کرے کہ اچانک ساتھ پڑے ہوئے فون کی گھنٹی

اٹھی۔

"فیاض بول رہا ہوں سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"۔ سوپر فیاض نے عادت کے مطابق عہدے اور ادارے سمیت تعارف کرا دیا۔

"بڑی طویل میٹنگ رہی ہے تمہاری ڈیڈی سے"...... دوسری طرف سے عمران کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"شکر کرو تم فلیٹ پر نہیں تھے ورنہ آج بڑے صاحب تمہاری ایسی درگت بناتے کہ یاد رکھتے"...... سوپر فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں فلیٹ سے ہی بول رہا ہوں۔ مجھے سلیمان نے بتا دیا ہے کہ اس کا ڈیڈی سے ایک لاکھ روپے وصول کرنے کا پلان کامیاب رہا ہے لیکن کیا تم نے انہیں بتایا تھا کہ میں نے ادھار لیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا عمران میری عیادت کے لئے آیا تھا میں نے ہاں کر دی تو انہوں نے پوچھا کہ پھر تو اس کیس کے بارے میں بات بھی ہوئی ہو گی۔ میں ان کے سامنے جھوٹ کیسے بول سکتا تھا اس لئے میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا۔ اس پر وہ بگڑ گئے کہ جب کیس سیکرٹ سروس کے پاس نہیں ہے تو پھر عمران اس پر کیوں کام کر رہا ہے اس پر میں نے بتایا کہ اس کا خیال ہے کہ شاید چیف سے اسے چیک مل جائے اور وہ اپنا ادھار اتار لے۔ بس اس پر

بڑے صاحب بگڑ گئے اور انہوں نے فلیٹ پر فون کیا لیکن ایک بات ہے یہ تمہارا سلیمان تم سے بھی بڑا شیطان ہے۔ اس نے جھاڑیں تو کھا لیں لیکن تمہارے لئے ایک لاکھ روپیہ وصول کرنے کا بندوبست بھی اس نے کر لیا"...... سوپر فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرے لئے نہیں اپنے لئے کیونکہ ادھار وہی لیتا ہے اور وہی ادا کرتا ہے۔ میرے ہاتھ تو کچھ بھی نہیں آئے گا کیونکہ میرا ادھار تو ویسے ہی قائم رہے گا"...... عمران نے جواب دیا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ اس کا ادھار علیحدہ ہے اور تمہارا علیحدہ"...... سوپر فیاض نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ وہ اپنے لئے خصوصی خوراک تیار کرتا ہے۔ حریرہ جات اور مقوی یادداشت معجونیں وغیرہ۔ میں اس کے لئے رقم نہیں دے سکتا اس لئے وہ اپنے لئے علیحدہ ادھار لیتا رہتا ہے اور پھر اس طرح اماں بی اور ڈیڈی کو چکر دے کر رقوم حاصل کرتا رہتا ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اور تم خاموش رہتے ہو۔ کیوں"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور میں کیا کر سکتا ہوں۔ اگر میں زبان کھولوں تو پھر اس کی تنخواہیں، الاؤنس وغیرہ کا بل کہاں سے دوں اس لئے مجبوراً خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"تم کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کر لیتے"...... سوپر فیاض نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ کیا کروں۔ کفن چوری کر کے فروخت کیا کروں یا"۔ عمران نے جواب دیا۔

"لاحول ولاقوۃ۔ کیا گھٹیا باتیں کرتے ہو۔ نانسنس۔ ٹھیک ہے جو مرضی آئے کرتے پھرو مجھے کیا"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوچ لو۔ انسپکٹر رضا بڑا فرمانبردار نوجوان ہے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ تم نے یہ بات کیوں کی ہے"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے تمہارا جواب تو یہی ہے کہ مجھے کیا۔ لیکن تمہارے اس جواب سے میرے مسائل تو حل نہیں ہو سکتے اس لئے یہی ہو سکتا ہے کہ میں دوسرا فنانسر تلاش کر لوں پھر جب اس کے اخبارات میں انٹرویو شائع ہوں گے، کارناموں کی تفصیلات آئیں گی، فوٹو چھپیں گے۔ اعلیٰ حکام اس کی کارکردگی کی تعریفوں سے پُر سرٹیفکیٹ جاری کریں گے تو کچھ نہ کچھ تو مجھے بھی مل جائے گا۔ سنا ہے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کا فرد ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تو تمہارے یہ ارادے ہیں۔ تمہیں اور انسپکٹر رضا دونوں کو گولی مار دوں گا۔ مجھے سوپر فیاض نے غصے سے چیختے

ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"تم میری مانو تو خودکشی کر لو"...... سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چلو اگر تم اس بات پر راضی ہو تو ٹھیک ہے۔ آخر تم دوست ہو تمہاری بات نہ مانوں گا تو کس کی مانوں گا۔ میں وہیں تمہارے پاس ہی آ رہا ہوں تاکہ تمہارے دفتر میں جب خودکشی کروں گا تو کم از کم یہ تو پتہ چل جائے گا کہ دوست نے دوست کے کہنے پر خودکشی کر لی ہے"...... عمران نے کہا۔

"بکواس مت کرو سمجھے۔ اور سنو تم نے یہاں نہیں آنا ورنہ تمہارے ڈیڈی مجھے خودکشی پر مجبور کر دیں گے۔ وہ نجانے کیوں نہیں چاہتے کہ اس کیس میں تم میری مدد کرو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"انہیں تو معلوم ہی نہ ہو سکے گا۔ یہ میرا وعدہ"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم نے کوئی کلیو حاصل کر لیا ہے"...... سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"تم کلیو کی بات کر رہے ہو۔ میں نے مجرموں کو بھی ٹریس کر لیا ہے۔ ثبوت بھی میرے پاس موجود ہے اب تو صرف ان کے

ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنانی ہیں اور بس"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ ویری گڈ۔ جلدی بتاؤ کون ہیں مجرم۔ جلدی بتاؤ"۔ سوپر فیاض نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سوری سوپر فیاض۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں بھوکا پھرتا رہوں اور تم مجرم پکڑ کر اپنی کارکردگی کا سکہ حکومت پر بٹھاتے رہو۔ اب تو کمرشل دور ہے اس لئے سودے بازی کرنا ہو گی۔ بولو دس لاکھ روپے دیتے ہو۔ ویسے یہ سن لو کہ اگر میں نے یہ مجرم انسپکٹر رضا یا تمہارے محکمے کے کسی دوسرے انسپکٹر کے حوالے کر دیئے تو آسانی سے پندرہ بیس لاکھ مل سکتے ہیں لیکن چونکہ تم دوست ہو اس لئے تمہارے ساتھ میں رعایت کر رہا ہوں۔ ہاں یا نہ میں جواب دو"۔ عمران نے کہا۔

"دس لاکھ۔ تو تمہارا خیال ہے میں نے یہاں کرنسی نوٹ چھاپنے کی مشین لگا رکھی ہے نانسنس۔ چلو دوستی کے ناطے میں تمہاری مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے تمہیں ایک لاکھ روپے دے دوں گا لیکن اس وقت جب تم مجرم معہ ثبوت کے میرے حوالے کر دو گے۔ اس سے پہلے نہیں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"او کے اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ خدا حافظ"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"ارے ارے سنو تو سہی"...... سوپر فیاض نے بے اختیار کریڈل کو بار بار دباتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے دوسری طرف سے

رسیور رکھ دیا گیا تھا۔ سوپر فیاض نے جلدی سے کریڈل دبا کر ہاتھ ہٹایا اور ٹون آنے پر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عمران سے بات کراؤ میں فیاض بول رہا ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"انہوں نے منع کر دیا ہے کہ اگر سوپر فیاض کی کال ہو تو بات مت کرانا۔ کیا ہوا جناب۔ کیا آپ دونوں میں کوئی ناراضگی ہو گئی ہے"...... سلیمان نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"میں خود آ رہا ہوں۔ پھر میں اس کی ناراضگی دور کرتا ہوں۔ میں اسے گولی مار کر ہی چھوڑوں گا"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ کر وہ اٹھا اور سٹینڈ پر موجود ٹوپی اٹھا کر اس نے سر پر رکھی اور تیزی سے آفس کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں موجود تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے رسیور اٹھا کر اپنی عادت کے مطابق مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ میں نے اسلم اور شہاب کے بارے میں کلیو حاصل کر لیا ہے"...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"کیسا کلیو"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"باس یہ دونوں آخری بار یہاں کے ایک بہت بڑے تاجر عالی جاہ کی رہائش گاہ پر اس سے ملنے گئے تھے اس کے بعد دونوں غائب ہو گئے البتہ ان کی کار ایک کالونی کے ویران حصے میں بم دھماکے سے

تباہ ہو گئی تھی اسے چونکہ آگ لگ گئی تھی اس لئے اس کے بارے میں علم نہ ہو سکا تھا کہ یہ کس کی کار ہے لیکن میں نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ کار شہاب کی تھی"...... ٹائیگر نے کہا۔

" عالی جاہ تاجر۔ کہاں رہتا ہے یہ"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" باس میں نے اس کے بارے میں بھی تفصیلات اکٹھی کر لی ہیں۔ بظاہر یہ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس کرتا ہے لیکن دراصل یہ انتہائی قیمتی اور حساس اسلحے کی سمگلنگ میں ملوث ہے اور سنا ہے کہ اس کے تعلقات بہت دور تک ہیں ویسے یہ کبھی زیر زمین دنیا میں کسی کے سامنے نہیں آیا۔ انتہائی خفیہ انداز میں کام کرتا ہے۔ مجھے بھی بڑی تگ و دو کے بعد اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں اس کی رہائش گاہ گولڈن ٹاؤن کی کوٹھی نمبر دس اے بلاک میں ہے۔ محل نما کوٹھی ہے"...... ٹائیگر نے تفصیل دیتے ہوئے کہا۔

" تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اسلم اور شہاب دونوں اس سے ملنے گئے تھے اور غائب ہو گئے۔ پوری تفصیل بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

" باس میں نے بڑی تگ و دو کے بعد ایک آدمی کو ٹریس کیا جو اسلم کا دست راست تھا لیکن کسی اختلاف کی وجہ سے اس سے کٹ گیا تھا۔ اس کا نام ارشد ہے۔ یہ خود بھی خاصا بڑا گینگسٹر ہے۔ ان دنوں اسلم سے اس کی صلح کی بات چیت چل رہی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسلم کی اس سے ملاقات طے تھی لیکن پھر اسلم کا فون آیا کہ

وہ اپنے باس شہاب کے ساتھ ایک بڑی وصولی کے لئے عالی جاہ کی رہائش گاہ پر جا رہا ہے۔ وہاں سے واپس آنے پر وہ اسے فون کرے گا اور پھر ملاقات کا وقت طے کرے گا لیکن اس کے بعد نہ ہی اسلم کا فون آیا اور نہ ہی اس کے بارے میں کچھ پتہ چلا۔ پھر اسلم کے ہیڈ کوارٹر پر انٹیلی جنس نے ریڈ کیا اور اس کے تمام آدمی گرفتار ہو گئے لیکن اسلم کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا اس لئے یہ بات طے ہے کہ اسلم اور شہاب دونوں اس عالی جاہ کے پاس کوئی بڑی رقم لینے گئے اور پھر غائب ہو گئے۔ جہاں تک کار کا تعلق ہے تو اس بارے میں بھی مجھے ارشد نے بتایا کہ بم دھماکے سے تباہ ہونے والی کار کا جلا ہوا ڈھانچہ اس نے وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا۔ گو یہ ڈھانچہ کسی طرح بھی قابل شناخت نہ رہا تھا لیکن اس کا ایک حصہ پوری طرح جلنے سے کسی طرح بچ گیا تھا اور اس پر اس نے واضح طور پر بلیک کراس کا نشان دیکھا تھا جو اسلم کا پسندیدہ نشان تھا اور اس نے یہ نشان نہ صرف اپنی کار کے رموں پر بنا رکھے تھے بلکہ کار کے چاروں ٹائروں پر بھی اس نے یہ نشان بنوا رکھا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق یہ نشان اس کے لئے خوش قسمتی کا باعث تھا۔ اس اطلاع کے بعد میں نے اس پولیس تھانے سے رابطہ کیا جس کے علاقے میں یہ واردات ہوئی تھی۔ ڈھانچہ وہاں ایک سائیڈ پر موجود تھا۔ اس کے ایک رم پر واقعی یہ نشان موجود تھا۔ اس کے علاوہ تھانے سے یہ معلوم ہوا کہ کار کی جلی ہوئی سیٹوں کے درمیان ایک فائر پروف

پلاسٹک کارڈ ملا ہے جس پر بلیک کراس کا نشان بنا ہوا ہے اور اس کے نیچے اسلم کا لفظ بھی لکھا ہوا ہے۔ شاید یہ کارڈ اسلم نے خوش قسمتی کے چکر میں بنوا کر کار میں رکھا ہو گا۔ بہرحال اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہ کار اسی کی تھی"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"گڈ۔ تم نے واقعی کام کیا ہے۔ تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو"...... عمران نے کہا۔

"میں چیف کلب کے سامنے پبلک فون بوتھ سے بول رہا ہوں"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"تم گولڈن ٹاؤن پہنچ جاؤ میں بھی وہیں آ رہا ہوں۔ اب اس عالی جاہ سے ملاقات ضروری ہے"...... عمران نے کہا۔

"باس میرا خیال ہے یہ عالی جاہ سیدھے ہاتھوں قابو میں نہیں آئے گا اس لئے اگر آپ حکم دیں تو میں اسے اغوا کر کے رانا ہاؤس لے آؤں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ یہ خاصا طاقتور آدمی ہے"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ سامنے نہیں آتا اور یہ بھی سنا ہوا ہے کہ اس نے اپنی رہائش گاہ پر بھی باقاعدہ لمبے چوڑے حفاظتی انتظامات کئے ہوئے ہیں۔ وہاں باقاعدہ سائنسی حفاظتی اقدامات بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسلح افراد کی بھی خاصی بڑی تعداد وہاں موجود رہتی ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ کسی صورت کسی سے اس وقت تک

ملاقات نہیں کرتا جب تک اس کے آدمی آنے والے کی مکمل تلاشی سائنسی آلات سے نہ لے لیں اور اس سلسلے میں وہ بڑے سے بڑے آدمی کا بھی لحاظ نہیں کرتا"...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم اسے کیسے اغوا کرو گے"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے اس کے ذاتی کمرے سے ملحقہ کوٹھی تک ایک خفیہ راستے کا پتہ چلا لیا ہے۔ اس ملحقہ کوٹھی میں صرف چار مسلح افراد رہتے ہیں۔ انہیں بے ہوش کیا جا سکتا ہے اور اس خفیہ راستے سے اس کے خاص کمرے میں اچانک داخل ہو کر اسے اغوا کیا جا سکتا ہے"۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"گڈ شو۔ تم واقعی کام کر رہے ہو۔ گڈ شو۔ مجھے تمہاری کارکردگی پسند آئی ہے۔ ٹھیک ہے تم وہاں پہنچ جاؤ۔ میں جوانا کو وہاں بھیج دیتا ہوں۔ تم دونوں مل کر اسے اغوا کر لاؤ اور سنو اگر ضرورت پڑے تو اس کے آدمیوں کو ہلاک بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسا آدمی لامحالہ ملک و قوم کے خلاف یقینی طور پر سازش میں شامل رہتا ہو گا"۔ عمران نے کہا۔

"تعریف کا بے حد شکریہ باس۔ آپ جوانا کو بھیج دیں۔ اسے کہہ دیں کہ وہ گولڈن ٹاؤن کے آغاز میں گولڈن ریستوران کے سامنے مجھے مل لے"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے اوکے کہہ کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جوزف۔ جوانا کہاں ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"موجود ہے باس۔ بلاؤں اسے"...... دوسری طرف سے جوزف کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہاں"...... عمران نے کہا تو رسیور پر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو ماسٹر میں جوانا بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد جوانا کی آواز سنائی دی۔

"جوانا کار لے کر گولڈن ٹاؤن کے آغاز میں واقع گولڈن ریستوران کے سامنے پہنچ جاؤ۔ وہاں ٹائیگر موجود ہو گا تم نے اور ٹائیگر نے ایک آدمی کو گولڈن ٹاؤن سے اغوا کر کے رانا ہاؤس لے آنا ہے۔ ٹائیگر تمہیں تفصیلات بتا دے گا"...... عمران نے کہا۔

"یس ماسٹر"...... دوسری طرف سے جوانا کی آواز سنائی دی۔

"رسیور جوزف کو دو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... دوسرے لمحے جوزف کی آواز سنائی دی۔

"جوزف۔ ٹائیگر اور جوانا ایک آدمی کو اغوا کر کے لے آئیں گے اس آدمی کو بلیک روم میں کرسی پر جکڑ دینا اور مجھے فلیٹ پر فون کر کے اطلاع دے دینا میں خود آکر اس سے پوچھ گچھ کروں گا"۔ عمران نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ پھر چند لمحوں بعد اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ سوپر فیاض آج آفس آیا ہو گا اس سے بات کراؤ"...... عمران نے کہا۔

"سپرنٹنڈنٹ صاحب بڑے صاحب کے آفس میں کافی دیر سے موجود ہیں۔ انسپکٹر رضا بھی ان کے ساتھ ہیں شاید کوئی میٹنگ ہو رہی ہے۔ اگر اپ کہیں تو بڑے صاحب کے آفس سے رابطہ کرا دوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ نہیں۔ میں نے تمہارے سوپر فیاض سے بات کرنی ہے تمہارے بڑے صاحب سے جھاڑ نہیں کھانی۔ میں پھر فون کر لوں گا"۔ عمران نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی چھوٹے صاحب"...... دوسری طرف سے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا گیا کیونکہ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سب لوگ عمران سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے فون آپریٹر عمران کی بات پر ہنس پڑا تھا۔ عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد اسے جوزف کی طرف سے عالی جاہ کی رانا ہاؤس پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ فلیٹ سے نکل کر کار میں رانا ہاؤس روانہ ہو گیا۔

رانا ہاؤس میں ٹائیگر بھی موجود تھا۔

"کیسے اغوا ہوا ہے یہ"...... عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔

"زیادہ گڑبڑ نہیں ہوئی البتہ اس ملحقہ کوٹھی کے چاروں افراد کو ہلاک کرنا پڑا۔ پھر اس خفیہ راستے سے جب ہم اس کے کمرے میں گئے تو وہاں بھی چار مسلح افراد موجود تھے۔ انہیں ہم نے گیس سے بے ہوش کر دیا لیکن جوانا نے ان چاروں بے ہوش افراد کی گردنیں بھی توڑ دیں۔ میں عالی جاہ کو اٹھا کر لے آیا اور پھر ہم دونوں خاموشی سے یہاں آگئے"...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"جوانا کو اپنی انگلیوں کی خارش مٹانے کا موقع مل گیا لیکن"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ فقرہ مکمل کرتا جوانا نے قریب آکر سلام کیا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے بڑے طویل عرصے بعد اس کی کوئی دیرینہ حسرت پوری ہوئی ہو۔

"میرا خیال ہے تمہارا نام اب جوانا کی بجائے بڑھاپا رکھ دیا جائے۔ کیوں"...... عمران نے انتہائی سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

"وہ کیوں ماسٹر۔ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے"...... جوانا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بے ہوش افراد کی گردنیں توڑنے والا جوان کیسے ہو سکتا ہے"...... عمران کا لہجہ اسی طرح سرد تھا۔

"وہ ماسٹر چونکہ فائرنگ کے لئے ٹائیگر نے منع کر دیا تھا اس لئے

میں نے ایسا کیا۔ میں نے تو ٹائیگر سے کہا تھا کہ میں باہر جا کر سب کا خاتمہ کر دیتا ہوں لیکن اس نے منع کر دیا اور چونکہ آپ نے اسے لیڈر بنایا تھا اس لئے مجبوراً مجھے اس کی بات ماننا پڑی"...... جوانا نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بھی ٹائیگر نے کہا تھا کہ تم بے ہوش افراد کی گردنیں توڑو۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ جوانا کسی بے ہوش پڑے ہوئے آدمی پر طاقت آزمائے گا"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو جوانا کو شاید پہلی بار ادراک ہوا کہ عمران اصل میں کیا کہنا چاہتا ہے۔

"اوہ ماسٹر۔ آپ کا مطلب ہے کہ مجھے انہیں ہوش میں لا کر ان سے لڑ کر ان کا خاتمہ کرنا چاہئے تھا۔ میں نے تو ایسا سوچا تھا لیکن ٹائیگر نے کہا جلدی کرو اور جلدی میں تو یہی ہو سکتا ہے۔ ویسے مجھے اب خیال آ رہا ہے کہ مجھ سے واقعی حماقت ہو گئی ہے۔ آئی ایم سوری"...... جوانا نے انتہائی افسوس بھرے لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تمہاری اس معذرت نے آج تمہیں بچا لیا ہے ورنہ میں بھی جوزف کو حکم دے دیتا کہ جب تم سوئے ہوئے ہو تو تمہاری گردن دبا دے۔ بہرحال آئندہ احتیاط کرنا۔ میں یہاں رانا ہاؤس میں جوانا کو دیکھنا چاہتا ہوں بڑھاپے کو نہیں۔ بڑھاپے کے لئے اولڈ ہاؤس علیحدہ بنے ہوئے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"یس ماسٹر آئندہ آپ کو شکایت نہ ہو گی"...... جوانا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا تو عمران ٹائیگر سمیت بلیک روم کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک روم میں ایک ادھیڑ عمر آدمی بے ہوشی کے عالم میں کرسی کے راڈز میں جکڑا ہوا موجود تھا۔ اس کا چہرہ بھاری تھی اور وہ سر سے گنجا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی لباس تھا لیکن لباس کی نوعیت بتا رہی تھی کہ یہ لباس وہ گھر میں استعمال کرتا ہو گا۔

"جب تم اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو یہ کیا کر رہا تھا"۔ عمران نے کرسی سے بیٹھتے ہوئے ٹائیگر سے پوچھا۔

"ان چاروں مسلح افراد کو ہدایات دے رہا تھا۔ شاید کسی کو اغو کرنا مقصود تھا لیکن نام سامنے نہیں آیا تھا۔ چونکہ مجھے خطرہ تھا کہ ہو سکتا کہ اسے ہماری موجودگی کا علم ہو جائے اور وہ کوئی سائنسی حرب ہمارے خلاف استعمال کر دے اس لئے میں نے فوری طور پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی تھی"...... ٹائیگر نے جواب دی اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جوزف بلیک روم میں پہلے سے موجود تھا۔

"جوزف کو بتا دیا ہے تم نے کہ اسے کس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"جوزف اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے جوزف سے کہ تو جوزف نے الماری کھول کر ایک لمبی گردن والی بوتل اٹھائی اور

عالی جاہ کے قریب پہنچ کر اس نے اس کا ڈھکن ہٹایا اور بوتل کا دہانہ اس کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی، اس کا ڈھکن بند کیا اور پھر اسے واپس لے جا کر الماری میں رکھ دیا۔

"کوڑا اٹھا کر اس کے قریب کھڑے ہو جائے"...... عمران نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر دیوار سے لٹکا ہوا ایک خار دار کوڑا اٹھا کر وہ عالی جاہ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے عالی جاہ نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھوں میں دھند سی چھائی رہی لیکن پھر پوری طرح شعور بیدار ہوتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

"یہ۔ یہ میں کہاں ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ کون ہو تم"۔ عالی جاہ نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں پہلے ادھر ادھر اور پھر سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے عمران اور ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام عالی جاہ ہے اور اسلم اور شہاب تمہاری رہائش گاہ پر آئے تھے۔ بولو کیا کیا تم نے ان کا"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کون اسلم اور کون شہاب۔ میں تو کسی کو نہیں جانتا۔ تم کون ہو اور یہ میں کہاں ہوں"...... عالی جاہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جوزف"...... عمران نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے چونکا ہو کر جواب دیا۔

"عالی جاہ کی گم شدہ یادداشت واپس لے آؤ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے کہا اور کوڑا ہوا میں چٹخاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ میں اس ملک کا معزز آدمی ہوں، ٹیکس گزار ہوں، شریف آدمی ہوں۔ تم کون ہو اور کیا کر رہے ہو"...... عالی جاہ نے دیو ہیکل جوزف کو انتہائی غضبناک انداز میں کوڑا چٹخاتے اور اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں کہ جو میں پوچھ رہا ہوں سچ سچ بتا دو ورنہ اس دیو کا ہاتھ نہیں رکے گا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔ عالی جاہ نے کہا تو عمران نے جوزف کو ہاتھ سے اشارہ کر دیا۔ دوسرے لمحے کمرہ شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی عالی جاہ کی انتہائی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران چونکہ خاموش بیٹھا رہا تھا اس لئے جوزف کا ہاتھ مسلسل چلتا رہا لیکن تیسرے کوڑے پر ہی عالی جاہ کا سر ڈھلک گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کا چہرہ اور جسم خون سے سرخ ہو رہا تھا اور کپڑے ادھڑ گئے تھے۔

"اسے پانی پلاؤ"...... عمران نے کہا تو جوزف نے خون آلود کوڑا وہیں فرش پر رکھا اور واپس الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے ایک بڑی سی پانی سے بھری ہوئی بوتل اٹھائی اور پھر

واپس عالی جاہ کے قریب آ کر اس نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور بوتل میں موجود تقریباً آدھا پانی اس نے اس کے سر اور چہرے پر انڈیل دیا۔ پانی پڑتے ہی عالی جاہ چیختا ہوا ہوش میں آیا تو جوزف نے اس کا سر ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں موجود بوتل اس کے منہ سے لگا دی۔ عالی جاہ نے غٹاغٹ پانی پینا شروع کر دیا۔ جب کافی پانی اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو جوزف نے بوتل ہٹائی اور بوتل میں موجود باقی پانی اس نے اس کے جسم پر موجود زخموں پر انڈیل دیا۔ خالی بوتل ایک طرف ڈال کر اس نے فرش پر پڑا ہوا خون آلو کوڑا دوبارہ اٹھا لیا۔ عالی جاہ اب اس طرح لمبے لمبے سانس لے رہا تھا جیسے کافی عرصے بعد اسے سانس لینے کا موقع ملا ہو۔ اس کا چہرہ بری طرح بگڑا ہوا تھا اور آنکھوں میں اب شدید خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ وہ شاید فیلڈ کا آدمی نہیں تھا اور صرف حکم دینا جانتا تھا اس لئے تین چار ضربات نے ہی اسے ذہنی اور جسمانی دونوں لحاظ سے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔

"ہاں۔ اب تمہاری یادداشت واپس آئی ہے یا پھر جوزف کو حکم دے دوں۔ یہ سوچ لو کہ اس بار تم سے کوئی رعایت نہیں ہو گی"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ میں بتا دیتا ہوں لیکن مجھے تم بتاؤ کہ تم کون ہو"۔ عالی جاہ نے رک رک کر کہا۔

"فی الحال تم ہمیں خدائی فوجدار سمجھ سکتے ہو۔ بولو ورنہ پھر

تمہاری روح سب کچھ بتا دے گی لیکن تمہارا جسم گٹر کے کیڑوں کی خوراک بن جائے گا اور یہ بھی سن لو کہ تمہیں جس طرح اغوا کیا گیا ہے کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ عالی جاہ اپنے کمرے سے کہاں غائب ہو گیا ہے اور اگر تم نے سب کچھ سچ بتا دیا تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں زندہ واپس تمہارے کمرے تک پہنچا دیا جائے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ تم محض ایک آلہ کار ہو"...... عمران نے کہا۔

"مم۔ مم۔ میں بتا دیتا ہوں پلیز مجھے مت مارو۔ اسلم اور شہاب دونوں کو میں نے ہلاک کرا کر ان کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈلوا دی تھیں اور ان کی کار کو ایک ویران جگہ پر بم دھماکے سے تباہ کرا دیا تھا"...... آخر کار عالی جاہ نے زبان کھول دی۔

"کیوں"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ۔وہ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ان کے ذریعے مجھ تک پہنچ سکے۔ وہ گھٹیا درجے کے بدمعاش تھے اس لئے وہ زبان کھول سکتے تھے"...... عالی جاہ نے کہا۔

"کیا کام لیا تھا تم نے ان سے"...... عمران نے پوچھا۔

"دہشت گردی کرائی تھی گراس ڈیم پر۔ گراس ڈیم کے گیٹ بموں سے اڑوائے تھے"...... عالی جاہ نے جواب دیا۔

"اس سے پہلے مشینری کا پرزہ بھی تم نے ان کے ذریعے ہی چوری کرایا تھا"...... عمران نے کہا۔

"وہ۔وہ میں نے"...... عالی جاہ نے چونک کر کہا اور پھر خاموش

ہو گیا۔

"جوزف اس کی یادداشت پھر غائب ہو رہی ہے"...... عمران نے جوزف سے کہا۔

"مم۔ مم بتاتا ہوں۔ اب کچھ چھپانا بیکار ہے۔ میں بتاتا ہوں۔ ہاں میں نے وہ پرزہ چوری کرایا تھا اور پھر چوری کرنے والے سب افراد کو ہلاک کرا دیا تھا"...... عالی جاہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے وہ پرزہ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرے پاس تو نہیں ہے۔ میں نے تو صرف چوری کرایا تھا"...... عالی جاہ نے جواب دیا۔

"دیکھو عالی جاہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تم سے بیٹھا انٹرویو کرتا رہوں اس لئے خود ہی سب کچھ تفصیل سے بتا دو کس نے تمہیں پرزہ چوری کرنے کے لئے کہا اور تم نے پرزہ کہاں بھجوایا اور یہ گیٹ بموں سے کیوں تباہ کروائے۔ کس کے کہنے پر کرائے۔ سب کچھ خود ہی تفصیل سے بتا دو لیکن یہ بتا دوں کہ جو کچھ تم بتاؤ گے وہ باقاعدہ کنفرم کیا جائے گا اور دوسری بات یہ کہ مجھے بولنے والے کے لہجے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا وہ سچ بول رہا ہے اور کیا جھوٹ اس لئے جیسے ہی تمہارے منہ سے جھوٹ پر مبنی الفاظ نکلے جوزف کا ہاتھ حرکت میں آ جائے گا"...... عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بتا دیتا ہوں۔ جس علاقے میں گراس ڈیم بنایا جا رہا ہے اس علاقے کا ایک بہت بڑا آدمی ہے جس کا نام سردار خان ہے۔ اس سردار خان کا وہاں بہت بڑا نیٹ ورک ہے۔ ہر قسم کے جرائم کا نیٹ ورک لیکن وہ کبھی سامنے نہیں آتا اور اس کا نیٹ ورک بھی خفیہ رہتا ہے۔ اس گراس ڈیم کے لئے جس علاقے کا انتخاب کیا گیا ہے یہ سارا علاقہ اسی سردار خان کی ملکیت ہے اس لئے سردار خان نہیں چاہتا کہ وہاں گراس ڈیم بنایا جائے لیکن وہ خود سامنے بھی نہیں آنا چاہتا تھا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ اس کے آدمیوں میں سے کوئی حکومت کو مخبری کر سکتا ہے کیونکہ گراس ڈیم وہاں کے لوگوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل منصوبہ ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے کہا کہ میں اس ڈیم کی تعمیر اس انداز میں رکواؤں کہ حکومت کی خفیہ ایجنسیاں بھی حرکت میں نہ آئیں اور کام بھی ہو جائے۔ میں نے اسے بہت سی تجاویز پیش کیں لیکن اس نے کسی تجویز پر اتفاق نہیں کیا۔ وہ وہاں کوئی ایسی واردات نہیں چاہتا تھا جس پر سیکرٹ سروس یا ملٹری انٹیلی جنس کام کرنا شروع کر دے کیونکہ اس طرح اس کا نیٹ ورک بھی سامنے آ سکتا تھا۔ چنانچہ آخرکار یہ طے ہوا کہ وہاں موجود مشینری کا کوئی ایسا پرزہ چوری کر لیا جائے جس کے بغیر یہ مشینری بیکار ہو جائے۔ چونکہ یہ مشینری بے حد قیمتی ہے اور حکومت نے عالمی امداد لے کر اسے منگوایا ہے اس لئے سردار خان کا خیال تھا کہ دوبارہ بھاری رقم حکومت خرچ نہیں کر سکے گی اور گراس ڈیم کی

بجائے کوئی اور تجویز اس بارے میں سوچے گی اس طرح اس کی زمینیں گراس ڈیم سے بچ جائیں گی۔ چنانچہ ہم نے کارمن رابطہ کیا جہاں سے یہ مشینری آئی تھی۔ وہاں ہمارا رابطہ ایک ایسے ایجنٹ سے ہوا جو اس مشینری کو پہنچانے میں شامل تھا۔ اس کو انتہائی بھاری دولت دی گئی تو اس نے اس پرزے کی نشاندہی کر دی اور اس کی تفصیلات بھی مہیا کر دیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ حکومت کارمن صرف یہ پرزہ پاکیشیا کو سپلائی نہیں کرے گی اور نہ ہی پاکیشیا کے انجینئرز اپنے طور پر یہ پرزہ تیار کر سکیں گے اور جس قدر بھاری رقم اس مشینری کے لئے ادا کی گئی ہے اس قدر بھاری رقم دوبارہ خرچ نہیں کی جا سکتی اس طرح ہم کنفرم ہو گئے کہ پرزہ چوری ہو جانے سے گراس ڈیم کا منصوبہ واقعی ترک کر دیا جائے گا۔ یہ تفصیلات جب سردار خان کو بتائی گئیں تو وہ بے حد خوش ہوا۔ چنانچہ ہم نے یہ پرزہ چوری کرا لیا اور پھر یہ پرزہ ہم سے سردار خان کے آدمی آ کر لے گئے۔ لیکن سردار خان نے ہمیں کہا کہ ہم یہ معلوم کرتے رہیں کہ پرزہ چوری ہونے کا کیس کسی بڑی ایجنسی کو تو نہیں جا رہا۔ چنانچہ ہم نے معلومات کیں تو ہمیں بتایا گیا کہ کیس تو انٹیلی جنس کے پاس ہے لیکن اسے دہشت گردی کی کارروائی نہیں سمجھا جا رہا اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ کیس سیکرٹ سروس کو منتقل ہو جائے۔ چنانچہ اسے روکنے کے لئے ہم نے اسلم اور شہاب کے ذریعے گراس ڈیم کے دو گیٹ بموں سے اڑوا دیئے تاکہ یہ بات حتمی طور پر

طے ہو جائے کہ پہلی اور دوسری کارروائی دہشت گردوں کی ہے اس طرح کیس انٹیلی جنس کے پاس ہی رہے گا۔ چونکہ میرے ذہن میں خارخدشہ تھا کہ ان دونوں کی وجہ سے انٹیلی جنس بھی مجھ تک پہنچ سکتی ہے اس لئے میں نے ان دونوں کو اپنی رہائش گاہ پر بلوا کر انہیں ہلاک کرا دیا"..... عالی جاہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"سردار خان کے بارے میں کیا تفصیل ہے"..... عمران نے کہا۔

"کوئی اس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتا۔ صرف اس کا نام استعمال ہوتا ہے یا سفید رومال جس کے درمیان ایک سیاہ رنگ کے منہ زور گھوڑے کی تصویر ہوتی ہے۔ بس یہی نشانیاں ہوتی ہیں"۔ عالی جاہ نے جواب دیا۔

"کیا تمہارا اس سے رابطہ فون پر ہوتا ہے یا ٹرانسمیٹر پر"۔ عمران نے پوچھا۔

"فون پر اور یہ فون اس علاقے کے ایک ہوٹل کا فون ہے۔ اس ہوٹل کا نام مالا بار ہوٹل ہے۔ وہاں کال کرو اور جو بولے اسے کہا جائے کہ سیاہ گھوڑے سے بات کراؤ تو سردار خان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور بات ہو جاتی ہے"..... عالی جاہ نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے وہ ہوٹل والے اس کا نمبر جانتے ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"ہو سکتا ہے لیکن آج تک سنا تو نہیں ہے کہ کوئی اسے ٹریس کر

سکا ہو"..... عالی جاہ نے جواب دیا۔

"کیا نمبر ہے"..... عمران نے کہا تو عالی جاہ نے نمبر بتا دیا۔

"جوزف فون لے آؤ"..... عمران نے جوزف سے کہا تو جوزف نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا زمین پر رکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اب تو بتا دو کہ تم کون ہو اور تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے"۔ عالی جاہ نے کہا۔

"بتایا تو ہے کہ ہم خدائی فوجدار ہیں اور بس"..... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو عالی جاہ ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کارڈلیس فون پیس تھا۔ عمران نے اس سے فون پیس لے لیا۔

"میں نمبر پریس کر رہا ہوں تم نے سردار خان سے بات کرنی ہے تاکہ تم نے جو کچھ بتایا ہے وہ کنفرم ہو سکے"..... عمران نے فون پیس ہاتھ میں لے کر عالی جاہ سے کہا۔

"میں اسے کیا کہوں"..... عالی جاہ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جو مرضی آئے کہو۔ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے میں صرف کنفرمیشن چاہتا ہوں اور بس"..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون آن کر کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا اور فون پیس ساتھ بیٹھے ہوئے ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔ ٹائیگر نے اٹھ کر فون پیس عالی جاہ کے کان

سے لگا دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"مالا بار ہوٹل"...... اچانک ایک سخت اور کھردری سی آواز سنائی دی۔

"دارالحکومت سے عالی جاہ بول رہا ہوں۔ سیاہ گھوڑے سے بات کراؤ"...... عالی جاہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو سردار خان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری اور سخت سی آواز سنائی دی۔

"عالی جاہ بول رہا ہوں سردار خان۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ کیس انٹیلی جنس کے پاس ہی ہے اور حتمی طور پر یہ طے ہو چکا ہے کہ کیس انٹیلی جنس کے پاس ہی رہے گا۔ دونوں کارروائیوں کو دہشت گردی کی کارروائیاں قرار دے دیا گیا ہے"۔ عالی جاہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے اچھی خبر ہے اور کچھ"...... دوسری طرف سے اسی طرح سخت لہجے میں کہا گیا۔

"نہیں۔ بس یہی اطلاع دینی تھی"...... عالی جاہ نے کہا۔

"اوکے شکریہ"...... سردار خان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا گیا تو ٹائیگر نے فون آف کر دیا۔

"مجھے دو یہ فون"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے فون پیس عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"جوزف اس عالی جاہ کا منہ بند کر دو"...... عمران نے کہا تو

جوزف نے آگے بڑھ کر عالی جاہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ عمران نے وہی نمبر دوبارہ پریس کر دیئے۔ لاؤڈر کا بٹن پہلے سے ہی پریسڈ تھا۔

"مالا بار ہوٹل"...... رابطہ قائم ہوتے ہی وہی پہلے والی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"عالی جاہ بول رہا ہوں سیاہ گھوڑے سے بات کراؤ میں نے اس سے فوری طور پر انتہائی ضروری بات کرنی ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہولڈ آن کرو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سردار خان بول رہا ہوں۔ ابھی تو تم نے فون کیا تھا پھر اتنی جلدی"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"میں ایک بات بتانا بھول گیا تھا سردار خان کہ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض بہت تیزی سے اس کیس پر کام کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ تک پہنچ جائے۔ گو میں نے نیچے والے آدمیوں کو ختم کر دیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس سپرنٹنڈنٹ کے بارے میں بھی کچھ کرنا چاہئے"...... عمران نے عالی جاہ کے لہجے میں کہا۔ عالی جاہ کے چہرے پر عمران کو اس طرح اپنی آواز اور لہجے میں بات کرتے دیکھ کر انتہائی حیرت کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے لیکن چونکہ اس کے منہ پر جوزف کا ہاتھ تھا اس لئے وہ اس حیرت کا اظہار زبان سے نہ کر سکتا تھا۔

"اس کی فکر مت کرو انٹیلی جنس میں میرے کئی آدمی موجود ہیں میں اس کا بندوبست خود کر دوں گا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی فون آف کر دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"جوزف اسے بے ہوش کر دو"...... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر بھی خاموشی سے اس کے پیچھے تھا۔

"ٹائیگر تم جا کر اس سردار خان کو تلاش کرو اور پھر مجھے اطلاع کرنا"...... عمران نے باہر آکر ٹائیگر سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کر لوں گا لیکن اس عالی جاہ کا آپ کیا کریں گے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"یہ اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کا پورا گروپ ہے اس لئے اسے میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کے حوالے کر دوں گا وہ خود ہی باقی ساری کارروائی کر لے گا"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور سلام کر کے وہ پورچ کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف بھی واپس آگیا۔

"میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے باس"...... جوزف نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی اسے یہاں پڑا رہنے دو میں فلیٹ پر جا رہا ہوں۔ میں اس بارے میں فون پر تمہیں مزید ہدایات دوں گا"۔ عمران نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے جواب دیا اور عمران پورچ میں موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

سوپر فیاض نے جیپ عمران کے فلیٹ کے باہر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ اسے خدشہ تھا کہ اس کے پہنچنے تک عمران کہیں چلا نہ جائے لیکن دروازے پر تالا نہ دیکھ کر اسے خاصا سکون سا ہوا تھا۔ اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور پھر اس وقت تک اسے نہیں ہٹایا جب تک دروازہ ایک جھٹکے سے نہیں کھل گیا تھا۔ دروازے پر سلیمان انتہائی بگڑا ہوا چہرہ لئے کھڑا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے جناب کال بیل بجانے کا"...... سلیمان نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہٹو سامنے سے۔ تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھنے والے"۔ سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

"کون احمق تھا سلیمان" ...... عمران کی آواز ڈرائنگ روم سے سنائی دی تو سوپر فیاض کے قدم ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

"میں تھا وہ احمق۔ اب بولو" ...... سوپر فیاض نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی انتہائی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے ارے تم سوپر فیاض۔ تم کیسے احمق ہو سکتے ہو۔ ایسا آدمی جو کسی کو اپنا ملکیتی فلیٹ دے دے اور پھر نہ اس کا کرایہ طلب کرے اور نہ فلیٹ خالی کرائے ایسا آدمی کیسے احمق ہو سکتا ہے۔ بیٹھو بیٹھو۔ آخر تم لینڈ لارڈ ہو۔ اوہ سوری فلیٹ لارڈ ہو بیٹھو" ۔ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ میری عقلمندی ہے کہ میں تمہیں دوست سمجھ کر تم سے فلیٹ خالی نہیں کراتا اور تم مجھے الو سمجھتے ہو" ...... سوپر فیاض نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سمجھتا ہوں کیا مطلب۔ جب تم ہو الو تو پھر میرے سمجھنے کا کیا مطلب" ...... عمران نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔ خبردار اگر آئندہ بکواس کی تو کھوپڑی توڑ دوں گا سمجھے" ...... سوپر فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے خود ہی تو کہہ رہے ہو کہ تم احمق ہو اور الو کو بھی احمق ہی کہا جاتا ہے اور اب خود ہی بگڑ رہے ہو" ...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"الو عقلمند ہوتا ہے سمجھے۔ پورے یورپ اور ایکریمیا میں اسے

عقلمند سمجھا جاتا ہے" ...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو عقلمند ہی سہی۔ اب تو خوش ہو۔ بہرحال بات تو وہی ہے کہ تم الو ہو احمق نہ سہی عقلمند سہی" ...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو بکواس کی ضرورت نہیں ہے۔ کہاں ہیں وہ گراس ڈیم والے مجرم۔ بولو کہاں ہیں وہ" ...... سوپر فیاض نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے وہ اب الو کے بارے میں کیا جواب دے سکتا تھا۔

"گراس ڈیم۔ کیا مطلب۔ گراس تو گھاس کو کہتے ہیں۔ گھاس کا ڈیم بھی بن گیا ہے حیرت ہے پہلے پاکیشیا کا پوری دنیا میں ریکارڈ تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا مٹی کا بنا ہوا ڈیم پاکیشیا میں ہے اور اب گراس ڈیم بھی بنا لیا گیا ہے۔ واہ بڑے عقلمند ہیں۔ اوہ سوری بڑے الو ہیں ہمارے سائنس دان" ...... عمران نے کہا۔

"دیکھو عمران۔ تم میرے دوست ہو۔ میرے بھائی ہو۔ میرے ہمدرد ہو اور اس گراس ڈیم نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ تمہارے ڈیڈی الٹا میرے سر پر سوار ہیں۔ پلیز میری مدد کرو" ...... فیاض اچانک منتوں پر اتر آیا۔

"سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب" ...... عمران نے سوپر فیاض کی بات کا جواب دینے کی بجائے سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"جی صاحب"...... دوسرے لمحے سلیمان دروازے پر نمودار ہو چکا تھا۔

"سوپر فیاض میرا دوست ہے۔ میرا بھائی ہے۔ میرا ہمدرد ہے اور سوپر فیاض بے حد پریشان ہے۔ مجھ سے مدد کا خواہاں ہے۔ تم بتاؤ کہ اس وقت کیا پوزیشن ہے۔ کتنی مدد کی جا سکتی ہے"...... عمران نے کہا۔

"جناب سوپر فیاض واقعی ہمارے مہربان ہیں اور میں تو ذاتی طور پر ان کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ دلی طور پر ان کی عزت کرتا ہوں لیکن جناب موجودہ حالات میں تو زبانی مدد ہی کی جا سکتی ہے"۔ سلیمان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی واپس مڑ گیا۔

"اب تم بتاؤ میرے بھائی، میرے دوست، میرے ہمدرد ان حالات میں کس طرح تمہاری زبانی مدد کروں"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض جو ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا، نے بھاری بٹوہ نکالا اور اس میں سے ہزار ہزار والے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر اس نے میز پر پھینک دیں۔

"لو مرو یہ دو لاکھ ہیں۔ اب بکو کہاں ہیں مجرم"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"پندرہ لاکھ روپے سے کم سودا نہیں ہو سکتا سوپر فیاض"۔ عمران نے بڑے خشک لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ کہاں ہیں

مجرم"...... سوپر فیاض نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

"بیس لاکھ"...... عمران نے اسی طرح خشک لہجے میں جواب دیا۔

"تو تم نہیں بتاؤ گے۔ ٹھیک ہے نہ بتاؤ"...... سوپر فیاض نے اچانک بدلے ہوئے لہجے میں کہا اور میز پر پڑے ہوئے نوٹ اٹھانے لگا لیکن عمران نے دونوں گڈیاں جھپٹ لیں۔

"ارے ارے یہ تو پیشگی ہے۔ یہ کیسے واپس ہو سکتی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"میری رقم واپس کر دو۔ مجھے نہیں چاہئیں مجرم اور ابھی میں بڑے صاحب کو فون کر کے بتا دیتا ہوں کہ مجرم عمران کے پاس ہیں اور اس نے انہیں پناہ دے رکھی ہے پھر میں دیکھوں گا کہ تم کیسے نہیں بتاتے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کرو فون تاکہ وہ یہاں آئیں تو میں انہیں رشوت میں دی گئی رقم پیش کر دوں۔ پھر رشوت کا کیس بھی بھگتنا اور یہ بھی بتانا کہ یہ دو لاکھ تمہارے پاس کہاں سے آئے ہیں"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور فون اٹھا کر اس نے سوپر فیاض کے سامنے رکھ دیا۔

"تو تم نہیں دو گے مجرم۔ نہیں دو گے۔ واقعی نہیں دو گے"۔ سوپر فیاض کی آنکھیں سکڑتی جا رہی تھیں اور اس کے منہ سے جیسے الفاظ لاشعوری طور پر نکلتے چلے جا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا

ہاتھ تیزی سے اپنے سرکاری ریوالور کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

"ارے ارے۔ یہ لو اپنی رقم اور ساتھ ہی مجرم بھی لو۔ خودکشی مت کرنا۔ ایک تو سلمیٰ بھابھی بیوہ ہو جائے گی، بچے یتیم ہو جائیں دوسرا تمہاری یہاں خودکشی کرنے سے مجھے اور سلیمان دونوں کو جیل کی ہوا کھانی پڑے گی"...... عمران نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گڈیاں اس کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا کیونکہ وہ سوپر فیاض کی ذہنی نفسیات کو اس سے بھی زیادہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سوپر فیاض کیا کرنے جا رہا ہے اور اس جیسے آدمی سے کچھ بعید بھی نہ تھا کہ وہ زچ ہونے کی انتہا پر پہنچ کر خودکشی کر لیتا۔ اس کے اس انداز پر سوپر فیاض نے بے اختیار دونوں ہاتھوں میں سر پکڑ لیا۔

"یا اللہ مجھے معاف کر دے۔ مجھے معاف کر دے۔ میرے جو بھی گناہ ہوں انہیں معاف کر دے۔ اب میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں"۔ سوپر فیاض پر بے بسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا۔ وہ ٹرالی دھکیلتا ہوا آ رہا تھا جس پر چائے اور سنیکس کا سامان تھا۔

"سلیمان یہ لو دو لاکھ روپے۔ یہ تم رکھ لو"...... سوپر فیاض نے اچانک میز پر پڑے ہوئے نوٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"سوری جناب میں کسی سے بغیر کسی کام کے رقم نہیں لے سکتا اس طرح یہ رقم حرام ہو جاتی ہے"...... سلیمان نے روکھا سا منہ

بناتے ہوئے جواب دیا تو سوپر فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"ارے ارے سنو۔ میں تو مجرم تمہارے حوالے کر رہا ہوں اور تم بھاگے جا رہے ہو"...... عمران نے چیختے ہوئے کہا تو سوپر فیاض جو دروازے تک پہنچ گیا تھا تیزی سے واپس مڑا۔

"سنو عمران مجھ سے مزید کوئی مذاق نہ کرو سمجھے ورنہ میں واقعی سلمیٰ اور بچوں کو ہلاک کر کے خودکشی کر لوں گا۔ اب میں مزید برداشت نہیں کر سکتا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"آؤ بیٹھو اور یہ نوٹ اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لو۔ آؤ چائے پیو۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ میں تو تمہارے ساتھ مذاق کرتا ہوں۔ بہرحال آئی ایم سوری۔ بیٹھو"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو سوپر فیاض ہونٹ چباتا ہوا واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔ سلیمان نے چائے کی پیالی بنا کر اس کے سامنے تپائی پر رکھ دی اور پھر ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"یہ رقم اٹھا کر جیب میں ڈال لو۔ میری طرف سے سلمیٰ بھابھی اور بچوں کے لئے کوئی تحفہ خرید لینا"...... عمران نے کہا لیکن سوپر فیاض نے رقم کی طرف ہاتھ تک نہ بڑھایا اور خاموش پتھریلا چہرہ لئے بیٹھا ہوا تھا۔ شاید اسے ابھی تک یقین نہ آ رہا تھا کہ عمران جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہے۔

"سنو اسلم اور شہاب دونوں نے اپنے گروپ کے آدمیوں سے

گراس ڈیم کی دونوں وارداتیں کرائی ہیں اور انہیں یہاں کے ایک خفیہ گینگسٹر عالی جاہ نے بک کیا تھا۔ پھر عالی جاہ جو بظاہر ایک بہت بڑا تاجر ہے دراصل اس کا پورا گروپ ہے اور وہ ہر قسم کے بڑے جرائم میں ملوث رہتا ہے۔ گولڈن ٹاؤن کی کوٹھی میں رہتا ہے۔ اس عالی جاہ نے ان دونوں کو اپنی رہائش گاہ پر بلوا کر ہلاک کروا دیا اور ان کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈلوا دیں اور ان کی کار کو ایک ویرانے میں لے جا کر بم سے تباہ کرا دیا اور اس عالی جاہ نے یہ کام گراس ڈیم کے علاقے کے ایک اور گینگسٹر سردار خان کے کہنے پر کیا تھا۔ وہ پرزہ بھی سردار خان کے آدمی اس سے لے گئے ہیں اور عالی جاہ اس وقت رانا ہاؤس میں بے ہوشی کے عالم میں موجود ہے۔ میں جوزف کو کہہ دیتا ہوں تم رانا ہاؤس چلے جاؤ اور وہاں سے اس عالی جاہ کو وصول کر لو اور پھر اس کے پورے گینگ کو گرفتار کر لو اس طرح مجرم پکڑے جائیں گے اور تم ڈیڈی کے سامنے سرخرو ہو جاؤ گے"۔ عمران نے کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو"...... سوپر فیاض نے اب بھی یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"سو فیصد سچ کہہ رہا ہوں۔ تم چائے پیو میں تمہارے سامنے جوزف کو کہہ دیتا ہوں"...... عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے اور پھر لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جوزف۔ عالی جاہ کی کیا پوزیشن ہے"۔ عمران نے کہا۔

"وہ بے ہوش ہے باس"...... جوزف نے جواب دیا۔

"اوکے ابھی تمہارے پاس سوپر فیاض پہنچے گا تم عالی جاہ کو اسی بے ہوشی کے عالم میں اس کی جیپ میں ڈال دینا۔ وہ اسے لے جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے جوزف نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"تم۔ تم واقعی عظیم ہو۔ مجھے معاف کر دو پلیز۔ مجھے معاف کر دو"۔ سوپر فیاض نے یکلخت دانت نکالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جلدی سے اپنا بٹوہ دوبارہ نکالا اور پہلے کی طرح دو اور گڈیاں نکال کر اس نے عمران کی طرف بڑھا دیں۔

"بس میرے پاس یہی ہیں۔ یہ سب لے لو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"نہیں مجھے رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو تم سے رقم صرف اس لئے لیتا ہوں تاکہ تمہاری طرف سے مستحق لوگوں تک پہنچا سکوں۔ میں نے یا سلیمان نے آج تک تم سے لیا ہوا ایک روپیہ بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ یہ تم رکھ لو"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو تم ناراض ہو۔ دیکھو میں سچ کہہ رہا ہوں اس وقت میرے

پاس اور رقم نہیں ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"سلیمان"...... عمران نے سلیمان کو آواز دی۔

"جی صاحب"...... کسی جن کی طرح دوسرے ہی لمحے سلیمان دروازے پر نمودار ہو چکا تھا۔

"یہ رقم اٹھاؤ اور سوپر فیاض کی طرف سے کسی رفاہی ادارے کو دے کر رسید بنا کر سوپر فیاض کے آفس دے آنا"...... عمران نے کہا۔

"جی بہت بہتر"...... سلیمان نے اسی طرح انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر اس نے سارے نوٹ اٹھائے اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"صاحب اگر جلدی ہو تو رسید ابھی بنا دوں"...... سلیمان نے دروازے کے قریب مڑ کر کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ تم رسید کیسے بنا سکتے ہو"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"صاحب میں دنیا کے سب سے زیادہ مستحق ادارے کا اکلوتا مینجر ہوں اس لئے میں نے رسید بک اور مہر اپنے پاس رکھی ہوئی ہے تاکہ مخیر حضرات کو انتظار کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے"...... سلیمان نے اسی طرح انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"خبردار۔ یہ رقم اس ادارے میں جمع کراؤ جس کا مینجر میں ہوں اور تم خزانچی ہو۔ سمجھے"...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں ہی شیطان ہو۔ پکے شیطان۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ تم کیا کرتے ہو"...... سوپر فیاض بے اختیار بے بسی کے انداز میں ہنس پڑا۔

"سوری جناب۔ میرا ادارہ زیادہ مستحق ہے اس لئے خدا حافظ"۔ سلیمان نے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر چلا گیا۔

"اب تم بتاؤ میں کیا کروں میرا مستحق ادارہ تو بے چارہ ویسے ہی مستحق کا مستحق ہی رہ گیا"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بس بس۔ یہ سب اداکاری اب بند کرو۔ پہلے بھی تمہاری اس گرگٹ نما اداکاری کی وجہ سے میں جذبات میں آکر مزید دو لاکھ روپے دے چکا ہوں۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ سردار خان کون ہے اور پرزہ کہاں ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"عالی جاہ نے تو یہی بتایا ہے کہ سردار خان کبھی کسی کے سامنے نہیں آیا البتہ وہاں مالابار ہوٹل کو فون کیا جائے اور وہاں سے بولنے والے کو کہا جائے کہ سیاہ گھوڑے سے بات کرنی ہے تو سردار خان سے بات ہو سکتی ہے"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے اب میں خود ہی اس سردار خان کو پکڑ لوں گا اور اس سے پرزہ بھی برآمد کر لوں گا"...... سوپر فیاض نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت کے تاثرات نمایاں تھے اور عمران

بھی مسکرا دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اب سوپر فیاض اس سردار خان کو پاتال میں سے بھی گھسیٹ لائے گا اس لئے اسے خود کچھ کرنے کی ضرورت نہ تھی ویسے بھی ٹائیگر کام کر رہا تھا اور اگر ٹائیگر نے اسے تلاش کر لیا تو پھر شاید سودے کی باقی ماندہ رقم بھی وصول ہو جانے کا سکوپ بن سکتا ہے۔

بڑی سی میز کے پیچھے ایک اونچے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ پکے ہوئے ٹماٹر سے بھی زیادہ سرخ تھا اور بڑی بھاری اور گھنی مونچھوں نے اس کے چہرے کو بے حد رعب دار بنا دیا تھا۔ آنکھوں میں بھی تیز سرخی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ہاتھوں میں شراب کی بوتل پکڑے اسے منہ سے لگائے ہوئے تھا کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس آدمی نے بوتل میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس"...... اس نے چیختے ہوئے لیکن انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"دارالحکومت سے سہراب خان کی کال ہے جناب"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"سہراب خان کی۔ کیا کہتا ہے وہ"...... اس آدمی نے چونک کر

قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا کہنا ہے کہ آپ سے اس نے ضروری بات کرنی ہے"...... دوسری طرف سے اسی طرح انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کراؤ بات"...... اس آدمی نے کہا۔

"ہیلو جناب میں سہراب خان بول رہا ہوں دارالحکومت سے"۔ چند لمحوں بعد ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سردار خان بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے سہراب خان۔ یہ تم نے براہ راست مجھے کیوں کال کی ہے"...... اس آدمی نے جو سردار خان تھا غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس لئے جناب کہ یہ اطلاع آپ کو براہ راست ہی دی جا سکتی تھی"...... سہراب خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیسی اطلاع"...... سردار خان نے چونک کر پوچھا۔

"جناب سنٹرل انٹیلی جنس بیورو نے عالی جاہ کو اس کے پورے گروپ سمیت گرفتار کر لیا ہے۔ اس کے سارے اڈے پکڑے گئے ہیں اور اس کا سارا مال بھی۔ اس کے پورے گروپ کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے اور جناب عالی جاہ نے گراس ڈیم کے سلسلے میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بتا دیا ہے کہ اس نے یہ کام آپ کے کہنے پر کیا ہے اور چوری ہونے والا پرزہ بھی آپ کے پاس ہے اور ساتھ ہی اس نے مالا بار ہوٹل اور وہاں کے فون سے آپ سے ہونے والے رابطے

کے بارے میں بھی تفصیل بتا دی ہے اور سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو حکم دے دیا ہے کہ وہ فوری طور پر کاشان پہنچ کر آپ کو گرفتار کرے اور آپ سے پرزہ برآمد کرے۔ چنانچہ کل سپرنٹنڈنٹ فیاض اپنی ٹیم کے ساتھ کاشان پہنچ جائے گا"...... سہراب خان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سردار خان کی گھنی مونچھیں بے اختیار پھڑکنے لگیں۔ اس کی آنکھوں کی سرخی تیز ہو گئی۔

"ہونہہ۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اس سپرنٹنڈنٹ فیاض اور اس کی ٹیم کی موت کا وقت آ گیا ہے"...... سردار خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب وہ سرکاری لوگ ہیں اگر آپ نے انہیں ہلاک کر دیا تو پوری حکومت الٹ پڑے گی کاشان میں"...... سہراب خان نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں۔ اوکے اس اطلاع کا شکریہ"۔ سردار خان نے کہا اور رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ کچھ دیر تک وہ بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے رسیور اٹھایا اور اس کے نیچے موجود سفید رنگ کے بٹن کو پریس کر کے اس نے اسے ڈائریکٹ کر دیا اور پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"رستم بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"سردار خان بول رہا ہوں رستم"...... سردار خان نے کہا۔

"اوہ یس باس حکم۔ فرمایئے"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"گراس ڈیم والا کیس ہمارے گلے پڑنے والا ہے۔ سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اپنی ٹیم سمیت کل کاشان پہنچ رہا ہے۔ دارالحکومت میں عالی جاہ کو پکڑ لیا گیا ہے اور عالی جاہ نے سب کچھ بک دیا ہے۔ مالا بار ہوٹل کے بارے میں بھی انہیں اطلاع مل چکی ہے۔ وہ یقیناً پہلے مالا بار ہوٹل پہنچیں گے۔ کیا تم اس سپرنٹنڈنٹ فیاض کو جانتے ہو"...... سردار خان نے کہا۔

"یس باس۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں دارالحکومت میں طویل عرصے تک کام کرتا رہا ہوں"...... رستم نے جواب دیا۔

"یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ کیا دولت دے کر اس کا منہ بند کرایا جا سکتا ہے"...... سردار خان نے کہا۔

"آدمی تو بے حد لالچی ہے۔ سارے ہوٹل اور کلبوں سے بھتہ لیتا رہتا ہے لیکن بعض اوقات اڑ بھی جاتا ہے۔ کچھ عجیب طبیعت کا آدمی ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں"...... رستم نے کہا۔

"میں ہمیشہ کے لئے اس کا منہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ اس فیاض کو اس کی پوری ٹیم سمیت ختم کرا دوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ بہرحال یہ سرکاری لوگ ہیں ان کے خاتمے کے بعد حکومت کی تمام ایجنسیاں یہاں پہنچ جائیں گی اس لئے میں نے

یہ ارادہ بدل دیا ہے لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں گرفتار ہو جاؤں"...... سردار خان نے کہا۔

"جناب آپ یہ بات مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں ان لوگوں کو پکڑ کر چاکوٹ پہاڑیوں کے اڈے میں بند کر دوں گا اور پھر ان سے سودا بازی کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے دولت لینے اور منہ بند کرنے پر تیار ہو جائیں گے"...... رستم نے کہا۔

"اور اگر ایسا نہ ہوا تب"...... سردار خان نے پوچھا۔

"تو پھر انہیں وہاں سے نکال کر دارالحکومت پہنچا دوں گا اور وہاں ان کا خاتمہ کرا دوں گا اس طرح بات ہم پر نہیں آئے گی"...... رستم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لیکن بہرحال کوشش کرو کہ معاملہ ان کی ہلاکت تک نہ پہنچے"...... سردار خان نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سب ٹھیک ہو جائے گا"...... رستم نے جواب دیا۔

"اوکے مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا"...... سردار خان نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

کاشان خاصا بڑا شہر تھا لیکن اس کے باوجود دارالحکومت کی نسبت یہ ایک گاؤں ہی لگتا تھا۔ کاشان میں ایک تاریخی قلعہ سیاحوں کو اس شہر کی سیاحت کے لئے کھینچ لاتا تھا۔ اس کے علاوہ کاشان ایک مشہور دریا سوان کے کنارے پر تھا اور اس دریا پر بھی قدیم دور کی بارہ دریاں اور حویلیاں بنی ہوئی تھیں جنہیں اب محکمہ آثار قدیمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ یہ بارہ دریاں اور حویلیاں بھی سیاحوں کے لئے انتہائی پر کشش تھیں اس لئے اس شہر میں مقامی سیاحوں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی سیاحوں کی خاصی بڑی تعداد ہر وقت موجود رہتی تھی اور سیاحوں کی اس آمدورفت کے پیش نظر اس شہر میں سیاحوں کے لئے دو بڑے ہوٹل بنائے گئے تھے۔ ٹائیگر ہوٹل ہنی مون کے ہال میں بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اسے آئے ہوئے آج دوسرا روز تھا۔ اس نے گراس ڈیم کے سارے علاقے کا سروے بھی کر لیا تھا

اور اس کے ساتھ ہی وہ مالا بار ہوٹل کا جائزہ بھی لے چکا تھا۔ مالا بار ہوٹل گھٹیا سا ہوٹل تھا جس میں زیادہ تر زیر زمین دنیا سے تعلق رکھنے والے افراد کی کثرت رہتی تھی۔ مالا بار ہوٹل کا مینجر راحت نامی ایک شخص تھا۔ ٹائیگر اس راحت سے بھی مل چکا تھا لیکن اس کے تجزیئے کے مطابق راحت ایک عام اور سیدھا سادھا سا کاروباری آدمی تھا۔ ہوٹل مالا بار میں ٹائیگر نے مختلف بیروں کو بھاری رقم دے کر سردار خان کے بارے میں پوچھ گچھ کی لیکن وہاں واقعی کوئی بھی سردار خان سے رابطے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ ان سب کو صرف اتنا معلوم تھا کہ سردار خان اس سارے علاقے کا بڑا آدمی ہے لیکن کون ہے، کہاں رہتا ہے، کس شکل و صورت کا ہے اور اس سے رابطہ کیسے ہو سکتا ہے اس بارے میں کوئی بھی نہ بتا سکا تھا۔ ٹائیگر نے مالا بار ہوٹل کے فون آپریٹر سے بھی معلومات حاصل کیں۔ اس نے بھاری رقم لے کر صرف اتنا بتایا کہ جب فون پر کوئی آدمی مخصوص کوڈ سیاہ گھوڑا دوہراتا ہے تو اسے حکم ہے کہ وہ اس فون کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن پریس کر کے خود رسیور رکھ دے اور بس۔ ٹائیگر نے اس فون کو کھول کر اس کی چیکنگ کی تب اسے پتہ چلا کہ اندر ایک انتہائی جدید ساخت کا وائرلیس فون پیس موجود ہے۔ اس سفید رنگ کا بٹن پریس ہوتے ہی وہ آن ہو جاتا ہے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ آن ہونے والا نمبر کیا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ناکامی ہوئی تھی لیکن ٹائیگر کو اس فون آپریٹر سے ایک ایسا کلیو مل گیا تھا

جس کی وجہ سے وہ اس وقت اس ہوٹل میں موجود تھا۔ اس ہوٹل کا نام ہنی مون تھا۔ فون آپریٹر نے بتایا تھا کہ اس کی اپائنٹمنٹ بھی ہوٹل ہنی مون کے مالک نے کی تھی اور اسے تنخواہ بھی وہیں سے ملتی ہے اور اس نمبر کے بارے میں بھی انہوں نے ہی حکم دیا ہوا تھا اور اس ہوٹل مالا بار کے اصل مالک بھی وہی ہیں لیکن اس بات کو سختی سے چھپایا جاتا تھا اس لئے عام طور پر کسی کو معلوم بھی نہ تھا اور کوئی بتاتا بھی نہ تھا۔ اس کا نام رستم خان تھا اور وہ ہوٹل ہنی مون میں بیٹھتا تھا۔ چنانچہ اس نے رستم خان کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دی تھیں اور پھر اسے معلوم ہوا کہ رستم خان زیر زمین دنیا کا خاصا بڑا گینگسٹر ہے اور انتہائی خوفناک آدمی ہے۔ اسلحہ اور شراب کی سمگلنگ کا کنگ کہلاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے گروپ میں پیشہ ور قاتلوں کا بھی باقاعدہ سیکشن موجود ہے۔ چنانچہ وہ سمجھ گیا کہ سردار خان صرف فرضی نام ہو گا۔ اصل آدمی یہی رستم خان ہی ہو گا اور اب وہ رستم خان سے ملنے کے لئے کافی دیر سے ہال میں موجود تھا۔ اسے کاؤنٹر سے بتایا گیا تھا کہ رستم خان کسی ضروری کام کی وجہ سے ہوٹل سے باہر گیا ہوا ہے اس لئے وہ اس کی واپسی کے انتظار میں تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر کہہ دیا تھا کہ اس کا نام کوبرا ہے اور وہ دارالحکومت سے آیا ہے اور ایک بہت بڑا کام وہ رستم خان سے لینا چاہتا ہے جس کا معاوضہ لاکھوں میں ہو سکتا ہے۔ اسے یقین تھا کہ لاکھوں کا سن کر رستم خان یقیناً اس سے ملاقات کرے

گا۔ ویسے بھی کوبرا کا نام دارالحکومت کی زیر زمین دنیا میں خاصا مشہور تھا اس لئے یقیناً رستم خان بھی اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہی ہو گا۔ اس نے کاؤنٹر پر کہہ دیا تھا کہ جیسے ہی رستم خان آئے اسے اطلاع دے دی جائے لیکن اسے یہاں بیٹھے ہوئے جب زیادہ دیر ہو گئی تو وہ اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا رستم خان ابھی تک نہیں آیا"...... ٹائیگر نے کاؤنٹر پر پہنچ کر قدرے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نو سر۔ ویسے آپ کے متعلق ان تک اطلاع پہنچا دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ آج بے حد مصروف ہیں اس لئے یہ ملاقات کل ہو سکتی ہے"...... کاؤنٹر مین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے تو آج ہر صورت میں واپس دارالحکومت جانا ہے۔ تم ایسا کرو میری فون پر ہی اس سے بات کرا دو"...... ٹائیگر نے کہا تو کاؤنٹر مین نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"جناب کاؤنٹر سے رحمت خان بول رہا ہوں۔ دارالحکومت سے آئے ہوئے جناب کوبرا کو پیغام دے دیا گیا ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ ان کی فون پر ہی بڑے خان سے بات کرا دی جائے کیونکہ انہوں نے آج رات ہر صورت میں واپس جانا ہے"...... کاؤنٹر بوائے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ کچھ دیر تک دوسری طرف سے بات سنتا رہا پھر اس نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"بڑے خان سے بات ہو جائے پھر آپ کو جواب مل جائے گا۔

آپ تھوڑی دیر انتظار کریں"...... رحمت خان نے کہا۔ اس کا لہجہ
مہذب اور مؤدبانہ تھا۔

"میں یہیں رک جاتا ہوں کرسی پر بیٹھے بیٹھے میں اکتا گیا ہوں"
ٹائیگر نے جواب دیا اور رحمت خان نے مسکراتے ہوئے اثبات میں
سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو رحمت
خان نے رسیور اٹھالیا۔

"جی صاحب رحمت خان بول رہا ہوں"...... رحمت خان نے
مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سنتا رہا۔

"یس سر"...... رحمت خان نے جواب دیا اور رسیور رکھ کر اس
نے کاؤنٹر کے نچلے خانے سے ایک سفید رنگ کا کارڈ نکالا جس کے
درمیان ایک چیتے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس نے کارڈ کے نیچے
ہوٹل کی مہر لگائی اور پھر کارڈ ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کارڈ لے کر آپ احسن کالونی چلے جائیں۔ کوٹھی نمبر انیس
اے بلاک میں بڑا خان موجود ہے۔ اس نے وہیں آپ سے ملاقات کا
کہا ہے۔ یہ کارڈ آپ گیٹ پر دکھائیں گے تو آپ کو بڑے خان تک
پہنچا دیا جائے گا"...... رحمت خان نے کہا۔

"شکریہ"...... ٹائیگر نے کہا اور کارڈ لے کر اس نے جیب میں
ڈالا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ ہوٹل سے باہر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد
ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"احسن کالونی کوٹھی نمبر انیس اے بلاک چلو"...... ٹائیگر نے

ٹیکسی کار کا عقبی دروازہ کھول کر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی صاحب"...... ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا اور ایک جھٹکے
سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی ایک جدید
کالونی میں داخل ہوئی۔ یہاں بڑی بڑی اور وسیع و عریض رقبے پر
پھیلی ہوئی کوٹھیاں تھیں۔ کوٹھی نمبر انیس کسی بڑے محل سے کم
نہ تھی۔ ٹیکسی جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی تو
ٹائیگر نیچے اترا۔ اس نے ایک بڑا نوٹ جیب سے نکال کر ڈرائیور کے
ہاتھ پر رکھ دیا۔

"باقی تمہاری ٹپ"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو
ڈرائیور کی آنکھوں میں مسرت کی چمک ابھر آئی۔ اس نے شکریہ ادا
کرنے کے ساتھ ساتھ بڑے مؤدبانہ انداز میں ٹائیگر کو سلام کیا اور
پھر تیزی سے ٹیکسی آگے بڑھا لے گیا۔ کوٹھی کے ستون پر صرف
کوٹھی نمبر کی پلیٹ موجود تھی باقی کسی کا نام وغیرہ پر مشتمل کوئی
پلیٹ نہیں تھی۔ ایک ستون پر کال بیل کا بٹن موجود تھا۔ ٹائیگر نے
جیب سے کارڈ نکال کر ہاتھ میں پکڑا اور کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔
چند لمحوں بعد سائیڈ پھاٹک کھلا اور ایک مسلح مقامی آدمی باہر آگیا۔
ٹائیگر نے کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"میں ہوٹل ہنی مون سے آیا ہوں۔ میرا نام کوبرا ہے اور مجھے
بڑے خان سے ملنا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ کارڈ گیٹ پر دکھانے پر
میری ملاقات کرا دی جائے گی"...... ٹائیگر نے کارڈ اس چوکیدار کے

حوالے کرتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے آیئے "...... اس چوکیدار نے انتہائی نرم لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ کارڈ اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔ کوٹھی بے حد وسیع و عریض تھی۔ چوکیدار اسے ایک سائیڈ پر بنے ہوئے ایک علیحدہ پورشن میں لے آیا۔

" تشریف رکھیں میں اطلاع دیتا ہوں "...... چوکیدار نے ایک ڈرائنگ روم کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں اسے پہنچا کر کہا اور ٹائیگر کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ واپس چلا گیا۔ کمرہ خاصے خوبصورت اور جدید انداز میں سجا ہوا تھا۔ ٹائیگر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسے بیٹھے ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک چھت سے چٹک کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے چونک کر چھت کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے جسم پر سرخ رنگ کی تیز روشنی کا دھارا سا پڑا اور اسے یہی محسوس ہوا جیسے کمرہ اور اس کی ہر چیز کسی تاریک دلدل میں دھنستی چلی جا رہی ہو اور اس آخری احساس کے ساتھ ہی اس کے تمام احساسات یکلخت فنا ہو کر رہ گئے۔ پھر جس طرح انتہائی تاریکی میں یکلخت روشنی ہوتی ہے اس طرح اس کے تاریک ذہن پر روشنی کی لہریں سی پیدا ہوئیں اور پھر یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ ٹائیگر کی آنکھیں جیسے ہی کھلیں اس کے جسم میں تیز درد کی لہریں سی دوڑتی چلی گئیں۔ اس نے بے اختیار چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ ایک کمرے میں کھڑا تھا۔ اس کی پشت پر لکڑی کا موٹا تختہ تھا اور اس کے دونوں

ہاتھ سر سے اوپر اٹھا کر اس تختے میں جکڑے ہوئے تھے لیکن تیز درد دونوں ہاتھوں سے ہی ہو کر بازوؤں میں دوڑتا ہوا اس کے پورے جسم میں دوڑ رہا تھا۔ ٹائیگر نے سر اوپر اٹھایا اور دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا کہ اس کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان موٹے موٹے کیل لگے ہوئے تھے اور ان کیلوں کی مدد سے وہ اس لکڑی کی تختے میں جکڑا ہوا تھا لیکن اس کی ہتھیلیوں سے خون نہ نکل رہا تھا البتہ درد بے حد تیز تھا۔ اس کی دونوں ٹانگوں کے گرد زنجیر تھی جسے کڑوں کی مدد سے لکڑی کے موٹے تختے میں جکڑا گیا تھا۔

" یہ کیسے بے رحم لوگ ہیں "...... ٹائیگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا کیونکہ آج تک اس کا واسطہ ایسے لوگوں سے نہ پڑا تھا جو اس طرح کسی انسان کی ہتھیلیوں میں موٹے کیل ٹھونک کر اسے جکڑتے ہوں۔ کیل جس قدر موٹے تھے انہیں دیکھ کر ہی ٹائیگر سمجھ گیا کہ اس کی ہتھیلیوں میں لازماً بڑے بڑے سوراخ ہو گئے ہوں گے اور اب اگر وہ آزاد بھی ہو گیا تب بھی نجانے کتنا عرصہ علاج کے لئے ہسپتال رہنا پڑے گا لیکن اسے حیرت اس بات پر تھی کہ آخر ہتھیلیوں میں سے خون کیوں نہیں نکل رہا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے کی کوشش کی تو درد اس قدر تیز ہو گیا کہ اس کے ذہن پر بے اختیار اندھیرے سے چھانے لگے۔ چنانچہ اس نے کوشش ترک کر دی اور صرف لمبے لمبے سانس لینے پر ہی اکتفا کرنے لگا۔ کمرے میں ایک دروازہ تھا جو اس کے سامنے تھا اور دروازہ بند تھا۔

اس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی موجود نہ تھا البتہ سامنے دو کرسیاں موجود تھیں اور ایک دیوار پر بڑے بڑے خوفناک خنجر اور خاردار کوڑے لٹکے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہوا کیا ہے اور کیوں ہوا ہے۔ اس رستم خان نے یہ کام کیوں کیا ہے۔ یہی بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی لیکن ظاہر ہے اس کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ تیز درد مسلسل موجود تھا لیکن ظاہر ہے ٹائیگر اس درد کا کوئی علاج نہ کر سکتا تھا اس لئے وہ اسے صرف برداشت کرنے پر ہی مجبور تھا۔ پھر نجانے کتنی دیر گزر گئی اور اچانک دروازہ کھلا اور ایک بھاری جسم اور بڑی بڑی گھنی مونچھوں والا سرخ و سفید رنگ کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر مقامی لباس تھا۔ اس کے پیچھے ایک پہلوان نما آدمی تھا جس کے کاندھے سے مشین گن لٹکی ہوئی تھی۔ پہلے داخل ہونے والے آدمی نے ایک نظر ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر کرسی پر اطمینان بھرے انداز میں بیٹھ گیا۔

"تمہارا نام کوبرا نہیں ٹائیگر ہے اور تم سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک خطرناک آدمی علی عمران کے لئے بھی کام کرتے ہو اور یقیناً اس کے کہنے پر تم یہاں آئے ہو۔ یہاں بھی تم سردار خان کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ بولو میں صحیح کہہ رہا ہوں"...... اس آدمی نے بھاری اور گونجدار لہجے میں کہا لیکن اس کا انداز لٹھ مارنے جیسا تھا۔

"پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو"...... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میرا نام رستم خان ہے۔ وہی رستم خان جس سے ملنے کے لئے تم بے چین ہو رہے تھے۔ میں نے تو تمہیں کل کا وقت دیا تھا لیکن تم نے فوراً ہی ملاقات پر اصرار کیا اس لئے میں نے ملاقات کی اجازت دے دی"...... رستم خان نے اسی طرح لٹھ مارنے والے لہجے میں جواب دیا۔

"میں تو تمہارے لئے ایک بڑا کام لے کر آیا تھا اور تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ میرے ہاتھوں میں کیلیں ٹھونک دی ہیں۔ اس کا آخر کیا مطلب ہے"...... ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا اور رستم خان بے اختیار شیطانی انداز میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"تمہارا یہی کام تو تھا کہ میں سردار خان کے بارے میں بتاؤں۔ تو پھر سن لو کہ سردار خان تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ نہ سیکرٹ سروس نہ انٹیلی جنس"...... رستم خان نے کہا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تو اسلحے کی سمگلنگ کے سلسلے میں تم سے ملنا چاہتا تھا۔ کروڑوں کا آرڈر میرے پاس تھا۔ جہاں تک علی عمران کا تعلق ہے تو وہ میرا دوست ضرور ہے لیکن اس کا میرے بزنس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ٹائیگر ہی میرا دوسرا نام ہے اور سردار خان کے بارے میں بھی اس لئے میں پوچھ گچھ کرتا رہا کہ مجھے یہاں اسلحہ کے سب سے بڑے سمگلر کا نام ہی سردار خان بتایا گیا تھا

لیکن پوچھ گچھ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ سرداز خان ایک فرضی نام ہے اور اکثر بڑے بڑے سنڈیکیٹ اور گروپ ایسے فرضی نام اختیار کرتے رہتے ہیں تو میں سمجھ گیا کہ اصل آدمی تم ہو اس لئے میں تمہیں ملنے تمہارے ہوٹل آگیا"...... ٹائیگر نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو لیکن ہم باہر کا کام نہیں کرتے اس لئے اس کام کو بھول جاؤ"...... رستم خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کوئی اور بندوبست کر لوں گا۔ کام تو بہرحال کرنا ہی ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ تمہیں زندہ واپس جانے دیا جائے گا۔ نہیں ٹائیگر یا کوبرا۔ اب تم زندہ واپس نہیں جا سکو گے اس لئے کام کو بھول جاؤ"...... رستم خان نے کہا۔

"لیکن کیوں۔ آخر تم کیوں مجھے ہلاک کرنے پر مصر ہو۔ کیا تمہیں مجھ سے کوئی خطرہ ہے"...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم گراس ڈیم کے سلسلے میں ہی یہاں آئے ہوں ناں"۔ رستم خان نے کہا تو ٹائیگر نے اپنے چہرے پر حیرت کے تاثرات طاری کر لئے۔

"گراس ڈیم۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ میرا کسی ڈیم سے کیا تعلق۔ میں نے تو بتایا ہے کہ میں یہاں اسلحے کی سمگلنگ کے سلسلے میں آیا

ہوں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کیا تم واقعی گراس ڈیم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے"۔ رستم خان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم اگر یقین کر سکتے ہو تو یقین کرو کہ یہ نام میں تم سے ہی پہلی بار سن رہا ہوں۔ کیا ہے یہ اور تم نے اس کا سلسلہ مجھ سے کیوں ملایا ہے"...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"عمران سے ملے ہوئے تمہیں کتنا عرصہ ہو گیا ہے"...... رستم خان نے پوچھا۔

"دو ماہ سے زیادہ ہو گئے ہوں گے۔ میں نے بتایا ہے کہ وہ میرا دوست ضرور ہے لیکن اس کا میرے دھندے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے اس سلسلے میں کچھ بتاتا ہوں لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔ تمہارا عمران سے کیا تعلق ہے اور تم اس سے اس قدر کیوں خوفزدہ ہو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہم کسی سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہم چاہیں تو ایک لمحے میں سب کا خاتمہ کرا دیں البتہ دارالحکومت میں ایک گروپ کو انٹیلی جنس نے پکڑا ہے۔ اس گروپ کا سربراہ عالی جاہ تھا۔ اس عالی جاہ نے ایک سلسلے میں سردار خان کا نام لے دیا اس لئے سردار خان کا خیال ہے کہ سیکرٹ سروس یا انٹیلی جنس والے یہاں آ سکتے ہیں پھر سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور اس کے ایک ساتھی کی آمد کی اطلاع ملی اور پھر ان لوگوں کو ہم نے ایئرپورٹ کے باہر سے ہی کور

کر لیا اور اب یہ ہماری تحویل میں ہیں۔ میں اس کام میں مصروف تھا جب مجھے تمہارے بارے میں اطلاع ملی تو میں مشکوک ہو گیا۔ پھر میں نے تمہارے بارے میں چھان بین کی تو مجھے بتایا گیا کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے آدمی عمران کے دوست ہو اور عمران اس انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کا دوست ہے تو میں سمجھ گیا کہ تم بھی اسی سلسلے میں آئے ہو۔ چنانچہ تمہیں بے ہوش کر کے یہاں پہنچا دیا گیا"...... رستم خان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ان حالات میں واقعی تمہارے ذہن میں یہ بات آ سکتی تھی لیکن میرا ان باتوں سے واقعی کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں تمہارے سامنے رحم کی اپیل نہیں کروں گا کیونکہ یہ میری فطرت کے خلاف ہے اس لئے اب تم جو چاہو میرے ساتھ سلوک کر سکتے ہو البتہ یہ بتا دوں کہ اگر مجھے معمولی سا بھی خیال ہوتا کہ تم میرے ساتھ ایسا سلوک کر سکتے ہو تو پھر اس وقت تم میرے سامنے میری حالت میں موجود ہوتے۔ کوبرے کے نام سے پورے دارالحکومت کے لوگ کانپتے ہیں"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"گو تم واقعی دلیر اور حوصلے والے آدمی ہو لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر تمہیں زندہ چھوڑ دیا جائے تو تم خواہ مخواہ انتقامی کارروائی کرتے پھرو گے اس لئے کیوں نہ اس سلسلے کو ہی ختم کر دیا جائے"۔ رستم خان نے کہا۔

"میں نے کہا ہے کہ تم جو چاہو کر سکتے ہو لیکن میرا ان باتوں سے نہ پہلے کوئی تعلق تھا اور نہ آئندہ رہے گا اور نہ میں خدائی فوجدار ہوں کہ خواہ مخواہ ٹانگ اڑاتا پھروں۔ اس ملک میں کیا نہیں ہو رہا"۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے میں سردار خان سے بات کروں گا پھر وہ تمہارے لئے جو فیصلہ کرے گا اس پر عمل ہو گا"...... رستم خان نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا البتہ اس کا ساتھی تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے اس کا بازو گھوما اور ٹائیگر کی کنپٹی پر خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ ایک بار پھر اس کے ذہن پر روشنی کے جھماکے ہوئے اور اس بار جیسے ہی اس کی آنکھیں کھلیں وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ وہ ایک ویران سے علاقے میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا اور اس نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ دیکھے اور پھر وہ حیرت سے ہاتھوں کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی دونوں ہتھیلیاں بالکل ٹھیک تھیں۔ ان میں سوراخ تو ایک طرف خراش تک نہ تھی اور نہ ہی اب اس کی ہتھیلیوں میں درد ہو رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے۔ کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا"...... ٹائیگر نے چونک کر کہا اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے اسے دور سے ریل کی پٹڑی اور ایک چھوٹا سا سٹیشن نظر آ گیا تو وہ تیز تیز قدم

اٹھاتا اس طرف کو بڑھ گیا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ دارالحکومت اور کاشان کے تقریباً درمیان میں موجود ہے تو وہ سمجھ گیا کہ رستم خان یا سردار خان نے اسے زندہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اسے کاشان کی بجائے یہاں پھینکوا دیا گیا ہے۔ بہرحال زندہ بچ جانے پر اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا اور گاڑی کا انتظار کرنے لگا کیونکہ اسے بتایا گیا تھا کہ دارالحکومت جانے والی گاڑی تھوڑی دیر بعد پہنچنے والی ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دارالحکومت پہنچ کر عمران کو اس سارے واقعات کی رپورٹ دے گا اور پھر جیسے وہ حکم دے گا ویسے ہی کرے گا۔

دارالحکومت سے کاشان جانے والے طیارے میں سوپر فیاض انسپکٹر رضا کے ہمراہ موجود تھا۔ وہ کاشان میں اس سردار خان کو گرفتار کرنے اور اس سے مشینری کا چوری شدہ اہم پرزہ برآمد کرنے کا مشن لے کر جا رہے تھے۔ سوپر فیاض اور انسپکٹر رضا کے علاوہ اس ٹیم میں چار سب انسپکٹر اور دو سپاہی بھی شامل تھے لیکن انہیں ایک روز پہلے ٹرین کے ذریعے کاشان بھجوا دیا گیا تھا تاکہ وہاں مقامی انٹیلی جنس آفس کے انچارج انسپکٹر احمد خان سے مل کر ٹیم کے لئے ایک پرائیویٹ رہائش گاہ اور کاروں وغیرہ کا بندوبست کر سکیں جبکہ سوپر فیاض انسپکٹر رضا کے ساتھ طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ کاشان ایئرپورٹ پر انسپکٹر احمد خان اپنے عملے کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے موجود ہو گا۔ کاشان میں انٹیلی جنس آفس کا کام صرف حالات پر نظر رکھنا اور اپنی رپورٹیں سنٹرل بیورو کو بھجوانے

تک ہی محدود تھا اس لئے وہاں صرف ایک انسپکٹر، دو سب انسپکٹر اور چار سپاہی تعینات تھے۔ باقی کام وہ اپنے مخبروں سے لیا کرتے تھے۔ کاشان چونکہ بہت بڑا شہر نہیں تھا اس لئے یہ آفس بھی صرف رسمی کارروائیوں تک ہی محدود تھا۔ سوپر فیاض نے فون پر انسپکٹر احمد خان سے سردار خان اور ہوٹل مالا بار کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں لیکن انسپکٹر احمد خان کو ان باتوں کا علم تک نہ تھا جو سوپر فیاض اس سے پوچھنا چاہتا تھا اس لئے سوپر فیاض نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ایئرپورٹ پر آنے سے پہلے اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کرے اور اسے یقین تھا کہ انسپکٹر احمد خان بہرحال بنیادی معلومات آسانی سے حاصل کر لے گا کیونکہ وہ اس علاقے کا ہی رہنے والا تھا اور اس علاقے میں ہی طویل عرصے سے کام کر رہا تھا۔

"باس آپ سے میں نے ایک بات پوچھنی ہے"...... اچانک انسپکٹر رضا نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کون سی بات"...... سوپر فیاض نے ہاتھ میں پکڑا ہوا باتصویر رسالہ بند کرتے ہوئے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"باس ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہمارے وہاں ریڈ کرنے کی اطلاع پہلے ہی پہنچ چکی ہو اور پھر سردار خان اور اس کا گروپ پہلے سے ہی تیار ہو"...... انسپکٹر رضا نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"یہ بات تم نے کیسے کر دی۔ وہاں کون اطلاع دے گا۔ کیا میں

دوں گا یا تم دو گے یا ڈائریکٹر جنرل دیں گے۔ بولو"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کا موڈ یہ بات سنتے ہی اچانک بدل گیا تھا۔

"باس ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ شاید نہ جانتے ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ ہمارے انٹیلی جنس کے نچلے درجے کے ملازم دارالحکومت کے بڑے بڑے مجرم گروپوں کے مخبر ہیں۔ وہ بھاری معاوضے لے کر انہیں اطلاع دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکثر چھاپے ناکام رہ جاتے ہیں اور سردار خان کا گروپ صرف کاشان تک ہی محدود نہ ہو گا اس کے آدمی لامحالہ دارالحکومت میں بھی ہوں گے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان تک اطلاع پہنچ چکی ہو"۔ انسپکٹر رضا نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تمہاری بات درست ہو سکتی ہے۔ ٹھیک ہے میں کاشان پہنچ کر اس کو مدنظر رکھوں گا"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر رضا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد طیارہ کاشان ایئرپورٹ پر اتر گیا اور سوپر فیاض انسپکٹر رضا کے ساتھ ایئرپورٹ کی بلڈنگ سے نکل کر باہر آئے تو وہاں نہ ہی انسپکٹر احمد خان موجود تھا اور نہ ہی اس کا عملہ اور نہ ہی دارالحکومت سے پہلے پہنچنے والوں میں سے کوئی آدمی موجود تھا۔

"کیا مطلب۔ یہ انسپکٹر احمد خان کیوں نہیں آیا"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا پھر اس سے پہلے کہ انسپکٹر رضا

اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک ایک طرف سے ایک مقامی نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھ آیا۔

"آپ سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ جناب فیاض صاحب ہیں"...... آنے والے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ تم کون ہو اور مجھے کیسے جانتے ہو"...... سوپر فیاض نے چونک کر جواب دیا۔ اس کے لہجے میں اس لئے حیرت تھی کہ اس وقت وہ یونیفارم کی بجائے عام لباس میں تھا۔

"میرا نام ارسلان ہے اور مجھے انسپکٹر احمد خان نے بھیجا ہے"۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"انسپکٹر احمد خان کہاں ہے اور اس نے یہاں آکر میرا استقبال کیوں نہیں کیا"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ سردار خان کے کیس کے سلسلے میں ایک انتہائی اہم کام میں مصروف ہیں اس لئے انہوں نے مجھے بھیجا ہے۔ میں ان کا ساتھی ہوں"۔ ارسلان نے جواب دیا۔

"کیا تمہارا تعلق انٹیلی جنس سے ہے"...... انسپکٹر رضا نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں ان کا پرائیویٹ ساتھی ہوں۔ آیئے ادھر کار موجود ہے"...... ارسلان نے کہا تو سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ارسلان کے پیچھے چلتا ہوا ایک طرف موجود انتہائی شاندار اور نئے

ماڈل کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ کار دیکھ کر اس کا بگڑا ہوا موڈ درست ہو گیا تھا۔

"باس اس قدر نئی اور جدید ماڈل کی کار ایک انسپکٹر تو نہیں بھجوا سکتا"...... انسپکٹر رضا نے آہستہ سے کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ انسپکٹر احمد خان انٹیلی جنس کی بجائے کسی تھرڈ کلاس محکمے کا انسپکٹر ہے احمق آدمی اور پھر اس کار میں اس کے محکمے کے سپرنٹنڈنٹ نے بیٹھنا ہے کسی گھسیارے نے نہیں کہ وہ کوئی پرانی سی پھٹیچر کار بھجواتا"...... سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا اور انسپکٹر رضا ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ ارسلان جو ان سے کافی آگے جا رہا تھا اس نے کار کے قریب پہنچ کر کار کا عقبی دروازہ کھول دیا تو سوپر فیاض اور انسپکٹر رضا دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ارسلان نے کار کا دروازہ بند کیا اور پھر مڑ کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے روانہ ہو گئی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جب کار ایک ویران سی سڑک پر مڑی تو اچانک سرر کی آواز کے ساتھ ہی پچھلی اور عقبی سیٹ کے درمیان شیشے کی ایک دیوار سی تن گئی۔ پھر اس سے پہلے کہ سوپر فیاض اور انسپکٹر رضا کچھ سمجھتے اچانک تیز بو ان کی ناک سے ٹکرائی اور سوپر فیاض کے دماغ پر یکلخت اس طرح اندھیرے جھپٹ پڑے کہ اس کا ذہن پلک جھپکانے سے بھی کم عرصے میں تاریک پڑ گیا۔ پھر تاریکی میں روشنی کے دھماکے ہونے شروع ہو گئے اور سوپر فیاض کی آنکھیں کھلیں۔ اس

کے ساتھ ہی اس کا سویا ہوا ذہن جیسے ہی جاگا اس نے بے اختیار حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا جسم ایک پہاڑی غار کی دیوار کے ساتھ موٹی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو اس کے چہرے پر موجود حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا جب اس نے اس دیوار کے ساتھ انسپکٹر رضا اور انسپکٹر احمد خان کو بھی اسی طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا۔ ایک مقامی نوجوان سب سے آخر میں موجود انسپکٹر احمد خان کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا۔ سوپر فیاض کے بازو میں بھی سوئی کی چبھن کا احساس موجود تھا اس لئے سوپر فیاض سمجھ گیا کہ اسے بھی انجکشن لگایا گیا ہے اس لئے وہ ہوش میں آیا ہے۔ پھر یہ نوجوان جیسے ہی مڑا سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا کیونکہ یہ ارسلان تھا۔ وہی نوجوان جو انہیں ایئرپورٹ سے کار میں لے آیا تھا۔

"تم۔ تم۔ یہ سب کیا ہے"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض کاشان میں تمہیں تمہاری موت لے آئی ہے۔ تمہارا کیا خیال تھا کہ یہاں تم سردار خان کے خلاف کام کرنے آؤ گے اور زندہ بچ کر چلے جاؤ گے"...... ارسلان نے اس بار انتہائی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کمرے کے فولادی دروازے کو کھول کر باہر چلا گیا اور اس کے باہر جاتے ہی فولادی دروازہ ایک دھماکے سے بند ہو گیا۔ اسی لمحے انسپکٹر رضا نے کراہتے

ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ سوپر فیاض کا ذہن یہ سچوئیشن دیکھ کر ماؤف سا ہو گیا تھا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ اسے یہاں اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دارالحکومت میں بھی بڑے بڑے مجرم گروپ موجود تھے لیکن کسی نے آج تک اس طرح سوپر فیاض اور اس کے آدمیوں پر ہاتھ نہ ڈالا تھا۔

"باس یہ سب کیا ہے"...... انسپکٹر رضا نے ہوش میں آتے ہی کہا۔

"یہ اس نامراد ارسلان کا کام ہے۔ وہ ہمیں ہوش دلانے والے انجکشن لگا کر ابھی گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ دھمکی بھی دے گیا ہے کہ اب ہماری موت عبرتناک ہو گی"...... سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری بیڈ۔ مجھے پہلے ہی اس ارسلان اور اس کی کار پر شک پڑا تھا لیکن"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"شٹ اپ۔ یہ وقت ہے ایسی باتیں کرنے کا"...... سوپر فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اس نے اسے اپنے اوپر طنز سمجھا تھا اور انسپکٹر رضا لیکن کہہ کر خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد انسپکٹر احمد خان کو بھی ہوش آ گیا۔

"آپ۔ آپ سپرنٹنڈنٹ صاحب۔ یہ میں کہاں ہوں۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ کون سی جگہ ہے"...... انسپکٹر احمد خان نے ہوش میں آتے ہی

انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ یہی کارکردگی ہے تمہاری۔ احمق آدمی"...... سوپر فیاض اس پر ہی الٹ پڑا۔

" میں تو جناب اپنے آدمیوں کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے ایئرپورٹ جارہا تھا کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور اس کے بعد مجھے معلوم نہیں ہوا کہ کیا ہوا۔ اب یہاں آنکھ کھلی ہے"...... انسپکٹر احمد خان نے منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تم نے کیا معلومات کی تھیں"...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

" جناب سردار خان کا نام تو یہاں مشہور ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں ہے کہ سردار خان کون ہے۔ مالا بار ہوٹل والوں سے بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا جناب البتہ ایک نام سامنے آیا ہے رستم خان کا۔ سنا ہے کہ رستم خان اس سردار خان کا خاص آدمی ہے اور یہاں کے ہوٹل ہنی مون کا مالک ہے اور انتہائی خطرناک شخصیت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے یہاں کے اعلیٰ ترین حکام سے ذاتی تعلقات ہیں"۔ انسپکٹر احمد خان نے باقاعدہ رپورٹ دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فولادی دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے وہی ارسلان تھا۔

" ان میں سے کون سپرنٹنڈنٹ ہے ارسلان"...... اس لمبے تڑنگے آدمی نے غور سے سوپر فیاض اور اس کے ساتھ جکڑے ہوئے انسپکٹر رضا کی طرف زہریلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" یہ سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے باس اور یہ اس کا کوئی انسپکٹر ہے۔ اسے یہ انسپکٹر رضا کہہ کر مخاطب کر رہا تھا"...... ارسلان نے ان دونوں کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

" کرسی بھی لے آؤ اور کوڑا بھی لے آؤ تاکہ ان انٹیلی جنس آفیسرز سے ضروری مذاکرات ہو سکیں"...... اس آدمی نے کہا تو ارسلان خاموشی سے باہر چلا گیا۔

" تم کون ہو"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا تو وہ آدمی بے اختیار چونک پڑا۔

" تمہاری یہ جرأت کہ تم رستم خان سے اس لہجے میں بات کرو"...... اس آدمی نے غصے بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے سوپر فیاض کے چہرے پر زوردار تھپڑ جڑ دیا۔ سوپر فیاض کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ تھپڑ اس قدر زوردار تھا کہ اس کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے گال پر کسی نے گرم سلاخیں لگا دی ہوں۔

" آئندہ خیال رکھنا مجھے ورنہ ایک ایک ریشہ علیحدہ کر دوں گا"۔ اس آدمی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

" تم نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے چہرے پر تھپڑ مارا ہے۔ تم نے۔ تم حقیر آدمی۔ تم نے یہ کام کیا ہے۔ اب تمہاری موت لازمی ہو چکی ہے۔ اب تمہیں میں بتاؤں گا کہ تھپڑ کس طرح مارا جاتا ہے"۔ سوپر فیاض نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو"...... اس آدمی نے پہلے سے زیادہ غصے بھرے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے آگے بڑھ کر پہلے سے بھی زیادہ زوردار تھپڑ سوپر فیاض کے چہرے پر جڑ دیا اور سوپر فیاض کو اپنے منہ میں خون کا ذائقہ محسوس ہونا شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر یکلخت تاریکی سی چھا گئی۔

ختم شد

عمران سیریز میں سوپر فیاض کی حیرت انگیز صلاحیتوں پر مبنی انتہائی منفرد ناول

گراس ڈیم

حصہ دوم

مصنف ـــــ مظہر کلیم ایم اے

تم خان اور سوپر فیاض کے درمیان ہونے والی خوفناک کشمکش کا آخری نتیجہ کیا نکلا ـــــ؟

سردار خان ـــــ سب سے بڑا سردار ـــــ جس کی گرفتاری کے لئے سوپر فیاض اکیلا ہی شیروں کی کچھار میں داخل ہو گیا۔ پھر کیا ہوا ـــــ؟ انتہائی حیرت انگیز واقعات۔

سوپر فیاض ـــــ جس کی صلاحیتیں جب کھل کر سامنے آئیں تو سر عبدالرحمن بھی حیران رہ گئے۔

عمران ـــــ جسے سوپر فیاض کا کارنامہ دکھانے کیلئے سر عبدالرحمن آدھی رات کو جگا کر ساتھ لے گئے۔ عمران کا ردعمل کیا تھا ـــــ؟

انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات پر مبنی ایک منفرد اور انوکھا ناول۔

ـــــ شائع ہو گیا ہے

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

افریقہ کے گھنے جنگلات میں مکمل ہونے والا دلچسپ اور ہنگامہ خیز ایڈونچر

عمران سیریز میں ایک یادگار اضافہ

بلیک فیس

مُصنف — مظہر کلیم ایم اے

بلیک فیس — یہودیوں کی خفیہ بین الاقوامی تنظیم — جس نے پُراسرار طور پر پاکیشیا میں اہم مشن مکمل کرنا چاہا — لیکن — ؟

بلیک فیس — جس کا ہیڈکوارٹر افریقہ کے انتہائی گھنے اور خوفناک جنگلوں میں تھا — جہاں وحشی قبائل اور خونخوار درندوں کی کثرت تھی۔

بلیک فیس — جس کے خلاف کارروائی کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو خونخوار اور وحشی قبائلیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

بلیک فیس — جس کے ہیڈکوارٹر کے نیچے دنیا کے انتہائی خوفناک کاسمک میزائلوں کی لیبارٹری تھی — لیکن عمران نے ہیڈکوارٹر اور لیبارٹری کی تباہی کے لئے کام کرنے سے انکار کر دیا — کیوں — ؟

انھونی — بلیک فیس کا ایک ایسا ایجنٹ — جو ذہانت اور کارکردگی میں عمران سے بھی دو قدم آگے تھا اور عمران کو بھی اُسے ہر لحاظ سے برتر تسلیم کرنا پڑا — کیا واقعی وہ ایجنٹ ایسا تھا — یا — ؟

بلیک فیس — جس کے ہیڈکوارٹر میں داخلہ اس حد تک ناممکن تھا کہ عمران کو بھی ناکامی کا اعلان کرنا پڑا — کیوں اور کیسے — ؟

جوزف — افریقہ کے گھنے اور خوفناک جنگلات میں جوزف کی حیرت انگیز صلاحیتیں اور کارکردگی۔

وہ لمحہ — جب عمران اور اس کے ساتھی جنگل میں اندھی موت کا شکار ہو گئے — کیا عمران اور اس کے ساتھیوں کا مدفن افریقہ کا جنگل بنا — یا — ؟

بلیک فیس — انھونی اور عمران کے درمیان ہونے والے مقابلے میں آخری فتح کسے حاصل ہوئی — ؟

انتہائی دلچسپ منفرد اور انوکھے واقعات سے بھرپور — تیز اور خوفناک ایکشن کے ساتھ ساتھ بے پناہ اور جان لیوا سسپنس

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران شاگل اور ریکھا کے کرداروں میں ایک ہنگامہ خیز ایکشن کہانی

سارتو مشن

مصنف — مظہر کلیم ایم اے

سارتو مشن — کافرستان کا ایک ایسا مشن جس کی کامیابی کے بعد وہ پاکیشیا کو ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنا سکتے تھے۔

سارتو مشن — جس کی حفاظت کی ذمہ داری پاور ایجنسی پر تھی۔ اور مادام ریکھا پاور ایجنسی کی چیف تھی۔

سارتو مشن — جس کے تحفظ کے لئے کافرستان سیکرٹ سروس کے چیف شاگل نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے گرد موت کا جال بُن دیا اور — ؟

سارتو مشن — جس کی تباہی کے لئے عمران اور اس کے ساتھی دیوانہ وار موت کی اندھی غاروں میں کودنے پر مجبور ہو گئے۔

سارتو مشن — ایک ایسی لیبارٹری جسے ہر طرح مکمل طور پر ناقابل تسخیر بنا دیا گیا تھا — کیا یہ لیبارٹری تسخیر ہو سکی یا — ؟

سارتو مشن — جس کو تباہ کرنا تو ایک طرف اس تک پہنچنے کے لئے ہی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو مسلسل اور لمحہ بہ لمحہ یقینی موت سے دیوانہ وار لڑنا پڑا۔

سارتو مشن — ویران اور بنجر پہاڑی سلسلوں میں قدم قدم پر بکھری ہوئی موت کے مقابلے میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی ایسی جان لیوا جدوجہد کہ جس کا ہر لمحہ یقینی موت کا لمحہ بن کر رہ گیا۔

سارتو مشن — جس کو تباہ کرنے کے لئے جب تنویر اور دوسرے ممبرز آگے بڑھے تو مادام ریکھا نے انہیں گرفتار کر کے ان پر پٹرول چھڑک کر انہیں زندہ جلانے کا بھیانک منصوبہ بنایا — کیا تنویر اور اس کے ساتھی واقعی زندہ جلا دیئے گئے — ؟

- ریکھا کی پاور ایجنسی اور شاگل کی سیکرٹ سروس کے مقابلے میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایسے دلیرانہ اقدامات کہ جرأت اور بہادری کے الفاظ بھی اپنے آپ پر فخر کرنے لگے۔
- کیا سارتو مشن کامیاب ہو گیا — یا عمران اور اس کے ساتھی اسے تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے — یا خود موت کی گہری غاروں میں اتر جانے پر مجبور ہو گئے — ؟
- ہیلی کاپٹروں سے برسنے والی گولیاں — میزائل بموں کی خوفناک بارش — موت کی اندھی چٹانوں پر ایسے جان لیوا مقابلے جن کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔
- مسلسل اور بے پناہ ایکشن اور اعصاب شکن سسپنس سے بھرپور ایک یادگار کہانی۔

یوسف برادرز، پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں سسپنس اور ایکشن سے بھرپور ایک انتہائی منفرد کہانی۔

جولیانا ٹاپ ایکشن

مصنف:۔ مظہر کلیم ایم۔اے

★ جولیا کو اغوا کر کے ایک خوفناک اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلا کر دیا گیا ——— کیوں ——— ؟

★ ایک مجرم تنظیم کی ایسی گہری اور خطرناک سازش کہ عمران بھی اس سازش کا آلہ کار بننے پر مجبور ہو گیا۔

★ عمران ——— جس نے اپنے ہاتھوں خود جولیا کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے مجرموں کے حوالے کر دیا۔

★ مادام جیکی ——— ایک منفرد کردار ——— جس نے جولیا کی زندگی بچانے میں اہم کردار ادا کیا ——— مادام جیکی کون تھی ——— ؟

★ جولیا ——— جو مادام جیکی کا احسان اتارنے کے لئے ایکریمیا اور روسیاہ کے ایجنٹوں سے اکیلی ہی ٹکرا گئی ——— ایسا خوفناک ٹکراؤ جس کا نتیجہ موت کے سوا اور کچھ نہ نکل سکتا تھا۔

★ جولیا شدید زخمی ہونے کے باوجود جب فارم میں آئی ——— تو "جولیانا ٹاپ ایکشن" کا آغاز ہو گیا ——— ایسا ایکشن۔ جو صرف جولیا ہی مکمل کر سکتی تھی۔

★ عمران اور صفدر ——— جو جولیا اور مادام جیکی کو بچانے کی غرض سے یقینی موت کا شکار ہونے پر مجبور ہو گئے۔

★ ایک ایسا مشن ——— جس سے جولیا۔ عمران اور صفدر کا کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر وہ تینوں ہی اس مشن کی خاطر اپنی جانوں پر کھیل گئے ——— کیوں ——— ؟

★ وہ لمحہ ——— جب جولیا کے جسم پر انتہائی درندگی سے کوڑے برسائے گئے اور جب عمران اور صفدر دونوں کار کے خوفناک اور جان لیوا ایکسیڈنٹ کا شکار ہو گئے۔

★ جولیا کی زندگی کا ایک ایسا کارنامہ ——— جس پر شاید جولیا کو بھی ہمیشہ فخر رہے گا۔

★ اس مشن کا انجام کیا ہوا ——— ؟ جس سے کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود جولیا۔ عمران اور صفدر تینوں موت کے خوفناک پنجوں میں پھنسنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

★ سسپنس۔ ایکشن اور لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے واقعات ——— سے بھرپور ایک ایسی کہانی جو جاسوسی ادب میں یقیناً شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔

انتہائی حیرت انگیز

انتہائی منفرد

انتہائی دلچسپ کہانی

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ شاہکار کہانی

پرنس آف ڈھمپ

مصنف — مظہر کلیم — ایم' اے

- پرنس آف ڈھمپ —— آپ کا جانا پہچانا کردار —— مگر اس بار انتہائی چونکا دینے والے روپ میں —— ؟
- مادام اشمارا اور بلیک گرل —— دو خطرناک غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹس جو عمران کے ملک میں ایک خوفناک مشن سر انجام دینے آئیں مگر —— ؟
- عمران کے والد سر رحمان نے ریوالور اپنی کنپٹی پر رکھ کر عمران کو خطرناک غیر ملکی سیکرٹ ایجنٹ مادام اشمارا سے شادی پر مجبور کر دیا —— آخر کیوں —— ؟
- جولیا، سر رحمان کے اس فیصلے کے خلاف کھل کر میدانِ عمل میں آگئی —— کیسے —— ؟
- انتہائی منفرد انداز میں لکھی گئی ایک ایسی کہانی —— جسے آپ مدتوں فراموش نہ کر سکیں گے —— شائع ہو گئی ہے۔

ناشران:- یوسف برادرز، پبلشرز، بکسیلرز، پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک منفرد قابلِ فخر اور لافانی شاہکار

ڈیشنگ تھری

مصنف:- مظہر کلیم ایم۔ اے

- ایک ایسی تنظیم جو صرف تین افراد پر مشتمل تھی۔
- یہ تنظیم دنیا کو جنگ کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے کا عزم رکھتی تھی۔
- اس تنظیم سے نظریاتی ہمدردی رکھنے کے باوجود عمران کو ان کے مقابلے میں آنا پڑا —— کیوں —— ؟
- ڈیشنگ تھری تنظیم نے عمران اور سیکرٹ سروس کو چکرا کر رکھ دیا۔
- کیا عمران اس تنظیم کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا —— یا —— خود بھی اس تنظیم میں شامل ہو گیا ؟
- ایک ایسی کہانی جسے پڑھ کر آپ ایک بار پھر یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ مظہر کلیم ایم۔ اے کا قلم ہمیشہ منفرد راہوں پر گامزن رہتا ہے۔
ایکشن، سسپنس اور مزاح کا خوبصورت اور بھرپور امتزاج۔

شائع ہو گیا ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

یوسف برادرز پبلشرز، بکسیلرز پاک گیٹ ملتان

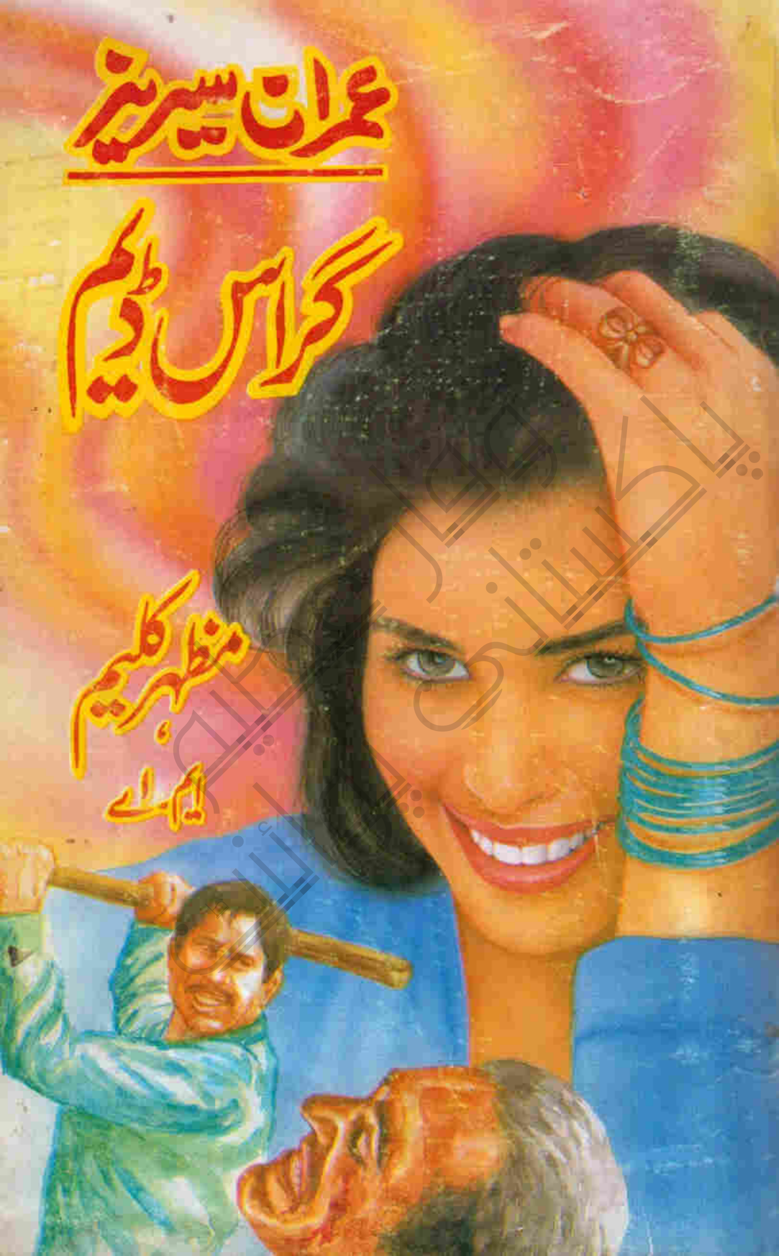

عمران سیریز
گراس ڈیم
مظہر کلیم
ایم اے

درست ہے لیکن اب اس کا کیا کیجئے کہ عمران بھی انسان ہے اور انسان ہمیشہ اپنے لئے آسانیاں تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب کار میسر آجائے وہ ورزش کی خاطر تو پیدل چل لیتا ہے لیکن سفر کے لئے پیدل چلنے سے گریز کرتا ہے۔ شاید اس لئے بھی کہ موجودہ تیز رفتار دنیا میں وقت ہی سب سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ بہرحال میں کوشش کروں گا کہ عمران کو یہ سمجھا سکوں کہ وہ پاکیشیا کے لئے مشن مکمل کرتے ہوئے اپنے پرستاروں کے جذبات کا بھی خیال رکھا کرے کیونکہ یہ جذبات وقت سے بھی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

روہڑی سے شکیل احمد میمن لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناول مجھے بے حد پسند ہیں۔ ٹائیگر ہمارا پسندیدہ کردار ہے اور آپ نے ابھی تک ٹائیگر پر کوئی خصوصی ناول نہیں لکھا۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ دوسرے ممبرز کی طرح ٹائیگر پر بھی کوئی خصوصی ناول ضرور لکھیں"۔

محترم شکیل احمد میمن صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کی فرمائش سر آنکھوں پر، میں کوشش کروں گا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے آپ کی فرمائش پوری کی جا سکے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام ۔ مظہر کلیم ایم۔ اے

سوپر فیاض کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے پورے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑتی چلی گئیں۔ اسے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ محسوس ہو رہا تھا اور اسے یاد آگیا کہ رستم خان نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارے تھے اور دوسرے تھپڑ کے بعد اس کے ذہن پر تاریکی چھا گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ رستم خان سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کا ساتھی ارسلان ہاتھ میں خوفناک کوڑا پکڑے فیاض کے قریب اس طرح کھڑا تھا جیسے حکم ملتے ہی وہ ایک لمحے کا توقف کئے بغیر سوپر فیاض پر کوڑے برسانا شروع کر دے گا۔

"بولو کیا تمہارا دماغ ٹھکانے پر آگیا ہے یا اسے ٹھکانے پر لایا جائے"...... رستم خان نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو اور کیوں تم نے ہمیں یہاں باندھ رکھا ہے"۔ سوپر

فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس میں بہرحال اتنی عقل موجود تھی کہ وہ صورت حال کو سمجھ لیتا۔

"میرا نام رستم خان ہے اور میں سردار خان کا نائب ہوں۔ اس سردار خان کا جسے گرفتار کرنے کے لئے تم آئے ہو"...... رستم خان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سردار خان نے پاکیشیا کے ایک اہم پراجیکٹ کے خلاف سازش کی ہے۔ انتہائی قیمتی مشینری کا پرزہ چوری کرایا ہے اور اس کے گیٹ بموں سے تباہ کرا دیئے ہیں اس لئے سردار خان کی گرفتاری ضروری ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"تمہارے نزدیک ضروری ہو گی لیکن سردار خان کو گرفتار کرنے والا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا سمجھے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ تم کس حالت میں ہو۔ اس انسپکٹر احمد خان کے سارے ساتھی اور تمہارے وہ ساتھی جو یہاں آئے تھے سب کو ہم نے ہلاک کرا دیا ہے اور پھر ان سب کی موت روڈ ایکسیڈنٹ میں ظاہر کی گئی ہے۔ اسی طرح تم تینوں کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے اور حکومت یہی سمجھتی رہے گی کہ تم روڈ ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہوئے ہو لیکن میں نے تم تینوں کو اب تک زندہ اس لئے رکھا ہوا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ سرکاری آدمیوں کو ہلاک کراؤں اس لئے بولو اگر تمہاری زندگیاں تمہیں بخش دی جائیں تو کیا تم خاموش رہو گے"...... رستم خان نے کہا۔

"سردار دو شرائط پر ہم خاموش رہ سکتے ہیں"...... اچانک انسپکٹر

رضا نے کہا۔

"کون سی شرائط"...... سردار رستم خان نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سوپر فیاض نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموش رہا تھا۔

"ایک شرط تو یہ کہ وہ مشینری کا پرزہ ہمیں دے دیا جائے تاکہ ہم اپنے محکمے کے افسران کو مطمئن کر سکیں۔ دوسری شرط یہ کہ ہمیں بھاری دولت بھی ساتھ دی جائے تاکہ ہم اس دولت سے اعلیٰ افسران کو بھی خاموش کرا سکیں"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"نہیں یہ دوسری شرط غلط ہے"...... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا۔

"تم خاموش رہو ورنہ"...... سردار رستم خان نے غصے کی شدت سے چیخ کر کہا۔

"باس ہم نے سردار خان کو پکڑ کر کیا کرنا ہے۔ وہ بڑا آدمی ہے ظاہر ہے عدالت میں اس کے خلاف کسی نے گواہی نہیں دینی اور پھر براہ راست اس کے خلاف ہمارے پاس سوائے اس عالی جاہ کے بیانات کے اور ثبوت بھی نہیں ہیں اور عدالت صرف ایک مجرم کے بیان سے تو اتنے بڑے آدمی کو سزا نہیں دے سکتی اور جہاں تک بڑے صاحب کا تعلق ہے تو انہیں پرزے سے دلچسپی ہے وہ انہیں مل جائے گا تو ان کی تسلی ہو جائے گی اور باقی حکام کا منہ دولت سے بھرا جا سکتا ہے"...... انسپکٹر رضا نے سوپر فیاض کی طرف منہ کرتے

ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک آنکھ کا گوشہ ہلکا سا دبا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ ٹھیک ہے"...... سوپر فیاض نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"سنو پرزہ تو تمہیں نہیں مل سکتا کیونکہ وہ تو ضائع کیا جا چکا ہے البتہ دولت مل سکتی ہے۔ بولو ہاں یا ناں میں جواب دو"...... رستم خان نے کہا۔

"کیا واقعی پرزہ ضائع ہو چکا ہے"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں"...... رستم خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے پھر ظاہر ہے کیا کیا جا سکتا ہے"...... انسپکٹر رضا نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تو تمہیں دولت کی شرط منظور ہے لیکن یہ سن لو کہ اگر اس کے بعد تم یہاں کاشان میں نظر آئے تو دوسرے لمحے تمہارے جسم میں مشین گنوں کے برسٹ اتر جائیں گے۔ یہاں کاشان میں چپے چپے پر ہمارے آدمی پھیلے ہوئے ہیں"...... رستم خان نے کہا۔

"لیکن انسپکٹر احمد خان تو یہیں رہے گا"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"نہیں۔ اسے تم نے یہاں سے تبدیل کرانا ہے۔ اب یہ بھی یہاں نہیں رہ سکتا اسے کسی دوسرے شہر بھجوا دو"...... رستم خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے مجبوری ہے"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"او کے بولو کتنی رقم چاہئے تمہیں"...... رستم خان نے کہا۔

"پچاس لاکھ روپے"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"پچاس لاکھ روپے۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ سنو صرف دس لاکھ روپے مل سکتے ہیں۔ بولو ہاں یا ناں میں جواب دو لیکن یہ سن لو کہ اگر تمہارا جواب ناں میں ہوا تو دوسرے لمحے تمہاری لاشیں یہاں پڑی ہوں گی۔ بولو"...... رستم خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ یہ رقم بہت کم ہے۔ بڑے افسران کو دینی ہے اور ہم نے بھی بانٹنی ہے"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"او کے۔ بیس لاکھ۔ بس یہ آخری حد ہے"...... رستم خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"لیکن یہ سن لو کہ دوبارہ یہاں تم لوگ نظر نہیں آؤ گے"۔ رستم خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے ہم نے دوبارہ یہاں آکر کیا کرنا ہے البتہ ہمیں بڑے صاحب کو یہ بتانا ہو گا کہ ہم نے پرزے کے بارے میں تسلی کر لی ہے اس لئے تم ہمیں اس سلسلے میں ضرور کوئی ایسی بات بتا دو جس سے ہم بڑے صاحب کو مطمئن کر سکیں"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"اسے بتا دینا کہ یہ پرزہ ٹوٹ کر ایک فونڈری کی بھٹی میں فولاد

بن چکا ہے۔ اس فونڈری کا نام بھی بتا دینا۔ اس فونڈری کا نام کاشان فونڈری ہے اور اگر تم چاہو گے تو اس کے مینجر سے بیان بھی دلوا دیا جائے گا۔ یہ فونڈری ہماری ہی ہے"...... رستم خان نے کہا۔

" ٹھیک ہے اس طرح یقیناً بڑا صاحب مطمئن ہو جائے گا۔ باقی کام ہم خود کر لیں گے"...... انسپکٹر رضا نے جواب دیا۔

" ارسلان انہیں رہا کر دو اور پھر مجھے ملو"...... رستم خان نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ارسلان نے جیب سے ایک کیپسول نکال کر فرش پر مارا اور تیزی سے دروازے سے باہر چلا گیا۔ کیپسول جیسے ہی فرش پر گر کر پھٹا سوپر فیاض کا ذہن یکلخت اس طرح گھومنے لگا جیسے کسی نے اسے چھت کے پوری رفتار سے چلنے والے پنکھے کے ساتھ باندھ دیا ہو اور یہ احساس بھی چند لمحوں تک رہا اس کے بعد اس کے تمام حواس تاریکی میں ڈوبتے چلے گئے۔ پھر جس طرح تاریک بادلوں میں بجلی کی لہریں کوندتی ہیں اس طرح اس کے ذہن میں بھی روشنی کی لکیریں سی کوندنے لگیں اور پھر آہستہ آہستہ اس کا ذہن روشن ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں تو وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا تو وہ بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس وقت ایک ویران سے میدان میں موجود تھا جبکہ سامنے ریل کی پٹڑی بھی نظر آ رہی تھی اور دور سے ایک دیہاتی سٹیشن بھی نظر آ رہا تھا جبکہ انسپکٹر رضا اور انسپکٹر احمد خان دونوں ابھی تک زمین پر بے ہوش

پڑے ہوئے تھے لیکن ان کے جسموں میں حرکت کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

" یہ ہمیں کہاں پہنچا دیا گیا ہے"...... سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے انسپکٹر رضا کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد انسپکٹر احمد خان بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انسپکٹر رضا نے ہوش میں آتے ہی جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں اور پھر اس کی جیب سے ایک کاغذ نکل آیا۔

" یہ کیا ہے"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" یہ رستم خان کا رقعہ ہے باس۔ اس نے لکھا ہے کہ رقم ایک ماہ بعد ہمیں پہنچا دی جائے گی بشرطیکہ ہم نے ایک ماہ کے دوران ان کے خلاف کوئی حرکت نہ کی اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس بار زندگی بچ جانے کو غنیمت سمجھا جائے ورنہ دارالحکومت میں بھی گولی ماری جا سکتی ہے"...... انسپکٹر رضا نے تحریر پڑھتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ۔ اس رستم خان کی موت آ گئی ہے لیکن تم نے اس سے یہ شرائط کیوں طے کی تھیں بولو"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" باس۔ ہم بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ اگر ہم اپنی بات پر اڑ جاتے تو یہ ہمیں گولیوں سے اڑا دیتے۔ اب ہم آزاد ہو گئے ہیں اب ہم میک اپ میں جا کر ان کے خلاف کام کر سکتے ہیں"...... انسپکٹر رضا نے کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ بہرحال پہلے تو یہ دیکھو کہ ہم کہاں ہیں۔ میں اس رستم خان اور سردار خان سے ایسا انتقام لوں گا کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی"...... سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس ریلوے سٹیشن کی طرف بڑھ گیا جبکہ انسپکٹر رضا اور انسپکٹر احمد خان اس کے پیچھے ہی چل رہے تھے۔

عمران فلیٹ میں بیٹھا ایک رسالے کے مطالعے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سلیمان چونکہ مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے عمران نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) سپیکنگ"۔ عمران نے کہا لیکن اس کی نظریں رسالے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے رسالہ الٹ کر میز پر رکھ دیا۔

"تم کاشان گئے تھے۔ کیا وہاں سے فون کر رہے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"میں دارالحکومت سے ہی فون کر رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ۔ واپس آگئے ہو تم۔ کب آئے ہو اور کیا کر کے آئے ہو"۔ عمران نے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں فلیٹ پر آکر تفصیل بتاؤں۔ آپ سے مزید ہدایات بھی لینی ہیں"...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا۔

"اوکے آجاؤ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے رسالہ دوبارہ اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور قدموں کی آواز راہداری میں سنائی دی تو عمران سمجھ گیا کہ سلیمان مارکیٹ سے واپس آگیا ہے۔

"سلیمان"...... عمران نے اسے آواز دی۔

"جی صاحب"...... سلیمان نے دروازے پر رک کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں سامان سے بھرے ہوئے شاپرز موجود تھے۔

"ٹائیگر آنے والا ہے اور وہ کبھی کبھار آتا ہے اور پھر میرا ہونہار شاگرد بھی ہے اس لئے اس کی خدمت اچھے انداز میں ہونی چاہئے"۔ عمران نے کہا۔

"جی بہتر"...... سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"ارے ارے سنو۔ ایک منٹ"...... عمران نے چونک کر اونچی آواز میں کہا۔

"میں یہ سامان کچن میں رکھ لوں پھر آرہا ہوں"...... سلیمان کی

آواز سنائی دی اور پھر چند منٹ بعد سلیمان کمرے میں آگیا۔

"جی صاحب"...... سلیمان نے اس بار بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پہلے بتاؤ کہ کیا خاطر خدمت کرو گے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے اچھی خاطر خدمت کرنے کے لئے کہا ہے اس لئے آپ بے فکر رہیں اچھی ہی ہو گی"...... سلیمان نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے تفصیل بتاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ جسے تم اچھی سمجھتے ہو میرے نزدیک وہ اچھی نہ ہو"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو آپ خود بتا دیں میں کیا کروں"...... سلیمان نے کہا۔

"اچھی سے مطلب ہے کہ جب ٹائیگر کے لئے چائے لے کر آؤ تو ایک کپ میرے لئے بھی ساتھ لے آنا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"...... سلیمان نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر آیا ہے"...... عمران نے کہا تو سلیمان سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"السلام علیکم باس"...... چند لمحوں بعد ٹائیگر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔ بیٹھو"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر سامنے صوفے پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے جو تم فون پر نہیں بتانا چاہتے تھے"...... عمران نے کہا۔

"خاصی لمبی بات ہے اور پھر میں نے آپ سے تفصیلی ہدایات بھی لینی تھیں اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے بالمشافہ بات ہو جائے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اچھا۔ چلو اس طرح مجھے بھی تمہارے ساتھ ایک کپ چائے کا مل جائے گا ورنہ سلیمان نے آج کل چائے کا بائیکاٹ کیا ہوا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بھی بے اختیار ہنس پڑا اور پھر اس نے کاشان جانے سے لے کر اسٹیشن کے قریب میدان میں ہوش آنے تک کے تمام واقعات اور رستم خان سے ہونے والی تمام گفتگو تفصیل سے دوہرا دی۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں ان لوگوں کا خاصا ہولڈ ہے۔ تم کب آئے تھے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں کل یہاں پہنچا تھا لیکن آپ سے فوری طور پر بات اس لئے نہیں کی کہ میں یہاں سے اس رستم خان اور سردار خان کے بارے

میں پوری معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ ان معلومات کے مطابق سردار خان حقیقت میں موجود ہے لیکن وہ خود سامنے نہیں آتا اور اس کے سارے کام یہ رستم خان کرتا ہے۔ رستم خان نے کاشان میں اور یہاں دارالحکومت میں بھی اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ میں نے وہاں اس کا ایک خاص ٹھکانہ معلوم کر لیا ہے جسے آپ اس کا ہیڈ کوارٹر بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ ہیڈ کوارٹر کاشان کے شمال مغرب میں ایک پہاڑی کے اندر زیر زمین بنایا گیا ہے۔ وہاں اس نے باقاعدہ نہ صرف سائنسی آلات نصب کر رکھے ہیں بلکہ وہاں ارد گرد کی پہاڑیوں میں اس کے آدمی بھی پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ یہ سارا پہاڑی علاقہ رستم خان کی ذاتی ملکیت ہے اس لئے اس پہاڑی علاقے کے گرد اس نے باقاعدہ خاردار تار لگا کر اسے بند کیا ہوا ہے اور بغیر رستم خان کی اجازت کے وہاں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ وہاں بھی ہر جگہ اس کے مسلح آدمی موجود رہتے ہیں اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس ہیڈ کوارٹر والے علاقے میں اس نے زیر زمین انتہائی بڑے بڑے اسلحے کے سٹور بنائے ہوئے ہیں اور یہ اسلحہ وہ دارالحکومت اور پاکیشیا کے تمام علاقوں کے جرائم پیشہ افراد تک پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تخریب کاری اور دہشت گردی کے لئے بھی اس کا اسلحہ استعمال ہوتا ہے"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"اوہ اتنا بڑا سیٹ اپ لیکن کیا پولیس، انٹیلی جنس اور وہاں

موجود فوجی ایجنسیاں اس سلسلے میں کچھ نہیں کرتیں"...... عمران نے کہا۔

"فوج کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے البتہ پولیس اور انٹیلی جنس کے آدمی اس کے وظیفہ خوار ہیں"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے پھر تو سوپر فیاض اس کی سرکوبی نہیں کر سکے گا اس کے لئے تو مجھے سیکرٹ سروس کے چیف سے بات کرنی پڑے گی"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ عمران نے چونک کر ٹرالی کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ رینگنے لگی کیونکہ ٹرالی میں چائے کی دو پیالیاں موجود تھیں۔ سلیمان نے چائے خود ہی بنا کر ایک پیالی میں ڈالی اور پھر پیالی اٹھا کر اس نے ٹائیگر کے سامنے رکھ دی اور ساتھ ہی سنیکس کی پلیٹیں بھی اور پھر اس نے دوسری خالی پیالی اٹھائی اور عمران کے سامنے رکھ کر اس نے ٹرالی کو واپس موڑ دیا۔

"ارے ارے۔ کیا مطلب۔ یہ خالی پیالی۔ کیا مطلب"۔ عمران کے لہجے میں حقیقی حیرت تھی۔

"آپ نے خود ہی کہا تھا کہ ایک پیالی آپ کو بھی دی جائے۔ چنانچہ میں نے دے دی ہے"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"لیکن میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ خالی پیالی دے دو۔ میں نے تو کہا تھا چائے کی پیالی"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ چائے کی ہی پیالی کہلاتی ہے جناب نہ ہی اس میں کافی پی جاتی ہے اور نہ کوئی دوسرا مشروب"...... سلیمان نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس جانے لگا۔

"ٹھیک ہے تو پھر یہ خالی پیالی بھی لے جاؤ"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"باس آپ یہ میرے والی پیالی لے لیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ نہیں تم پیو"...... عمران نے کہا تو سلیمان واپس مڑا۔ اس نے عمران کے سامنے رکھی ہوئی پیالی اٹھائی اور اسے ٹرالی میں رکھ کر اس میں چائے ڈالنے لگا۔ پھر اس نے پیالی اٹھا کر عمران کے سامنے رکھ دی۔

"شکریہ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ٹائیگر صاحب کا ادا کیجئے۔ میں نے سوچا کہ استاد چاہے وہ آپ جیسا ہی کیوں نہ ہو بہرحال استاد ہوتا ہے اور شاگرد کے سامنے استاد کی توہین نہیں ہونی چاہئے"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا گیا۔

"سلیمان صاحب خاصا گہرا مذاق کرتے ہیں"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس قدر گہرا کہ اب اس کی گہرائی ناپنا میرے لئے بھی مسئلہ بن گیا ہے"...... عمران نے جواب دیا اور پیالی اٹھا کر منہ سے لگالی۔

"باس ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ میرے ہاتھ میں

موٹے کیل گاڑے گئے تھے لیکن جب مجھے اس میدان میں ہوش آیا تو میرے ہاتھوں میں سوراخ تک نہیں تھے جبکہ ان کیلوں کی وجہ سے تیز درد کی لہریں دوڑتی رہی تھیں"...... ٹائیگر نے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

" انہیں ٹاپس ہک کہا جاتا ہے۔یہ اس طرح لگائے جاتے ہیں جس طرح عورتیں کانوں میں ٹاپس پہنتی ہیں کہ بغیر سوراخ کے وہ کان میں فٹ ہو جاتے ہیں جبکہ دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ ان کے پن سوراخ کے آر پار ہوں گے۔اس کا مقصد دوسرے کو دہشت زدہ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ سب کچھ بتا دے۔ٹاپس ہک البتہ معمولی سا ہتھیلی میں چبھ جاتا ہے جس کی وجہ سے درد کی لہریں محسوس ہوتی ہیں"...... عمران نے جواب دیا اور ٹائیگر نے اثبات میں سرہلا دیا اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔

" سلیمان دیکھنا کون آگیا ہے شاید دوسری پیالی ملنے کا سکوپ بن جائے"...... عمران نے اونچی آواز میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔دوسرے لمحے راہداری میں قدموں کی آواز ابھری۔

" کون ہے"...... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

" اوہ اچھا سوپر فیاض صاحب"...... سلیمان کی آواز دوبارہ سنائی دی تو عمران سمجھ گیا کہ سلیمان نے اونچی آواز میں یہ بات اسے سنانے کے لئے کی ہے اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

" نئی زندگی مبارک ہو جناب۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا ہے"۔ دروازہ کھلنے کے بعد سلیمان کی آواز سنائی دی۔

" اوہ شکریہ سلیمان بس تمہاری دعائیں کام آگئی ہیں"...... سوپر فیاض کی آواز سنائی دی۔

" یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جناب ورنہ ہماری دعائیں اگر کام آسکتیں تو۔ تو ایسا ہوتا ہی کیوں"...... سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران اس کے اس فقرے پر بے اختیار مسکرا دیا۔چند لمحوں بعد سوپر فیاض کمرے میں داخل ہوا تو عمران کے ساتھ ساتھ ٹائیگر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

" ارے سوپر فیاض تم اور یہاں۔مجھے بتایا گیا تھا کہ تم اپنی ٹیم کے ساتھ کاشان گئے ہو"...... عمران نے سلام دعا کے بعد حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ہاں گیا تھا لیکن"...... سوپر فیاض نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور لیکن کے بعد والا فقرہ اس نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے روک دیا تھا اور عمران سمجھ گیا کہ وہ ٹائیگر کی وجہ سے کھل کر بات نہیں کر رہا۔

" اوکے ٹائیگر تم اب جاؤ میں اس سلسلے میں تم سے بعد میں رابطہ کروں گا"...... عمران نے ٹائیگر سے کہا تو ٹائیگر سرہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور سلام کر کے واپس چلا گیا۔اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا۔اس نے ٹرے میں مشروب کا ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔

"آپ کو چونکہ ڈاکٹر نے چائے سے منع کر رکھا ہو گا اس لئے میں آپ کے لئے مشروب لے آیا ہوں"...... سلیمان نے مشروب کا گلاس سوپر فیاض کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ اسے معلوم تھا کہ اگر تمہیں چائے دی جاتی تو ساتھ ہی پروٹوکول کے مطابق مجھے بھی مل جاتی"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض ہنس پڑا۔ سلیمان خاموشی سے سامان ٹرالی میں رکھ کر واپس چلا گیا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا کیا ہے تم نے کاشان میں"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے اسے وہاں جانے سے لے کر واپس ایک میدان میں ہوش میں آنے تک کے سارے واقعات بتا دیئے البتہ اس نے تھپڑ کھانے والا قصہ سرے سے گول کر دیا۔

"تم نے ڈیڈی کو یہ رپورٹ دی ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"تو پھر انہوں نے کیا کہا ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"انہوں نے پہلے تو مجھے اور انسپکٹر رضا کو خوب جھاڑا پھر حکم دے دیا کہ فورس لے کر جاؤ اور ان کا پورا سیٹ اپ ختم کر دو۔ ساتھ ہی انہوں نے وہاں موجود فوجی یونٹ کے انچارج کرنل احتشام کو بھی حکم دے دیا کہ وہ وہاں ہماری مدد کریں"...... سوپر فیاض نے

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر تمہارا کیا پروگرام ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"پروگرام کیا ہونا ہے۔ میں ان سب کو تہس نہس کر دوں گا"۔ سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ہونا بھی ایسے ہی چاہئے لیکن تم میرے پاس کس لئے آئے ہو۔ بتاؤ اگر کوئی خدمت میرے لائق ہو تو میں حاضر ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا شکریہ۔ لیکن نجانے کیا بات ہے اس بار بڑے صاحب اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ عمران سے کوئی مدد نہیں لینی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ آخر ان پر کیوں یہ ضد سوار ہو گئی ہے"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"وہ دراصل یہ چاہتے ہیں کہ تم میں اور انٹیلی جنس کے دوسرے آفیسرز میں ایسی صلاحیتیں پیدا کر دیں کہ وہ کسی کی مدد کے بغیر ہر قسم کے کیس مکمل کر سکیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ آخر حکومت لاکھوں کروڑوں روپے ماہانہ اس ایجنسی پر خرچ کرتی ہے اسے ایسا ہونا بھی چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں تمہاری بات درست ہے۔ اب میرے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ ہمارے کام کرنے کا انداز تبدیل ہونا چاہئے۔ ہمیں بھی اب کمانڈو کے انداز میں کام کرنا چاہئے لیکن اصل بات یہ ہے کہ باوجود بے حد سوچنے کے ابھی تک میرے ذہن میں کوئی لائحہ عمل

نہیں آسکا اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ چلو تم مجھے کم از کم کوئی لائحہ عمل تو بتا دو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"لائحہ عمل بتانے کا کیا فائدہ جب تم اس پر عمل ہی نہ کر سکو گے"۔ عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیوں عمل نہ کر سکوں گا۔ کیا تم مجھے اس قدر احمق سمجھتے ہو"...... سوپر فیاض کو عمران کی بات پر غصہ آگیا تھا۔

"چلو اس قدر نہ سہی جس قدر تم کہو اس قدر سمجھ لیتا ہوں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو عمران تم میرے دوست ہو۔ بھائی ہو اس لئے تمہیں میری عزت کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ مشن میری عزت کا سوال بن چکا ہے اس لئے میں اسے ہر صورت میں خود ہی مکمل کرنا چاہتا ہوں"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"اچھا یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ میں پہلے سوچ رہا تھا کہ اس مشن کو مکمل کرا کو تمہارے حوالے کیا جائے اور اس کے لئے میں نے سوچا تھا کہ فورسٹارز کے چیف کو درخواست کروں لیکن تمہاری بات بھی درست ہے کہ یہ مشن واقعی تمہاری عزت کا مشن ہے کیونکہ تمہارے گالوں پر موجود انگلیوں کے نشانات باوجود مدھم ہونے کے مجھے صاف نظر آ رہے ہیں"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"نن۔ نشانات۔ مگر میں نے تو"...... سوپر فیاض نے بے اختیار

گال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"دراصل میں نے اپنی آنکھوں میں ایسے لینز فٹ کر رکھے ہیں جن سے میک اپ کے نیچے موجود اصل چہرہ بھی نظر آجاتا ہے۔ انگلیوں کے نشانات تو بہرحال اصل چہرے پر ہی ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے اب چھپانے کا کیا فائدہ اس رستم نے تھپڑ مارے تھے اور اب میں اس کی بوٹیاں اپنے ہاتھوں سے کرنا چاہتا ہوں"۔ سوپر فیاض نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اور تمہاری عزت میری عزت ہے۔ اس لئے سنو میں اب جو کچھ کہوں گا اسے پوری سنجیدگی سے سننا۔ میں نے اپنے طور پر ٹائیگر کو کاشان بھجوایا تھا اور ابھی تمہارے آنے سے پہلے ٹائیگر یہاں میرے پاس اس لئے آیا تھا کہ وہ مجھے تفصیل سے رپورٹ دے سکے"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔

"اوہ۔ اس قدر منظم ہیں یہ لوگ۔ وری بیڈ"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈرنے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے پاس حکومت کی طاقت ہے اور وہ مجرم ہیں اور یہ بھی سن لو کہ اگر تم نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو اول تو تم انہیں آسانی سے گرفتار نہ کر سکو گے اور اگر ہو بھی جائیں تو ان کے خلاف تمہیں نہ

ہی گواہ ملیں گے اور نہ ایسے ثبوت کہ تم انہیں عدالت میں سزا دلا سکو۔ اب مزید میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ تم بہرحال اس قدر احمق بھی نہیں ہو کہ میری بات سمجھ نہ سکو"...... عمران نے کہا۔

"میں تو سمجھ گیا ہوں لیکن تمہارے ڈیڈی کو کون سمجھائے گا۔ انہیں اگر معلوم ہو گیا تو وہ مجھے جیل میں ڈلوا دیں گے"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"تم کیا کر سکتے ہو۔ وہاں جب خونی مقابلہ ہو گا تو ظاہر ہے تم ہاتھوں میں پھول اٹھائے تو موجود نہیں ہو گے اور مقابلے میں تو بہرحال لوگ مرتے ہی رہتے ہیں"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔ واقعی مقابلے میں تو لوگ مرتے ہی رہتے ہیں۔ بہرحال اس کے باوجود میں کوشش کروں گا کہ کم از کم اس رستم اور سردار دونوں کو زندہ پکڑ سکوں تاکہ یہاں اپنے ہیڈ کوارٹر میں ان سے ذرا تفصیل سے مذاکرات ہو سکیں"...... سوپر فیاض نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تو اب لائحہ عمل سنو۔ تم اپنے ساتھ زیادہ بھیڑ لگا کر مت جاؤ۔ چار ایسے آدمی اپنے ڈیپارٹمنٹ سے چن لو جو پوری طرح تربیت یافتہ ہوں اور پھر میک اپ وغیرہ کر کے خاموشی سے وہاں پہنچ جاؤ اور اس ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کرو لیکن خیال رکھنا ٹائیگر کی معلومات کے مطابق وہاں بے پناہ اسلحہ موجود ہے۔ ایسا نہ ہو کہ

تم بھی ساتھ ہی بھک سے اڑ جاؤ اور تمہاری لاش کے ٹکڑے تک نہ مل سکیں"...... عمران نے کہا۔

"اسلحہ۔ اوہ ہاں اس کا تو مجھے خیال ہی نہ آیا تھا لیکن میں پھر انہیں کیسے کور کروں گا اور وہ بھی چار آدمیوں کے ساتھ"...... سوپر فیاض نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر بے حد صلاحیتیں ہیں۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے کہ تم ان صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی بجائے صرف اپنے رعب دبدبے سے کام نکالنا چاہتے ہو لیکن یہاں تم نے اپنے رعب دبدبے کا حال دیکھ لیا اس لئے اپنی صلاحیتیں استعمال کرو"۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اوکے تمہارا بے حد شکریہ۔ میرے حق میں دعا کرنا جب میں کامیاب لوٹوں گا تو تمہیں دعوت کھلاؤں گا"...... سوپر فیاض نے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"صرف دعوت"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بس۔ بس۔ مزید مت پھیلو۔ ایسے فضول سے مشورے کے باوجود میں تمہیں خود ہی دعوت کھلانے کا وعدہ کر رہا ہوں اور اسے غنیمت سمجھو۔ خدا حافظ"...... سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران بھی بے اختیار مسکرا دیا۔ جب بیرونی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے

شروع کر دیئے۔

"یس۔ صدیقی بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں لیکن میں نے تو فورسٹارز کے چیف کو فون کیا تھا یہ نجانے کال کہاں جا ملی ہے"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"اگر آپ کال کرنے سے پہلے سلیمان کے ہاتھ مجھے پیغام بجھوا دیتے کہ آپ کال کریں گے تو میں واقعی چیف آف فورسٹارز ہی ہوتا لیکن اب کیا کیا جائے یہ سوچ کر خالی نام بتانا پڑتا ہے کہ کہیں سر چیف کی کال نہ ہو"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ سر چیف کو بھی تو پتہ لگنا چاہیئے کہ صرف وہی چیف کے لہجے میں نہیں بولتا اور بھی چیف ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ سر چیف بہرحال چیف ہے اس لئے میں تو کم از کم یہ جرأت نہیں کر سکتا"...... صدیقی نے کہا۔

"تو پھر میں اب فون بند کر کے دوبارہ کروں۔ پھر چیف آف فورسٹارز سے رابطہ ہو سکے گا"...... عمران نے کہا۔

"آخر آپ چیف آف فورسٹارز سے بات کرنے پر کیوں بضد ہیں جبکہ بیچارہ چیف آف فورسٹارز تو اتنا چینک بھی آپ کو دینے کے قابل

نہیں ہے جتنا سر چیف دیتا ہے"...... صدیقی نے کہا تو عمران ایک بار پھر بے اختیار ہنس پڑا۔

"یعنی تم نے ایڈوانس سرخ جھنڈی دکھا دی۔ سچ ہے بھوکے کو کوئی کھانے کی دعوت بھی نہیں دیتا اور جس کا پیٹ پہلے سے بھرا ہوا ہو اسے سب کھانے کی دعوت دیتے ہیں"...... عمران نے کہا تو صدیقی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو دعوت ضرور کھلائی جائے گی چاہے ابھی کھا لیں یا جب آپ کا جی چاہے"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے۔ اگر مجھے اسی رفتار سے دعوتیں ملنا شروع ہو گئیں تو سلیمان کو چھٹی کرانی پڑ جائے گی۔ ابھی چند لمحے پہلے سوپر فیاض خلاف توقع کھانے کی دعوت دے گیا ہے اور اب چند لمحوں بعد تم دعوت دے رہے ہو لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سلیمان کی سابقہ تنخواہیں، بل اور الاؤنس تو بہرحال چھٹی سے پہلے دینے ہی پڑیں گے۔ اس کا کیا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"سوپر فیاض کا آپ نے کوئی کام کیا ہو گا اس لئے اس نے آپ کو دعوت دی ہو گی۔ میں تو بغیر کسی کام کے دعوت دے رہا ہوں"۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایک مشورہ دیا تھا جسے اس نے خود ہی فضول بھی کہہ دیا۔ اس کے باوجود دعوت بھی دے ڈالی"...... عمران نے کہا۔

"کیسا مشورہ"...... صدیقی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اگر تم چائے پلوانے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے فلیٹ پر آکر تمہیں بھی مشورہ دے سکتا ہوں کیونکہ سلیمان نے اماں بی کے حکم پر میری چائے بند کر رکھی ہے"...... عمران نے کہا۔

"اگر اماں بی کا حکم ہے تو پھر تو میں بھی آپ کو چائے نہیں پلوا سکتا اور جو آپ چاہیں"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اصل چیف تو اماں بی ہیں کہ ان کا حکم سن کر ہی سب اس کی تعمیل پر تیار ہو جاتے ہیں"...... عمران نے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"اوکے میں آ رہا ہوں"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ فور سٹارز کے ساتھ خود کاشان جائے گا اور سوپر فیاض اور اس کے آدمیوں کو واچ کرے گا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ سوپر فیاض اور اس کے ساتھی اس قابل نہیں ہیں کہ سیکرٹ سروس کے انداز میں کام کر سکیں اور ٹائیگر نے جو کچھ بتایا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سردار خان کے گروپ کے خلاف سیکرٹ سروس کے انداز میں ہی کام کر کے کامیابی ہو سکتی ہے۔

کاشان کے ایک چھوٹے ہوٹل کے کمرے میں سوپر فیاض اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا۔ سوپر فیاض اس بار اپنے ساتھ انسپکٹر رضا کی بجائے انسپکٹر راشد اور اس کے سیکشن کے تین آدمی لے آیا تھا۔ انسپکٹر راشد کے انتخاب کی وجہ تو یہ تھی کہ انسپکٹر راشد ملٹری انٹیلی جنس میں کام کر چکا تھا لیکن ایک حادثے میں اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ گو اب وہ ٹھیک تھا لیکن ملٹری کے میڈیکل بورڈ نے اسے ملٹری انٹیلی جنس سے فارغ کر دیا تھا تب سے وہ سول انٹیلی جنس میں شامل ہو گیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ بہرحال انسپکٹر رضا کے سامنے اس رستم خان نے سوپر فیاض کے چہرے پر تھپڑ مارے تھے اس لئے اب وہ انسپکٹر رضا کو ساتھ نہ رکھنا چاہتا تھا۔ سوپر فیاض نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا اور یہ میک اپ انسپکٹر راشد نے کیا تھا کیونکہ اسے ملٹری انٹیلی جنس میں اس کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ انسپکٹر راشد کا سیکشن ویسے بھی دارالحکومت میں اسلحہ

کے سمگلروں کے خلاف کام کرتا رہتا تھا اس لئے سوپر فیاض کا خیال تھا کہ یہ مشن بھی بہرحال انسپکٹر راشد کے سیکشن سے ہی متعلق ہے۔ اس نے کاشان روانہ ہونے سے پہلے انسپکٹر راشد کے ساتھ باقاعدہ میٹنگ کی تھی اور اسے تمام صورت حال بتا کر اسے ہدایات دی تھیں جس پر انسپکٹر راشد نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس مشن میں سوپر فیاض کو ہر صورت میں کامیاب کرائے گا۔ اسے ایسے مشنز کا کافی طویل تجربہ تھا اور اپنے ساتھیوں کا انتخاب انسپکٹر راشد نے خود کیا تھا۔ بہرحال یہ اس کے سیکشن کے آدمی ہی تھے۔ سوپر فیاض نے میک اپ میں اپنا نام صرف سوپر رکھ لیا تھا۔

"سوپر سب سے پہلے تو ہمیں اس ہیڈ کوارٹر کا جائزہ لینا ہے تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ اس ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کس انداز میں کرنا چاہئے"۔ انسپکٹر راشد نے کہا۔

"سنو انسپکٹر راشد مجھے یہ جائزے وغیرہ کا کام پسند نہیں ہے۔ ہم نے یہاں سال دو سال نہیں رہنا کہ ہم جائزہ لیتے پھریں اس لئے ایسے فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے سب سے پہلے ہم نے اس رستم خان کا سراغ لگانا ہے۔ وہ ہاتھ آجائے تو پھر اس سے سارے راز حاصل کر کے ہم اس ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کر دیں گے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"لیکن سوپر مسئلہ یہ ہے کہ رستم خان کے گرفتار یا غائب ہوتے ہی ان کا پورا گروپ الرٹ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ظاہر ہے اس

ہیڈ کوارٹر پر ریڈ ناممکن ہو جائے گا"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"سنو میری بات سنو۔ ہم نے وہاں جا کر حملہ نہیں کرنا۔ یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم چار افراد جا کر وہاں لڑتے بھڑتے رہیں۔ ہم نے ان کے بڑوں کو پکڑنا ہے۔ باقی رہا ہیڈ کوارٹر تو اس پر تو ہم فوج کی مدد سے بھی ریڈ کر سکتے ہیں۔ ہم سرکاری آدمی ہیں۔ ہم کوئی پرائیویٹ جاسوس نہیں ہیں کہ سب کام ہم نے خود کرنے ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر راشد نے ایک طویل سانس لیا۔

"آپ نے پہلے تو یہی کہا تھا کہ ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کرنا ہے"۔ انسپکٹر راشد نے کہا۔

"ہاں۔ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ ہمیں خواہ مخواہ فلمی ہیرو بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے ان بڑوں کو پکڑنا ہے اور پھر باقی کام سرکاری سطح پر کر لیا جائے گا"...... سوپر فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سوپر۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ نے واقعی دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

"اب تم بتاؤ کہ اس رستم خان اور سردار خان کو کیسے پکڑا جا سکتا ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"ظاہر ہے باس اس کے لئے ہمیں کام کرنا ہو گا۔ ایک دو روز تو لگ جائیں گے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"ہونہہ۔ ایک دو روز پھر وہی بات۔ میں یہ کام فوری کرنا چاہتا ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"سر فوری کام تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم بنی مون ہوٹل جائیں اور پھر وہاں سے اس کا سراغ لگاتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے چلے جائیں۔ پھر جہاں بھی وہ ہاتھ لگے اسے پکڑ لیں لیکن ظاہر ہے پہلے ہی قدم پر اسے معلوم ہو جائے گا اور پھر اس کے آدمی ہمارے خلاف ایکشن شروع کر دیں گے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ ہم ان مجرموں سے اگر ڈر کر بیٹھ گئے تو پھر ہم سو سال بھی یہ مشن مکمل نہیں کر سکتے۔ اس طرح ہے کہ میں بنی مون ہوٹل جا کر اس کا پتہ کرتا ہوں تم اپنے ساتھیوں سمیت میری نگرانی کرو اور اگر ضرورت محسوس کرو تو مداخلت کرو ورنہ نہیں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"سر میرا خیال ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں جبکہ میرے آدمی ہماری نگرانی کریں۔ اس طرح کام زیادہ اچھے انداز میں ہو سکتا ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تم نے میرے کام میں مداخلت نہیں کرنی"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"تو پھر جاؤ اور کسی پراپرٹی ڈیلر اور کار ڈیلر کے ذریعے کوئی رہائش گاہ ارینج کرو اور کار بھی لو پھر ہم اپنا ایکشن شروع کر دیں

گے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"اس کا انتظام میں پہلے ہی کر چکا ہوں جناب۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کی ضرورت پڑے گی۔ میں نے دارالحکومت سے ہی اس کا انتظام کر لیا تھا۔ یہاں کی ایک کالونی ہے راحت کالونی اس میں ایک کوٹھی کی چابیاں ہمیں مل سکتی ہیں۔ اس میں دو کاریں بھی موجود ہیں اور ضروری اسلحہ بھی"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"اوہ ویری گڈ۔ بس میں ایسے ہی کام چاہتا ہوں اسی طرح فوری۔ چلو پھر اٹھو۔ ویسے اگر تم پہلے بتا دیتے تو ہم براہ راست وہیں چلے جاتے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"میں نے جان بوجھ کر نہیں بتایا تھا کیونکہ میں نگرانی چیک کرنا چاہتا تھا"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"نگرانی۔ کیا مطلب۔ ہماری نگرانی کیوں ہو گی"...... سوپر فیاض نے حیران ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ الرٹ ہوں اور یہاں آنے والے اجنبی افراد کی نگرانی کر رہے ہوں۔ یہ چھوٹا شہر ہے اس لئے اجنبی افراد کی نگرانی بہر حال کی جا سکتی ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پھر کیا معلوم ہوا ہے"...... سوپر فیاض نے پوچھا۔

"نگرانی نہیں ہو رہی اس لئے اب ہم کوٹھی جا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے کار اس رہائشی پلازہ کی پارکنگ میں روکی جس میں صدیقی کا فلیٹ تھا اور پھر کار سے اتر کر وہ بلڈنگ کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک وہ بلڈنگ کے مین گیٹ سے نکلنے والے ایک آدمی کو دیکھ کر چونک پڑا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور واپس اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کار میں بیٹھتے ہی کار کے ڈیش بورڈ سے ماسک میک اپ کا باکس نکالا اور دوسرے لمحے اس نے انتہائی پھرتی سے سر اور چہرے پر ماسک چڑھا کر اسے دونوں ہاتھوں سے تھپکا کر ایڈجسٹ کر دیا۔ اس نے یہ کام اس قدر تیز رفتاری سے کیا تھا کہ شاید ہی کوئی اس کی اس حرکت کو مارک کر سکا ہو البتہ عمران کی نظریں اسی لمبے تڑنگے آدمی پر جمی ہوئی تھیں جسے بلڈنگ سے نکلتے دیکھ کر عمران چونکا تھا۔ یہ کارمن نژاد تھا۔ اس کے جسم پر سوٹ تھا اور وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا پارکنگ کی طرف ہی آ رہا

تھا۔ عمران اسے دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ یہ کارمن سیکرٹ سروس کا معروف ایجنٹ گوستان ہے۔ گوستان بھی اسے اچھی طرح پہچانتا تھا اس لئے عمران نہ صرف فوری طور پر مڑ گیا تھا بلکہ اس نے بجلی کی سی تیزی سے چہرے پر ماسک میک اپ بھی کر لیا تھا۔ گوستان اس کی کار کے قریب سے گزرتا ہوا ایک طرف موجود سیاہ رنگ کی نئے ماڈل کی کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے ایک سرسری سی نظر عمران پر ڈالی تھی لیکن پھر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ گوستان کارمن کا انتہائی منجھا ہوا اور خاصا خطرناک سیکرٹ ایجنٹ تھا اس لئے عمران اسے یہاں اس طرح اچانک دیکھ کر چونک پڑا تھا لیکن اسے یہ بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ گوستان یہاں اپنی اصل شکل میں کیوں گھوم پھر رہا ہے کیونکہ بہرحال گوستان بھی جانتا تھا کہ پاکیشیا کے دارالحکومت میں عمران بھی رہتا ہے اور وہ اسے دیکھ کر پہچان جائے گا۔ اس سے عمران نے اپنے طور پر یہ اندازہ لگایا تھا کہ گوستان کا یہاں لازماً کوئی ایسا مشن ہے جو حکومت کے خلاف نہیں ہے ورنہ وہ کبھی بھی اس طرح اصل شکل میں گھومنے پھرنے کا رسک نہ لیتا لیکن اس کے باوجود گوستان کی دارالحکومت میں موجودگی بھی عمران کے نزدیک بہرحال تشویش انگیز تھی اس لئے عمران نے صدیقی سے ملاقات کی بجائے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ گوستان سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھا اور چند لمحوں بعد کار مڑ کر پلازہ کے کمپاؤنڈ گیٹ سے نکل کر بائیں طرف مڑ گئی تو عمران نے کار سٹارٹ کی اور چند لمحوں بعد اس

نے بھی کار کو کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر نکال کر اسی طرف موڑ دیا جدھر گوستان کی کار گئی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے گوستان کی کار کو چیک کر لیا۔ اسے چونکہ معلوم تھا کہ گوستان سیکرٹ ایجنٹ ہے اس لئے اس نے انتہائی محتاط انداز میں اس کا تعاقب شروع کیا تاکہ گوستان کو شک نہ پڑ سکے لیکن مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد عمران اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ یا تو گوستان کو تعاقب کی پرواہ نہیں ہے یا پھر اسے تعاقب کا خیال تک نہیں ہے۔ گوستان کی کار ایک مضافاتی کالونی میں داخل ہو کر ایک کوٹھی کے گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی۔ عمران نے اپنی کار کافی پیچھے ہی ایک ریستوران کی پارکنگ میں اس طرح موڑ کر روک دی تھی کہ دیکھنے والا یہی سمجھے کہ عمران اس ریستوران میں بیٹھنے کے لئے آیا ہے جبکہ وہ اسے چیک کرتا رہے۔ چند لمحوں بعد کوٹھی کا پھاٹک کھلا اور کار اندر چلی گئی تو عمران کار سے نیچے اترا اور کار لاک کر کے وہ بجائے ریستوران میں جانے کے اس طرح آگے بڑھنے لگا جیسے وہ اسی کالونی کا رہائشی ہو اور ویسے ہی ٹہلنے کے لئے باہر آیا ہو۔ اس کوٹھی کے گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے ایک نظر کوٹھی کے ستون پر موجود نیم پلیٹ پر ڈالی لیکن وہاں نام کی بجائے کوٹھی کا نمبر اور نیچے کالونی کا نام درج تھا۔ عمران اطمینان سے آگے بڑھنے لگا لیکن ابھی اس نے دس بارہ قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ اچانک اسے اپنے عقب سے آواز سنائی دی۔

"جناب ایک منٹ"...... بولنے والا مقامی ہی تھا۔ عمران مڑا تو اس کی طرف ایک نوجوان بڑھا چلا آ رہا تھا۔

"جی فرمایئے"...... عمران نے اس کے قریب آنے پر سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"آپ کے دوست گوستان صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ کا نام علی عمران ہے ناں"...... اس نوجوان نے قریب آکر مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ جس طرح عمران نے گوستان کو دیکھ لیا تھا اس طرح گوستان نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اس لئے وہ اس انداز میں کار چلاتا رہا تھا جیسے تعاقب سے بے نیاز ہو حالانکہ وہ عمران کو باقاعدہ چیک کرتا رہا تھا۔

"کہاں ہیں وہ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اب کسی قسم کی حیرت ظاہر کرنا یا عمران ہونے سے انکار کرنا حماقت ہی تھی۔

"ادھر کوٹھی میں موجود ہیں آیئے تشریف لایئے"...... نوجوان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران بھی ایک طویل سانس لیتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔ البتہ اس نے گردن میں چٹکی بھر کر ایک جھٹکے سے ماسک اتار دیا تھا کیونکہ سڑک پر اس وقت کوئی ٹریفک موجود نہ تھی اور پھر جب تک وہ اس نوجوان کے پیچھے کوٹھی کے پھاٹک تک پہنچا وہ ماسک کو تہہ کر کے کوٹ کی جیب میں بھی ڈال چکا تھا۔

"آیئے تشریف لایئے"...... نوجوان نے چھوٹے کھلے پھاٹک کے

قریب پہنچ کر مڑ کر کہا اور دوسرے لمحے وہ نوجوان بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ وہ۔ وہ"..... نوجوان نے بری طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ کر تقریباً کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ ظاہر ہے چند لمحوں بعد ہی کسی کی شکل اور بال اس حد تک تبدیل ہونے کا اس نوجوان کے ذہن میں تصور بھی نہ تھا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ماسک میک اپ کیا ہوا تھا"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو نوجوان نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر وہ اندر کی طرف مڑ گیا۔ عمران نے بھی ظاہر ہے اس کی پیروی کی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔

"تشریف لے جائیے"..... نوجوان نے کہا تو عمران نے بند دروازے کو ہاتھ سے دھکیل کر کھولا اور اندر داخل ہوا۔ سامنے کرسی پر گوستان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ تھی۔

"خوش آمدید عمران۔ بڑے طویل عرصے بعد تم سے ملاقات ہو رہی ہے"..... گوستان نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"شکریہ۔ لیکن تم نے مجھے پاکیشیا آنے کی اطلاع نہیں دی ورنہ میں تمہیں ایئرپورٹ پر ہی خوش آمدید کہتا"..... عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے دراصل خیال ہی نہ رہا تھا۔ اب تمہیں پلازہ میں دیکھ کر مجھے تمہارا خیال آیا۔ پھر تم نے مجھے دیکھ کر ماسک میک اپ کیا اور پھر میرا تعاقب شروع کر دیا تو میں نے سوچا کہ اس طرح تو خواہ مخواہ کا چکر چل پڑے گا اس لئے تم سے ملاقات کر کے بات چیت کر لی جائے۔ میں نے راستے میں تمہیں اس لئے نہ چھیڑا تھا کہ اس طرح اطمینان سے بات نہیں ہو سکتی تھی"..... گوستان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور وہی نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں جوس کے دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک گلاس گوستان اور ایک عمران کے سامنے رکھا اور پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم شراب نہیں پیتے اس لئے میں نے جوس کا پہلے ہی ملازم کو کہہ دیا تھا"..... گوستان نے اپنے سامنے رکھا ہوا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ لیکن تمہاری یہاں موجودگی میرے لئے باعث حیرت ہے"..... عمران نے اپنے سامنے رکھا ہوا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں دراصل یہاں نجی طور پر آیا ہوں۔ میں کسی مشن کے سلسلے میں نہیں آیا"..... گوستان نے کہا۔

"لیکن تمہاری بیوی تو موجود ہے"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو گوستان بے اختیار چونک پڑا۔

"بیوی۔ کیا مطلب"..... گوستان نے حیرت بھرے لہجے میں

کہا۔

" نجی معاملہ تو شادی ہی ہو سکتا ہے"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو گوشان بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

" اوہ نہیں۔ ایک ہی کافی ہے۔ دوسری کی ضرورت نہیں ہے۔ نجی سے میرا مطلب ایک پرائیویٹ پارٹی کا کام تھا"...... گوشان نے ہنستے ہوئے کہا۔

" کسی پرائیویٹ پارٹی کو اگر کسی کام کے لئے گوشان جیسے معروف سیکرٹ ایجنٹ کی ضرورت پڑجائے تو وہ بہرحال ہمارے لئے نجی نہیں ہو سکتا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" میں یہاں بزنس کے ایک سودے کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ اس سودے میں ایک اور پارٹی بھی دلچسپی لے رہی ہے لیکن ہماری پارٹی کی آفر منظور کر لی گئی ہے۔ اب مال کی ڈیلیوری لینی ہے جبکہ دوسری پارٹی کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ مال کی ڈیلیوری پر زبردستی قبضہ نہ کر لے اس لئے میری خدمات حاصل کی گئی ہیں"۔ گوشان نے جواب دیا۔

" پھر کام ہو گیا یا ابھی ہونا ہے"...... عمران نے کہا۔

" نہیں ابھی ڈیلیوری لینی ہے"...... گوشان نے جواب دیا۔

" اسلحہ ہے یا منشیات"...... عمران نے کہا تو گوشان بے اختیار چونک پڑا۔

" ارے نہیں۔ نہ اسلحہ ہے اور نہ منشیات۔ میں ایسے کاموں میں

کیسے ملوث ہو سکتا ہوں۔ مشینری ہے"...... گوشان نے جواب دیا۔

" کس قسم کی مشینری"...... عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ مجھ پر یقین کرو کہ میں کسی غلط کام میں ملوث نہیں ہو سکتا"...... گوشان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کارمن سے پاکیشیا میں مشینری تو منگوائی جاتی ہے لیکن پاکیشیا سے مشینری کارمن لے جانا اور پھر مشینری بھی ایسی کہ جس میں نہ صرف دو پارٹیاں دلچسپی لے رہی ہوں بلکہ ایک پارٹی اس کے تحفظ کے لئے سیکرٹ ایجنٹ کو بھی ہائر کر لے۔ ایسی کون سی مشینری ہو سکتی ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

" سوری۔ یہ چونکہ بزنس سیکرٹ ہے اس لئے میں نہیں بتا سکتا۔ بہرحال یہ کام نہ ہی غیر قانونی ہے اور نہ غلط اس لئے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے"...... گوشان نے کہا۔

" اوکے کب تک رہو گے یہاں"...... عمران نے پوچھا۔

" بس صرف دو تین روز اس کے بعد واپسی ہو جائے گی"۔ گوشان نے کہا۔

" پھر میری طرف سے آج رات ڈنر کی دعوت قبول کرو"۔ عمران نے کہا۔

" شکریہ۔ لیکن میں مصروف رہوں گا اس لئے معذرت خواہ ہوں

البتہ وعدہ کہ پھر کبھی یہاں آیا تو ضرور تمہاری دعوت کھاؤں گا۔ گوستان نے جواب دیا۔

"اوکے پھر اجازت"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو گوستان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ میں تمہیں گیٹ تک چھوڑ آؤں۔ ویسے میری درخواست ہے عمران کہ تم میرے کام میں کوئی مداخلت نہ کرو گے اور نہ تعاقب وغیرہ کرو گے کیونکہ اس طرح میری توجہ بٹ جائے گی اور میں ایسا نہیں چاہتا"...... گوستان نے کہا۔

"اوکے وعدہ رہا لیکن ایک شرط پر کہ اگر تمہارا یہ بزنس سیکرٹ پاکیشیا کے ملکی مفاد کے خلاف ہوا تو پھر یقیناً مجھے مداخلت کرنی پڑے گی"...... عمران نے کہا۔

"اوہ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں"...... گوستان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر واقعی گوستان اسے پھاٹک تک چھوڑنے آیا اور عمران اس سے مصافحہ کر کے کوٹھی سے باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اسی ریستوران کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کی پارکنگ میں اس کی کار موجود تھی اور تھوڑی دیر بعد وہ کار میں بیٹھا ایک بار پھر صدیقی کے فلیٹ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا لیکن اس کا ذہن اس مشینری کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی ڈیلیوری کے لئے گوستان جیسے ایجنٹ کو ہائر کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ گوستان اس رہائشی پلازہ میں کس سے ملنے گیا ہو گا۔

چنانچہ اس نے اس پلازہ تک پہنچتے پہنچتے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ نہ صرف گوستان کی نگرانی کرائے گا بلکہ پلازہ میں اس آدمی کو بھی ٹریس کرے گا جس سے ملاقات کے لئے گوستان وہاں گیا تھا۔ چنانچہ پلازہ کی پارکنگ میں کار روک کر وہ نیچے اترا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ سیدھا استقبالیہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ پلازہ کی انتظامیہ کی طرف سے استقبالیہ اس لئے بنایا گیا ہے کہ پلازہ میں آنے جانے والوں کو۔ وہاں رہائشی افراد کے سلسلے میں ان کی مطلوبہ معلومات مہیا کی جا سکیں۔ وہاں کاؤنٹر کے پیچھے ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

"جی فرمائیے جناب"...... لڑکی نے عمران کے کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آپ کب سے یہاں ڈیوٹی پر ہیں"...... عمران نے پوچھا تو لڑکی اس کا سوال سن کر بے اختیار چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ شاید اسے عمران سے اس سوال کی توقع ہی نہ تھی۔

"جی مجھے چار گھنٹے تو ہو گئے ہوں گے لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں"...... لڑکی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اس لئے کہ میں جو معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اس کے بارے میں وہی بتا سکتا ہے جسے یہاں ڈیوٹی دیتے ہوئے کم از کم دو گھنٹے گزر گئے ہوں۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ اس دوران

شفٹ تبدیل ہو چکی ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے اپنے سوال کی وضاحت کی۔

"اوہ فرمایئے کیسی معلومات"...... لڑکی نے ایک بار پھر چونک کر پوچھا۔

"ایک کارمن نژاد غیر ملکی اب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے یہاں آئے تھے۔ مجھے ان سے ضروری کام ہے لیکن وہ مل نہیں رہے اس لئے میں ان صاحب سے ملنا چاہتا ہوں جن سے انہوں نے یہاں ملاقات کی تا کہ میں ان سے ان کا موجودہ پتہ معلوم کر سکوں"...... عمران نے کہا۔

"جی کیا نام تھا ان کا"...... لڑکی نے سامنے پڑا ہوا رجسٹر کھولتے ہوئے پوچھا۔

"ان کا نام تو گوستان ہے لیکن کیا یہاں معلومات کے لئے نام پتہ بھی بتانا پڑتا ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ صرف ان غیر ملکیوں کو جو یہاں کے کسی رہائشی سے ملاقات کرنا چاہتے ہوں کیونکہ ایسا ہمیں مقامی انتظامیہ نے حکم دیا ہوا ہے"...... لڑکی نے رجسٹر کے اوراق پلٹتے ہوئے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جی ہاں۔ گوستان صاحب نے یہاں کمرہ نمبر ایک سو بارہ تیسری منزل میں رہنے والے ایک آدمی آصف خان سے ملاقات کی ہے"۔ لڑکی نے ایک اندراج دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ آصف خان یہاں کے مستقل رہائشی ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ گزشتہ ایک ہفتے سے یہاں رہ رہے ہیں۔ پہلے ان کا یہ فلیٹ بند رہا تھا"...... لڑکی نے جواب دیا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ صدیقی کا فلیٹ چوتھی منزل پر تھا لیکن عمران تیسری منزل پر ہی اتر گیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ کے سامنے تھا لیکن دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیب سے ماسٹر کی نکال کر اس نے چند لمحوں بعد ہی دروازہ کھول لیا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور پھر لائیٹر جلا کر اس نے فلیٹ کی تلاشی لینی شروع کر دی لیکن فلیٹ میں سوائے فرنیچر کے اور کوئی چیز بھی موجود نہ تھی۔ نہ ہی الماری میں کوئی سامان تھا اور نہ کسی قسم کا کوئی بیگ۔ پورے فلیٹ کی تلاشی لینے کے بعد عمران واپس جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اس کی نظریں ایک کمرے کے کونے میں پڑی ہوئی ردی کی ٹوکری پر پڑ گئیں جس کے اندر چند کاغذ پڑے نظر آ رہے تھے۔ عمران نے آگے بڑھ کر ٹوکری کو فرش پر الٹ دیا۔ ان کاغذات میں سے البتہ ایک کارڈ کے پھٹے ہوئے دو حصے اسے مل گئے۔ اس نے ان حصوں کو جوڑا تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس کارڈ پر سیاہ گھوڑے کی تصویر بنی ہوئی تھی اور نیچے انگریزی میں لفظ سردار لکھا ہوا تھا۔ عمران نے اسے پلٹ کر دیکھا لیکن دوسری طرف خالی تھی۔

عمران نے کارڈ کو جیب میں ڈالا اور دوسرے کاغذات کی تلاشی لینی شروع کر دی اور پھر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر اسے سی مون کے الفاظ اور کاشان چھپا ہوا نظر آ گیا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے وہ کاغذ بھی جیب میں ڈالا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے باقی کاغذات ٹوکری میں ڈالے اور ٹوکری کو اسی جگہ رکھ کر وہ فلیٹ سے باہر آ گیا۔ ماسٹر کی کی مدد سے اس نے جس طرح لاک کھولا تھا اسی طرح بند کر دیا اور ایک بار پھر وہ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اب صورت حال کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آنے لگ گئی تھی۔ چوتھی منزل پر پہنچ کر اس نے صدیقی کے کمرے کے باہر موجود کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

"کون ہے"...... اندر سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"ٹو تنکل سٹار"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو دروازہ کھلا اور صدیقی کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے آ گیا۔

"آپ کہاں رہ گئے تھے۔ بڑا انتظار کرایا"...... صدیقی نے سلام دعا کے بعد عمران سے پوچھا اور ساتھ ہی وہ فریج کی طرف بڑھ گیا۔

"بس کچھ نہ پوچھو۔ درد بھری ایک طویل داستان ہے۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور آنکھیں ویران ہیں"...... عمران نے کہا۔

"دماغ سنسنا رہا ہے۔ ہاتھ پیر پھولے جا رہے ہیں"...... صدیقی نے جوس کے دو ڈبے اٹھا کر واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے یہ خواہ مخواہ کی تہمت مجھ پر کیوں لگا رہے ہو"۔

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تہمت وہ کیسے"...... صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جس کے پاس دماغ ہوتا ہے وہ تو چیف بن جاتا ہے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو صدیقی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"بہرحال یہ بتائیں کہ آپ کو یہاں تک پہنچتے دیر کیوں ہو گئی۔ کیا کوئی خاص مسئلہ پیش آ گیا تھا"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ جس مشن کے لئے میں تمہارے پاس آ رہا تھا اس مشن کی گمشدہ کڑیاں تمہارے اس پلازے میں ہی ٹریس ہو گئیں"۔ عمران نے جواب دیا تو صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا کوئی مجرم یہاں اس پلازے میں رہ رہا ہے اور کیا کوئی کیس شروع ہو چکا ہے"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیس شروع کرنے کے لئے تو تمہاری خدمت میں حاضری دینا چاہتا تھا لیکن درمیان میں کیس خود بخود شروع ہو گیا"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے گراس ڈیم کے سلسلے میں تفصیل بتا دی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ یہ مشینری دراصل وہ چوری شدہ پرزہ ہے جو اب یہ لوگ گوشتان کی مدد سے ملک سے باہر نکالنا چاہتے ہیں"۔ صدیقی نے کہا تو عمران کے چہرے پر بے اختیار تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"گڈ۔ واقعی اللہ تعالیٰ جب کسی کو چیف بناتا ہے تو اسے عقل بھی دے دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت بھی خود بخود آجاتی ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کی ہے"...... صدیقی نے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ میں تو تمہاری تعریف کر رہا ہوں۔ تم نے جس طرح درست اندازہ لگایا ہے اس سے مجھے حقیقتاً بے حد مسرت ہوئی ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی کا چہرہ بے اختیار مسرت سے کھل اٹھا۔

"اس تعریف کا شکریہ۔ پھر تو اس گوستان کی نگرانی ہونی چاہئے ورنہ وہ پرزہ لے اڑے گا"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں تم اپنے ساتھیوں کی ڈیوٹی لگا دو لیکن انہیں بتا دینا کہ گوستان عام آدمی نہیں ہے انتہائی تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف سے چوہان نے جواب دیا تو صدیقی نے اسے مختصر واقعات بتاتے ہوئے گوستان کی نگرانی کی ہدایات دے دیں۔

"عمران صاحب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ ایک پرزے کو یہاں سے باہر بھجوانے کے لئے آخر ایک سیکرٹ ایجنٹ کی خدمات کیوں حاصل کی گئی ہیں۔ اسے تو کسی بھی کوریئر سروس کے

ذریعے آسانی سے باہر بھیجا جا سکتا تھا یا کوئی بھی آدمی اسے ساتھ لے جا سکتا تھا"...... صدیقی نے رسیور رکھ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ سردار خان اور اس کے گروپ نے باقاعدہ سودا بازی کی کوشش کی ہو اور اس سلسلے میں وہ دو تین پارٹیوں سے رابطہ کر رہا ہو اور پھر پرزے کی اہمیت اور قیمت کے پیش نظر انہیں خطرہ ہو کہ دوسری پارٹی اسے اڑا سکتی ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں خدشہ ہو کہ حکومت اس پرزے کے سلسلے میں باقاعدہ چیکنگ کر رہی ہو۔ کوئی نہ کوئی بات بہرحال ایسی ہے جس کی وجہ سے ایسا خصوصی انتظام کیا گیا ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ان مجرموں کے سلسلے میں آپ نے کیا پروگرام بنایا ہے"۔ صدیقی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"یہ کیس سوپر فیاض کے پاس ہے اور اس بار میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ خود ہی یہ کیس مکمل کرے گا"...... عمران نے جواب دیا۔

"تو آپ چاہتے ہیں کہ ہم صرف یہ پرزہ برآمد کر لیں"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ چونکہ یہ انتہائی قیمتی پرزہ ہے اور سوپر فیاض کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ اسے برآمد نہیں کر سکے گا اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پرزہ فورسٹارز برآمد کرے گی"...... عمران نے

جواب دیا۔

"لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ واقعی ان لوگوں نے پرزہ خراب نہ کیا ہو۔ ہو سکتا ہے انہیں اس کی اہمیت اور قیمت کا سرے سے اندازہ ہی نہ ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں اس عالی جاہ سے جو معلومات ملی ہیں اس کے مطابق اس پرزے کو خصوصی طور پر چوری کیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے ساری مشینری نہ صرف بیکار ہو گئی ہے بلکہ صرف یہ پرزہ حکومت کارمن نے دینے سے انکار کر دیا ہے اور یہ مشینری اس قدر قیمتی ہے کہ پہلے بھی حکومت نے اسے عالمی ادارے کی امداد حاصل کر کے خریدی ہے اس لئے ظاہر ہے اب حکومت دوبارہ اس قدر قیمتی مشینری نہیں خرید سکے گی اس لئے یقیناً ان لوگوں کو اس پرزے کی اہمیت اور قیمت کا احساس ہو گا اور اس قدر قیمتی پرزے کو تباہ ہی کرانا تھا تو پھر ان کے لئے یہ زیادہ آسان تھا کہ وہ اسے چوری کرانے کی بجائے وہیں ساری مشینری ہی تباہ کر دیتے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ کافی دیر تک اس بارے میں باتیں کرتے رہے پھر اچانک پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"صدیقی بول رہا ہوں"...... صدیقی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"چوہان بول رہا ہوں صدیقی"...... دوسری طرف سے چوہان کی آواز سنائی دی تو صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

"ہاں کیا کوئی خاص بات"...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

"کوٹھی تو خالی پڑی ہوئی ہے البتہ اس میں ایک مقامی نوجوان کی لاش موجود ہے۔ اسے سینے میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے اور اس کی لاش بتا رہی ہے کہ ایسا تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہوا ہے۔ کوٹھی میں ایک سیاہ رنگ کی کار موجود ہے"...... دوسری طرف سے چوہان نے رپورٹ دی تو عمران جو لاؤڈر کی وجہ سے اس کی آواز سن رہا تھا بری طرح چونک پڑا۔ اس نے صدیقی کے ہاتھ سے رسیور جھپٹ لیا۔

"چوہان میں عمران بول رہا ہوں اگر گوستان نے میرے وہاں سے نکلتے ہی کوٹھی چھوڑ دی ہے اور اپنے ملازم کو ہلاک کر دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مشینری کا پرزہ پہلے ہی حاصل کر چکا تھا اور اس نے مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے جھوٹ بولا ہے۔ وہ اب ملک سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہو گا اس لئے تم فوراً ایئرپورٹ پر جاؤ اور اگر گوستان وہاں موجود ہو تو اسے جانے سے کسی نہ کسی انداز میں روکو اور یہاں صدیقی کے فلیٹ پر اطلاع دو"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ وہ واقعی یہاں آصف خان سے پرزہ حاصل کر چکا تھا۔ پھر آپ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ چونکہ آپ کو

جانتا تھا اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ سے باقاعدہ گفتگو کرے ورنہ آپ یقیناً اس کا پیچھا آسانی سے نہ چھوڑتے"...... صدیقی نے کہا۔

" لیکن جب وہ پلازہ سے نکل رہا تھا تو اس کے ہاتھ میں تو کوئی پیکٹ نہیں تھا اور پرزہ اب اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے کہ اس کی جیب میں آجائے"...... عمران نے کہا۔

" پھر شاید وہ نگرانی کے خیال سے کوٹھی چھوڑ گیا ہوگا"۔ صدیقی نے کہا۔

" لیکن اس صورت میں وہ اس مقامی نوجوان کو گولی نہ مارتا۔ یہ کام وہ اس صورت میں کر سکتا ہے جب اس نے ملک سے باہر جانا ہو"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی تو صدیقی نے رسیور اٹھا لیا۔ لاؤڈر کا بٹن پہلے ہی پریسڈ تھا۔

" صدیقی بول رہا ہوں"...... صدیقی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" خاور بول رہا ہوں صدیقی۔ چوہان اور نعمانی دونوں شدید زخمی ہو گئے ہیں اور گوستان اور اس کے دو ساتھی ہم نے ہلاک کر دیئے ہیں۔ ہم نے اسے ایئرپورٹ پر گھیرنے کی کوشش کی تو اس نے اچانک فائر کھول دیا۔ اس کے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے۔ انہوں نے بھی ساتھ ہی فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں چوہان اور نعمانی دونوں شدید زخمی ہو گئے۔ ایئرپورٹ سکیورٹی فورس ان دونوں کو جنرل

ہسپتال لے جانا چاہتی تھی اور مجھے انہوں نے گرفتار کرنا چاہا لیکن میں نے سپیشل فورس کا کارڈ دکھا کر ان دونوں کو کار میں ڈال کر سپیشل ہسپتال پہنچا دیا ہے۔ میں وہیں سے فون کر رہا ہوں۔ ان کی حالت تشویش ناک ہے۔ ان کے آپریشن کئے جا رہے ہیں۔ گوستان اور اس کے دونوں ساتھیوں کی لاشیں وہیں ایئرپورٹ پر ہی ہیں۔ چوہان اور نعمانی کی وجہ سے میں ان کے سامان وغیرہ کے بارے میں معلوم نہیں کر سکا"...... خاور نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

" اوہ۔ اوہ ویری بیڈ۔ تم وہیں ہسپتال رہو میں عمران صاحب کے ساتھ ایئرپورٹ جاتا ہوں"...... صدیقی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ عمران کے چہرے پر بھی پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کار انتہائی تیز رفتاری سے ایئرپورٹ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ ایئرپورٹ پر پولیس موجود تھی۔ گوستان اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ہال سے ہٹا دی گئی تھیں۔ عمران تیزی سے ایئرپورٹ مینجر کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ دربان نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن عمران اسے ایک طرف ہٹا کر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہاں پولیس کا ایک آفیسر موجود تھا۔ عمران کے پیچھے صدیقی بھی اندر داخل ہو گیا۔

" عمران صاحب آپ۔ وہ۔ وہ یہاں ایک واقعہ ہو گیا ہے اس لئے میں مصروف ہوں"...... ایئرپورٹ مینجر نے عمران کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں بھی اسی سلسلے میں آیا ہوں۔ جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں ان کا سامان کہاں ہے"...... عمران نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کون ہیں"...... پولیس آفیسر نے غور سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ علی عمران صاحب ہیں۔ ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو سر عبدالرحمن کے صاحبزادے"...... عمران کے بولنے سے پہلے ہی مینجر نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا۔ لیکن آپ کا اس واقعہ سے کیا تعلق ہے"...... پولیس آفیسر نے کہا۔

"یہ سپیشل فورس کا کیس ہے آفیسر۔ مرنے والے کارمن کے سیکرٹ ایجنٹ تھے اور وہ ایک انتہائی قیمتی مشینری کا پرزہ یہاں سے نکال کر لے جانا چاہتے تھے۔ سپیشل فورس نے انہیں گھیرنے کی کوشش کی تو انہوں نے ان پر فائر کھول دیا۔ آپ پلیز اس کیس سے ہٹ جائیں آپ کے آئی جی کو بتا دیا جائے گا"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے جناب۔ بہرحال ہمیں ضابطے کی کارروائی تو کرنی پڑتی ہے"...... پولیس آفیسر نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"واسطی صاحب میں نے اس سامان کے بارے میں پوچھا تھا"۔ اس بار عمران نے پولیس آفیسر کو جواب دینے کی بجائے ایئرپورٹ مینجر سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"میں معلوم کراتا ہوں۔ ابھی تک تو اس بارے میں کسی کو خیال نہیں آیا تھا"...... ایئرپورٹ مینجر نے کہا اور میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"آپ پلیز باہر تشریف لے جائیں پھر آپ سے بات ہو جائے گی"...... عمران نے پولیس آفیسر سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے سپیشل فورس کا خصوصی کارڈ نکال کر اسے دکھا دیا۔

"ٹھیک ہے جناب"...... پولیس آفیسر نے کارڈ دیکھتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ ایئرپورٹ مینجر نے دوسری طرف سے بات چیت کر کے رسیور رکھ دیا۔

"تین بڑے بیگ ہیں جناب ان مرنے والوں کے سامان کے"...... ایئرپورٹ مینجر واسطی نے کہا۔

"ٹھیک ہے انہیں یہیں منگوا لیجئے"...... عمران نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے ابھی آجاتے ہیں۔ بیٹھیں۔ مجھے آپ کے ساتھیوں کے زخمی ہونے کا بے حد افسوس ہے"...... واسطی نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ اپنا کرم کرے گا"...... عمران نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی تین بڑے سفری بیگ اٹھائے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ ٹیگ بھی موجود تھے۔ عمران نے سب سے پہلے بیگ چیک کئے۔ ایک بیگ کے ساتھ کوستان کے نام کا

ٹیگ موجود تھا جبکہ باقی دو ٹیگز پر آرتھر اور جیکب کے نام لکھے ہوئے تھے۔ عمران نے گوستان والا بیگ کھولا اور پھر اس کی تلاشی لینی شروع کر دی لیکن اس میں عام سامان تھا۔ عمران نے اس کے خفیہ خانے چیک کئے لیکن اس میں کوئی خفیہ خانہ ہی نہ تھا۔ عمران کے کہنے پر صدیقی نے باقی دو بیگ چیک کئے لیکن ان میں بھی عام سامان تھا۔ عمران نے گوستان کے بیگ میں موجود سامان باہر نکال کر رکھا اور ایک بار پھر بیگ کی تلاشی لینی شروع کر دی لیکن نہ ہی سامان میں کوئی مطلوبہ چیز تھی اور نہ بیگ میں۔

"ان میں بھی کچھ نہیں ہے"...... صدیقی نے باقی دو بیگوں کی اچھی طرح تلاشی لیتے ہوئے کہا۔

"ان کی لاشیں کہاں ہیں"...... عمران نے واسطی سے پوچھا۔

"پولیس کی تحویل میں ہیں۔ علیحدہ ایک کمرے میں رکھوا دی گئی ہیں"...... واسطی نے کہا۔

"آئیے میرے ساتھ مجھے ان کی تلاشی لینی ہے"...... عمران نے کہا تو واسطی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران اور صدیقی واسطی کے ساتھ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں واقعی گوستان کی لاش موجود تھی۔ اس کے ساتھ ہی دو کارمن نژاد غیر ملکیوں کی لاشیں بھی پڑی تھیں۔ گوستان کے دل پر گولی لگی تھی جبکہ باقی دونوں لاشوں کے سینے گولیوں سے چھلنی تھے۔ ظاہر ہے یہ کام خاور کا تھا کیونکہ اچانک فائرنگ سے چوہان اور نعمانی تو یقیناً زخمی ہو کر گر گئے

ہوں گے۔ عمران نے گوستان کے لباس کی بڑی تفصیل سے تلاشی لی حتیٰ کہ اس کے دانت تک چیک کئے۔

"عمران صاحب آپ کیا تلاش کر رہے ہیں۔ کیا وہ پرزہ اس نے دانتوں میں چھپا رکھا ہو گا"...... صدیقی نے عمران کو گوستان کے دانتوں کی چیکنگ کرتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے اس نے کوریئر سروس کی رسید یا اس کا نمبر کسی چیز پر لکھ کر دانت کے خلا میں چھپایا ہو۔ یہ شخص انتہائی ذہین اور تیز ایجنٹ تھا۔ یہ تو خاور کی صلاحیتیں تھیں کہ اس نے اسے ہلاک کر دیا ورنہ یہ آسانی سے ہلاک ہونے والوں میں سے نہ تھا"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر عمران نے خود ہی دوسرے آدمیوں کی بھی تلاشی لی حتیٰ کہ ان کے دانت بھی چیک کئے لیکن کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ ایئرپورٹ مینجر واسطی انہیں چھوڑ کر واپس جا چکا تھا اس لئے اس وقت وہ کمرے میں اکیلے تھے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا عمران صاحب"...... صدیقی نے کہا۔

"ان کے جوتے اتارو اور جرابیں چیک کرو۔ میں اس گوستان کی ایک اور انداز میں چیکنگ کرتا ہوں"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے اس کی قمیض کے بٹن کھولے اور پھر اس نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ گوستان کا جسم سرد ہو رہا تھا لیکن عمران ہاتھ پھیرتے پھیرتے یکلخت چونک پڑا اور پھر اس نے اس کا گریبان ایک

جھٹکے سے پھاڑا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کی لاش کو پہلو کے بل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے پہلو پر ایک خاص جگہ چٹکی سی بھری تو ایک باریک سی جھلی اترتی چلی گئی۔ صدیقی چونک کر حیرت سے اس جھلی کو دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے عمران کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ جھلی کے نیچے ایک شفاف رنگ کی خصوصی ساخت کی پلاسٹک نما کاغذ کی چٹ موجود تھی۔ عمران نے اسے علیحدہ کیا لیکن یہ چٹ صاف بلکہ شفاف تھی اس پر کسی قسم کی کوئی تحریر موجود نہ تھی۔ عمران نے اس چٹ کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر وہ چونک پڑا۔

"صدیقی تمہارے پاس لائٹر تو ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں ایمرجنسی کے لئے ہمیشہ رکھتا ہوں"...... صدیقی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لائٹر نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے لائٹر جلایا اور پھر اس کے شعلے کو اس نے اس چٹ کے نیچے رکھا تو چند لمحوں بعد اس پر سیاہ رنگ کی تحریر ابھر آئی۔ اس پر ایک نمبر اور انٹرنیشنل کوریئر سروس مین مارکیٹ کے الفاظ درج تھے۔ یہ تحریر صدیقی نے پڑھ لی۔

"انتہائی ذہین آدمی تھا یہ تو۔ کسی کا خیال بھی نہ جا سکتا تھا اس طرف"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں اسی لئے تو مجھے اس انداز میں لاش کی تلاشی لینی پڑی ہے کیونکہ میں اسے جانتا تھا"...... عمران نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد تو یہ چٹ بھی اس کے ساتھ ہی دفن ہو جاتی"...... صدیقی نے کہا۔

"اسے یقیناً اپنی ہلاکت کا تو اندازہ بھی نہ ہو گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ نمبر وغیرہ فون پر اپنی پارٹی کو بتا دیئے ہوں۔ آؤ"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے اس کمرے سے نکل کر واپس ایئرپورٹ مینجر کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ عمران نے واسطی سے اجازت لے کر ڈائریکٹ فون کا رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"یس انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"انٹرنیشنل کوریئر سروس مین مارکیٹ کا نمبر دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"انٹرنیشنل کوریئر سروس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں سپیشل پولیس فورس کا چیف بول رہا ہوں۔ ایک نمبر نوٹ کریں اور مجھے بتائیں کہ اس نمبر پر بک کرایا گیا پیکٹ اس وقت کہاں موجود ہو گا"...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر بتائیں"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا

اور عمران نے اس چٹ پر پڑھا ہوا نمبر بتا دیا کیونکہ چٹ سرد ہونے پر دوبارہ صاف ہو چکی تھی۔

" ہولڈ آن کریں جناب۔ میں معلوم کرتی ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران خاموش ہو گیا۔

" ہیلو سر کیا آپ لائن پر ہیں"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا گیا۔

" یس"...... عمران نے کہا۔

" سوری سر۔ یہ نمبر تو ہماری سروس سے بک ہی نہیں کیا گیا آپ نے جو نمبر بتایا ہے۔ ابھی اس نمبر تک تو ہماری بکنگ بھی نہیں پہنچی اور شاید ایک سال تک نہ پہنچ سکے۔ یہ تو بہت طویل نمبر ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران چونک پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ گوستان نے نمبر بھی کوڈ میں درج کیا ہے لیکن ظاہر ہے وہ فوری طور پر اس نمبر کو نہ سمجھ سکتا تھا اور اسے خطرہ تھا کہ اگر دیر ہو گئی تو پیکٹ ملک سے باہر نکل بھی سکتا ہے۔

" آج صبح سے اب تک کارمن کے لئے کوئی پیکٹ بک کرایا گیا ہے۔ یہ بتا دیں"...... عمران نے کہا۔

" ہولڈ آن کریں جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" نو سر۔ آج کیا پچھلے دو روز سے کارمن کے لئے ہماری برانچ سے بکنگ نہیں کرائی گی"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" یہ مین مارکیٹ برانچ ہی ہے ناں"...... عمران نے کہا۔

" یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" کیا مین مارکیٹ برانچ کوئی اور بھی ہے"...... عمران نے کہا۔

" نہیں سر۔ یہی ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اوکے"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا لیکن اس کے چہرے پر انتہائی پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ اس کی پیشانی پر سوچ کی لکیریں سی ابھر آئی تھیں۔

" عمران صاحب آپ کیا پینا پسند کریں گے"...... واسطی نے پوچھا۔

" کچھ بھی پلا دیں لیکن ذرا خاموش رہیں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا ذہن واقعی بری طرح گھوم رہا تھا لیکن اس مسئلے کا کوئی حل اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اچانک ایک خیال آتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھولیں اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے انکوائری کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

" چیف آف سپیشل پولیس فورس بول رہا ہوں۔ آپ بتائیں کہ کیا دارالحکومت میں انٹرنیشنل کوریئر سروس کے علاوہ کوئی ایسی کوریئر سروس ہے جس کے نام میں انٹرنیشنل آتا ہو اور اس کی کوئی

برانچ مین مارکیٹ میں ہو"...... عمران نے کہا۔

"ایک منٹ ہولڈ آن کیجئے"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

"ہیلو سر کیا آپ لائن پر ہیں"...... چند لمحوں بعد آپریٹر نے پوچھا۔

"یس"...... عمران نے کہا۔

"جناب ایسی کوئی کوریئر سروس تو نہیں ہے البتہ انٹرنیشنل کارگو سروس کی ایک برانچ مین مارکیٹ میں ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ اس کا نمبر دے دیں"...... عمران نے بے چین سے لہجے میں کہا اور دوسری طرف سے فوراً ہی نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"انٹرنیشنل کارگو سروس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"چیف آف سپیشل پولیس فورس بول رہا ہوں ایک نمبر نوٹ کریں اور مجھے بتائیں کہ اس نمبر پر بک کیا گیا پیکٹ اس وقت کہاں ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس سر بتائیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے نمبر بتا دیا۔

"ایک منٹ ہولڈ آن کیجئے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران خاموش ہو گیا۔

"ہیلو سر کیا آپ لائن پر ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس"...... عمران نے کہا۔

"سر اس نمبر پر ایک بڑا پیکٹ کارمن کے لئے بک کرایا گیا تھا جسے ایئرپورٹ بھی بھجوا دیا گیا تھا اور اب تک شاید کارمن جانے والی فلائٹ روانہ بھی ہو چکی ہو گی کیونکہ فلائٹ کا وقت ایک گھنٹہ پہلے کا تھا"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے جلدی سے رسیور رکھ دیا۔

"واسطی صاحب کارمن جانے والی فلائٹ چلی گئی ہے"۔ عمران نے بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ یہ وہی فلائٹ تھی جس میں ان تینوں افراد کی بکنگ تھی جو ہلاک ہوئے ہیں"...... واسطی نے جواب دیا۔

"آپ فوراً معلوم کر کے بتائیں کہ اس وقت یہ فلائٹ کہاں ہے اور اس کا آئندہ سٹاپ کہاں ہے"...... عمران نے کہا تو واسطی نے اثبات میں سر ہلایا اور فون پر اس نے کسی سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں۔

"عمران صاحب طیارہ اپنے پہلے سٹاپ کیانا پہنچنے ہی والا ہے۔ دس منٹ بعد وہاں لینڈ کر جائے گا اور وہاں نصف گھنٹہ سٹاپ کر کے پھر آگے بڑھ جائے گا"...... واسطی نے کہا۔

"شکریہ۔ آؤ صدیقی"...... عمران نے کہا اور تیزی سے تقریباً دوڑنے والے انداز میں وہ ایئرپورٹ مینجر کے کمرے سے نکلا اور سیدھا

ایک پبلک فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ یہ کارڈ سسٹم فون تھا۔ عمران نے حال ہی میں ہر کمپنی کے کارڈز خرید کر اپنے پاس رکھ لئے تھے کیونکہ ان دنوں پاکیشیا میں کارڈ سسٹم والے فون زیادہ تیزی سے متعارف ہو رہے تھے جبکہ سکوں والے فون جو محکمہ مواصلات کے تھے وہ نسبتاً کم ہوتے جا رہے تھے۔ عمران نے فون پر موجود کمپنی کا نام پڑھا اور پھر جیب سے کارڈ نکال کر اس نے تیزی سے مطلوبہ کمپنی کا کارڈ علیحدہ کیا اور اسے مخصوص خانے میں ڈال کر اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ صدیقی اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"ایکسٹو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی مخصوص آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جناب ایئرپورٹ سے۔ گراس ڈیم مشینری کا وہ قیمتی پرزہ انٹرنیشنل کارگو سے بک ہو کر کارمن جا رہا ہے۔ ایک گھنٹہ قبل جانے والی فلائٹ پر اسے بک کرایا گیا ہے۔ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ فلائٹ اب سے کچھ دیر بعد اپنے پہلے سٹاپ کیانا میں اترنے والی ہے اور وہاں یہ نصف گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد آگے بڑھ جائے گی۔ آپ سر سلطان سے کہہ کر فوری طور پر اس پیکٹ پر قبضہ کرائیں جس طرح بھی ممکن ہو سکے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ پیکٹ کارمن پہنچنے سے پہلے ہی اڑا لیا جائے کیونکہ انہیں بک کرانے والے کارمن ایجنٹ ایئرپورٹ پر مارے جا چکے ہیں۔ بکنگ نمبر نوٹ کر لیں"...... عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی وہ نمبر بھی بتا دیا

جو اس نے گوسٹان کی چٹ پر پڑھا تھا۔

"یہ وہی سلسلہ ہے جس میں چوہان اور نعمانی زخمی ہوئے ہیں"۔ دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا۔

"یس سر"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ کر کارڈ واپس نکالا اور اسے جیب میں ڈال لیا۔

"آؤ صدیقی اب ہسپتال چلیں۔ اب چیف جانے اور پرزہ جانے"۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سفید رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے ہنی مون ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر انسپکٹر راشد تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر سوپر فیاض بیٹھا ہوا تھا۔ عقبی سیٹ خالی تھی البتہ اس کے پیچھے گہرے نیلے رنگ کی ایک کار آ رہی تھی جس میں انسپکٹر راشد کے آدمی موجود تھے۔ انہیں صرف نگرانی کا حکم دیا گیا تھا اس لئے وہ ان کی کار سے خاصے فاصلے پر تھے۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر راشد نے کار ہنی مون ہوٹل کے کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑی اور اسے پارکنگ کی طرف لے جانے لگا۔

"مجھے مین گیٹ پر اتار دو"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر راشد نے کار کا رخ موڑا اور اسے مین گیٹ کی طرف لے گیا۔ سوپر فیاض نے جس لہجے میں بات کی تھی اس کے بعد انسپکٹر راشد کے پاس کچھ کہنے کا کوئی جواز ہی نہ رہا تھا اور ویسے بھی اسے معلوم تھا کہ اگر اس

نے حیل و حجت کی تو سوپر فیاض اپنی عادت کے مطابق ہتھے سے اکھڑ جائے گا۔ پھر اس نے جیسے ہی کار مین گیٹ کے سامنے روکی ایک آدمی تیزی سے قریب آیا۔

"ماسٹر کار پارکنگ میں لے جاؤ"...... اس آدمی نے انتہائی سخت اور قدرے توہین آمیز لہجے میں کہا۔

"تم۔ تمہاری یہ جرأت کہ تم مجھ سے اس لہجے میں بات کرو۔ نانسنس"...... کار سے اترتے ہوئے سوپر فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے اس نے آج تک کسی سے اس لہجے میں بات ہی نہ سنی ہو گی۔

"تم جو بھی ہو میں کہہ رہا ہوں یہاں سے کار ہٹاؤ"...... اس آدمی نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"تم۔ تم تمہاری یہ جرأت حقیر چوہے"...... سوپر فیاض کا دماغ واقعی الٹ گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی سنبھلتا سوپر فیاض کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور وہ آدمی زوردار تھپڑ کھا کر لڑکھڑاتا ہوا دو قدم سائیڈ پر جا کھڑا ہوا۔ اس کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ ہنی مون ہوٹل کے ملازم کو کوئی آدمی اس انداز میں بھی تھپڑ مار سکتا ہے کیونکہ یہ ہوٹل رستم خان کا تھا اور رستم خان کی دہشت پورے کاشان میں پھیلی ہوئی تھی۔

"میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ میں سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہوں۔ میں تمہارا یہ ہوٹل سیلڈ کرا دوں گا"۔ سوپر فیاض

نے چیختے ہوئے کہا تو وہ آدمی جس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف بڑھ رہا تھا بے اختیار اچھل پڑا۔

"سس۔ سوری سر۔ سوری۔ میں سمجھا آپ عام آدمی ہیں"۔ اس آدمی نے کہا اور تیزی سے سائیڈ پر موجود برآمدے پر چڑھ کر ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

"سر آپ نے اپنی شناخت ظاہر کر دی ہے۔ اب تو یہ الرٹ ہو جائیں گے سر"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔ شاید اسے بھی اب خیال آیا تھا کہ اس نے واقعی اپنا تعارف کرا کر غلطی کی ہے لیکن ظاہر ہے اب کیا ہو سکتا تھا۔

"تو کیا ہوا میں ان مجرموں سے ڈرتا تو نہیں ہوں۔ آؤ۔ اب ایسا ہے تو ایسے ہی سہی"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ظاہر ہے وہ اب اپنے ماتحت کے سامنے اپنی غلطی تسلیم تو نہ کر سکتا تھا۔

"آپ میک اپ میں ہیں جناب جبکہ پہلے آپ کو وہ کور کر چکے ہیں"...... انسپکٹر راشد نے اس کے پیچھے مین گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ کیا میک اپ کرنا جرم ہے"...... سوپر فیاض اسی پر الٹ پڑا اور انسپکٹر راشد ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ سوپر فیاض دروازہ کھول کر ہال میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے انسپکٹر راشد تھا اور وہ دونوں سیدھے کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگے۔

"یس سر"...... کاؤنٹر پر موجود آدمی نے ان کے قریب پہنچنے پر

مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ فیاض ہوں۔ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ۔ ہم نے تمہارے ہوٹل کی تلاشی لینی ہے۔ کہاں ہے مینجر بلاؤ اسے"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"مینجر صاحب کا کمرہ سائیڈ راہداری میں ہے جناب"...... کاؤنٹر مین نے کہا۔

"میں کہتا ہوں اسے یہاں بلاؤ۔ ابھی اور اسی وقت"...... سوپر فیاض نے غصے کی شدت سے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کاؤنٹر مین کچھ کہتا سائیڈ راہداری سے ایک لمبے قد اور درمیانے جسم کا آدمی جس کے جسم پر سوٹ تھا تیزی سے کاؤنٹر کی طرف آیا۔

"کیا بات ہے۔ کیا شور ہو رہا ہے"...... اس آدمی نے کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب یہ سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جناب یہ مینجر ہیں جناب"...... کاؤنٹر مین نے کہا تو سوپر فیاض تیزی سے اس آنے والے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا"...... سوپر فیاض نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا نام راحت ہے جناب میں ہوٹل کا مینجر ہوں۔ آپ کے آنے کی اطلاع تو نہیں تھی اور میں کسی کام سے ہوٹل سے باہر جا رہا تھا

یہاں شور سن کر رک گیا ہوں۔ بہرحال آیئے میرے آفس میں تشریف لے آیئے"...... آنے والے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" اس ہوٹل کا مالک رستم خان کہاں ہے"...... سوپر فیاض نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

" وہ اپنے آفس میں موجود ہیں جناب"...... مینجر نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے ہمیں وہاں لے چلو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

" آیئے جناب"...... مینجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے واپس اسی راہداری کی طرف مڑ گیا۔ انسپکٹر راشد بھی اس کے پیچھے تھا۔ مینجر نے راہداری کے آخر میں ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی اور پھر دروازے کو دھکیل کر کھول دیا۔

" تشریف لے جائیں جناب یہ رستم خان صاحب کا آفس ہے"۔ مینجر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے انسپکٹر راشد بھی اندر داخل ہوا۔ یہ واقعی ایک کافی بڑا کمرہ تھا لیکن جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا ان کے عقب میں دروازہ بند ہو گیا اور کمرہ بھی خالی تھا۔ وہ دونوں تیزی سے مڑنے ہی لگے تھے کہ اچانک چھت سے چٹاک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے جسموں پر یکلخت سرخ رنگ کی تیز روشنی کا دھارا سا پڑا اور سوپر فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم سے روح اچانک نکل گئی ہو۔ اس کے ذہن پر پہلے سرخ رنگ سا چھایا اور پھر یہ سرخی تیزی سے سیاہی میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ پھر یہ سیاہی

ایک بار پھر روشنی میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی سوپر فیاض کی آنکھیں تیزی سے کھل گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے حرکت کرنی چاہی لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ اس کمرے کی بجائے کسی بڑے سے کمرے میں موجود تھا۔ اس کا جسم دیوار کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انسپکٹر راشد بھی اسی طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا کھڑا تھا اور نہ صرف وہ بلکہ اس کے چاروں آدمی جو ان کی نگرانی کر رہے تھے وہ بھی زنجیروں سے جکڑے ہوئے یہیں موجود تھے۔ ابھی سوپر فیاض سوچ ہی رہا تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچا کہ انسپکٹر راشد کی آنکھیں بھی ایک جھٹکے سے کھل گئیں اور وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

" باس یہ ہم کہاں ہیں"...... انسپکٹر راشد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مجھے کیا معلوم۔ جس طرح تم بے ہوش ہوئے تھے اسی طرح میں بھی بے ہوش ہو گیا تھا"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

" بب۔ باس آپ اصل شکل میں ہیں"...... اچانک انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض بری طرح اچھل پڑا۔

" اوہ۔ اوہ تو انہوں نے میرا میک اپ صاف کر دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ خاصے تربیت یافتہ بھی ہیں اور ان کے پاس جدید ترین آلات بھی ہیں"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے

کہا۔ اسی لئے نگرانی کرنے والے بھی ایک ایک کر کے ہوش میں آتے چلے گئے۔

"تم کیسے قابو میں آگئے۔ تم تو ہم سے علیحدہ تھے"...... انسپکٹر راشد نے ان سے پوچھا۔

"جب آپ کاؤنٹر پر تھے تو ہم ہال میں داخل ہو کر ایک میز پر بیٹھ گئے تھے۔ پھر آپ راہداری میں چلے گئے تو میں اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر راہداری میں چیکنگ کے لئے گیا کہ اچانک میرے سر پر ضرب لگائی گئی اور میں بے ہوش ہو گیا اور اب مجھے یہاں ہوش آیا ہے"...... ایک آدمی نے جواب دیا۔

"اور تم"...... انسپکٹر راشد نے باقی تینوں سے پوچھا۔

"ہمیں ویٹر بلا کر لے گیا تھا کہ آپ کو سوپر فیاض بلا رہے ہیں۔ ہم راہداری میں گئے تو ہم پر اچانک کوئی گیس فائر کی گئی اور ہم بے ہوش ہو گئے"...... باقی تینوں نے جواب دیا اور سوپر فیاض جو ان کی باتیں سن رہا تھا نے، بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم سب نکمے ہو، احمق ہو، اس طرح ہوتی ہے نگرانی احمق قطعی احمق"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اس کمرے کا دروازہ کھلا اور رستم خان ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا اور پھر رستم خان وہاں موجود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے پیچھے آنے والا اس کی کرسی کی سائیڈ پر کھڑا ہو گیا۔

"تم پھر آگئے ہو سپرنٹنڈنٹ فیاض حالانکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم دوبارہ یہاں نہیں آؤ گے"...... رستم خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم نے بھی تو اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ تم نے وعدے والی رقم نہیں دی تھی"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"ہمیں معلوم تھا کہ تم باز نہیں آؤ گے اور لازماً واپس آؤ گے اس لئے ہم نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا لیکن اس وقت حالات ایسے تھے کہ ہم کسی سرکاری آدمی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے ہم نے تمہیں زندہ چھوڑ دیا تھا لیکن اب وہ حالات نہیں ہیں اس لئے تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ"...... رستم خان نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"رستم خان میری بات سنو۔ میرا نام راشد ہے اور میں سنٹرل انٹیلی جنس کا انسپکٹر ہوں۔ تمہارا نام ڈائریکٹر جنرل تک پہنچ چکا ہے اس لئے اگر تم نے اس بار کسی بھی سرکاری آدمی کو ہلاک کیا تو پھر تم پاتال میں بھی نہ چھپ سکو گے۔ ملٹری انٹیلی جنس سے لے کر سیکرٹ سروس تک تمام ایجنسیاں پوری قوت سے تمہارے اور سردار خان کے خلاف کام شروع کر دیں گی"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو رستم خان کے چہرے پر تاثرات تبدیل ہونے لگ گئے اور پھر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم واقعی درست کہہ رہے ہو لیکن تم لوگ بار بار کیوں آجاتے

ہو"...... رستم خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا
"اس لئے کہ ہمیں مشینری کا وہ پرزہ ہر قیمت پر چاہئے"۔ انسپکٹر راشد نے کہا۔
"میں نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ وہ ضائع ہو چکا ہے"...... رستم خان نے جواب دیا۔
"پھر دوسری صورت یہ ہے کہ تم سردار خان سے ہمیں ملوا دو تاکہ ہم اس سے کوئی معاہدہ کر لیں"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔
"سوری۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے اور نہ تم سرکاری لوگوں سے کوئی معاہدہ ہو سکتا ہے اور کوئی تجویز بتاؤ"...... رستم خان نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔
"آخری صورت یہی ہے کہ تم گرفتاری دے دو۔ ظاہر ہے تمہارے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت تو نہیں ہے اور نہ ہی یہاں سے تمہارے خلاف کوئی گواہی دینے پر تیار ہوگا اور ہم پھر یہاں نہیں آئیں گے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔
"نہیں یہ میری عزت کے خلاف ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا"۔ رستم خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"اب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔
"تم مزید کچھ نہیں کہہ سکتے تو مر تو سکتے ہو۔ ہم تمہاری لاشیں ہی غائب کر دیں گے اس طرح کسی کو معلوم بھی نہ ہو سکے گا کہ تم یہاں آئے بھی تھے یا نہیں"...... رستم خان نے کہا اور ایک بار پھر

کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک دروازہ کھلا اور ایک آدمی تیزی سے اندر داخل ہوا۔
"باس بڑے خان کی طرف سے آپ کے لئے ایمرجنسی کال ہے"...... آنے والے نے کہا۔
"اوہ اچھا آؤ"...... رستم خان نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ آنے والا اور پہلے سے وہاں موجود دونوں آدمی بھی اس کے پیچھے باہر نکل گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ اسی لمحے ایک آدمی کی زنجیر کھل کر نیچے گری تو سب بے اختیار چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ آدمی پیروں میں موجود زنجیر کو جھک کر کھول رہا تھا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر آگے بڑھا۔
"یہ کیا ہوا۔ تم کیسے رہا ہو گئے"...... سوپر فیاض نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"سر میں نے کڑے میں سے ہاتھ نکال لیا تھا"...... اس آدمی نے کہا اور جلدی سے آگے بڑھ کر اس نے سب سے پہلے سوپر فیاض کے ہاتھوں کی زنجیریں ہٹائیں اور پھر وہ انسپکٹر راشد کی طرف بڑھ گیا جبکہ سوپر فیاض نے اس دوران اپنے پیر آزاد کرا لئے اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب زنجیروں سے آزاد ہو چکے تھے۔
"آؤ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ کیسے زندہ بچتے ہیں"۔ سوپر فیاض نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"باس ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے اور یقیناً باہر ان کے مسلح

افراد موجود ہوں گے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

" تو کیا ہوا اگر اسلحہ نہیں ہے تو تمہارا مطلب ہے کہ ہم یہاں احمقوں کی طرح کھڑے رہیں اور وہ آکر ہمیں ہلاک کر دیں۔ اسلحہ نہیں ہے تو اسلحہ چھینا بھی جا سکتا ہے"...... سوپر فیاض نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھولا تو دروازہ باہر سے لاکڈ نہ تھا۔ شاید ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگ اس طرح زنجیروں سے آزادی بھی حاصل کر سکتے ہیں اس لئے انہوں نے اسے لاکڈ کرنے کی سرے سے ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ سوپر فیاض نے دروازہ کھول کر پہلے سر باہر نکال کر جھانکا۔ باہر ایک راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہو رہا تھا جبکہ دوسری طرف سے یہ بند تھی۔

" آؤ"...... سوپر فیاض نے کہا اور تیزی سے باہر نکل کر وہ اس راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دوسرے دروازے کے قریب رک کر اس نے پہلے باہر سے آہٹ لی لیکن دوسری طرف خاموشی تھی۔ سوپر فیاض نے دروازے سے سر باہر نکال کر جھانکا تو باہر ایک کھلا برآمدہ تھا لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ سوپر فیاض نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور خود وہ باہر برآمدے میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا کیونکہ برآمدے میں ایک اور کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس میں سے رستم خان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

" ہم نے اچانک حملہ کرنا ہے"...... سوپر فیاض نے مڑ کر آہستہ سے کہا اور اس کے پیچھے آنے والے اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ سوپر فیاض اس کمرے کے دروازے کی سائیڈ پر جا کر رک گیا تو اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے رک گئے۔ وہ سب دیوار سے پشت لگائے کھڑے تھے۔

" بڑے خان یہ تو بہت برا ہوا۔ اب تو یہ لوگ ہم پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر پکڑے ہوئے ایک انسپکٹر نے بھی یہی بات کی ہے کہ اگر ہم نے سرکاری آدمیوں کو مار ڈالا تو پھر حکومت ہم پر ٹوٹ پڑے گی"...... رستم خان کہہ رہا تھا۔

" خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے رستم خان تم ان سب کو گولیوں سے اڑا دو۔ میں جانوں اور حکومت جانے اور پرزہ اب ہمارے پاس سے برآمد نہیں ہو سکتا اس لئے ہم پر کوئی الزام نہیں آ سکتا البتہ ان کی لاشیں بھی غائب کرا دو۔ یہاں حکومت میں ہمارے آدمی بھی ہیں۔ میں سب سنبھال لوں گا"...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

" ٹھیک ہے بڑے خان"...... رستم خان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی چٹک کی آواز سنائی دی جیسے کوئی مشین بند ہوئی ہو اور سوپر فیاض نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں رستم خان کے ساتھ وہی دو آدمی تھے۔

" تم ۔ تم یہاں "...... رستم خان نے چیختے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے سوپر فیاض نے رستم خان پر چھلانگ لگا دی اور وہ اسے دھکیلتا ہوا پیچھے کرسی پر گرا اور پھر دونوں کرسی سمیت نیچے فرش پر جا گرے جبکہ انسپکٹر راشد اور اس کے چاروں آدمی بھی بجلی کی سی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے اور باقی دو افراد پر جھپٹ پڑے ۔ نیچے گرتے ہی رستم خان نے سوپر فیاض کے پیٹ میں گھٹنا اٹھا کر مارا تو سوپر فیاض چیختا ہوا اچھل کر ایک طرف جا گرا لیکن اس سے پہلے کہ رستم خان اٹھتا انسپکٹر راشد کی لات گھومی اور رستم خان چیختا ہوا واپس فرش پر گرا اور پھر چند لمحوں کی جدوجہد کے بعد رستم خان اور اس کے دونوں آدمیوں کو بے ہوش کر دیا گیا تھا۔

" اسلحہ تلاش کرو اسلحہ "...... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ رستم خان پر جھپٹ پڑا ۔ اس نے خود ہی اس کی تلاشی لینی شروع کر دی ۔ رستم خان کی جیب سے ایک مشین پسٹل برآمد ہو گیا جس میں مکمل میگزین موجود تھا جبکہ اس کے دونوں ساتھیوں کی جیبوں سے بھی مشین پسٹل برآمد ہوئے تھے ۔ اس کے علاوہ دیوار میں موجود الماریوں کو جب کھولا گیا تو اس میں دو مشین گنیں بھی موجود تھیں اور پھر یہ مشین گنیں بھی اٹھا لی گئیں ۔

" تم چاروں اسلحہ لے کر باہر جاؤ اور جو نظر آئے اسے اڑا دو "۔ سوپر فیاض نے آدمیوں سے کہا۔

" ٹھہرو اس طرح ہم گھیر لئے جائیں گے ۔ نجانے ہم کہاں ہیں ۔

پہلے ہمیں چیکنگ کر لینا چاہئے ۔ آپ یہاں رکیں میں اپنے آدمیوں کے ساتھ باہر جاتا ہوں "...... انسپکٹر راشد نے کہا اور پھر وہ اپنے آدمیوں سمیت باہر چلا گیا۔

" ہونہہ ۔ تم نے میرے منہ پر تھپڑ مارے تھے ۔ تم نے کمینے آدمی "۔ سوپر فیاض نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے رستم خان کے جسم کو انتہائی نفرت بھرے انداز میں ٹھوکریں مارتے ہوئے کہا۔ ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل کا پورا میگزین اس رستم خان کے سینے میں خالی کر دے لیکن پھر رک گیا کیونکہ بہرحال اتنی عقل اس میں بھی تھی کہ ابھی حالات فائرنگ کے لئے سازگار نہیں ہیں ۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر راشد واپس آ گیا۔

" باس اور یہاں کوئی آدمی نہیں ہے ۔ یہ ایک ویران پہاڑی علاقے میں بنا ہوا مکان ہے ۔ ایک بڑی جیپ بھی باہر موجود ہے ۔ دور دور تک کوئی آدمی نہیں ہے "...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

" ہونہہ ۔ پھر کیا کیا جائے انہیں ختم کر دیا جائے اور ہم یہاں سے نکل چلیں "...... سوپر فیاض نے کہا۔

" جناب ان دونوں آدمیوں کو تو ختم کر دیتے ہیں البتہ اس رستم خان سے اس سردار خان کا پتہ پوچھنا ہے ۔ اسے زنجیروں میں جکڑ کر اس سے پوچھ گچھ کی جا سکتی ہے "...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

" اوہ ویری گڈ ۔ ٹھیک ہے ۔ میں اس کمرے میں جا رہا ہوں تم ان دونوں کو ختم کر کے اس رستم خان کو اٹھوا کر وہاں لے آؤ اور سنو

باہر پہرے کا انتظام بھی کرا دینا ہو سکتا ہے کہ اچانک اس کے آدمی یہاں آ جائیں"...... سوپر فیاض نے کہا اور انسپکٹر راشد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد سوپر فیاض اسی کمرے میں پہنچ چکا تھا جہاں اسے اور اس کے ساتھیوں کو زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر راشد اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک آدمی نے بے ہوش رستم خان کو کاندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور اس کے پیچھے ایک اور ساتھی تھا۔ پھر انسپکٹر راشد کے حکم پر ان دونوں نے مل کر رستم خان کو زنجیروں میں جکڑ دیا۔

"یہاں کوئی کوڑا وغیرہ تلاش کرو۔ یہ آسانی سے زبان نہیں کھولے گا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"یس باس"...... انسپکٹر راشد نے کہا اور واپس چلا گیا جبکہ وہ دونوں آدمی وہیں رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر راشد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک خاردار کوڑا موجود تھا۔

"شمس تم یہ کوڑا لے کر یہاں رکو۔ جبکہ اسلم باہر جا کر ساتھیوں سمیت پہرہ دے گا"...... انسپکٹر راشد نے کوڑا اپنے ایک آدمی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جبکہ دوسرا آدمی جس کا نام اسلم تھا خاموشی سے قدم بڑھاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

"باس جس کمرے میں انہیں بے ہوش کیا گیا ہے وہاں ایک الماری میں انتہائی جدید ساخت اور وسیع حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا"...... انسپکٹر راشد نے سوپر فیاض کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی

پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ وہاں ٹرانسمیٹر پر کال کر رہا تھا اور کسی کو بڑا خان کہہ رہا تھا۔ اوہ اوہ یہ بڑا خان یقیناً سردار خان ہی ہو گا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"یس باس۔ آپ نے واقعی درست تجزیہ کیا ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

"ٹھیک ہے اب یہ خود بتائے گا کہ یہ بڑا خان کہاں ہے۔ میں اس کی روح سے بھی اگلوا لوں گا۔ اسے ہوش میں لے آؤ"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر راشد کرسی سے اٹھ کر آگے بڑھا اور اس نے زنجیروں میں جکڑے ہوئے بے ہوش رستم خان کے چہرے پر یکے بعد دیگرے مسلسل زوردار تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے یا چوتھے تھپڑ پر رستم خان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا ڈھلکا ہوا جسم خود بخود تن گیا تھا۔ انسپکٹر راشد پیچھے ہٹ کر اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"اب بتاؤ رستم خان اب تم سے کیا سلوک کیا جائے"...... سوپر فیاض نے غصے بھرے لہجے میں کہا تو نیم بے ہوشی کے عالم میں موجود رستم خان سوپر فیاض کی آواز سن کر بے اختیار چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں چھائی ہوئی دھند یکلخت صاف ہو گئی تھی۔

"تم۔ تم لوگ کس طرح زنجیروں سے آزاد ہو گئے تھے"۔ رستم خان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم تربیت یافتہ لوگ ہیں اس لئے زنجیریں ہمارا راستہ نہیں روک سکتیں۔ ہاں تم بے شک کوشش کر کے دیکھ لو"...... سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے قدرے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ تو اب تم کیا چاہتے ہو"...... رستم خان نے چند لمحے خاموش ہونے کے بعد کہا۔

"سردار خان کا پتہ بتا دو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"کون سردار خان۔ میں تو کسی سردار خان کو نہیں جانتا"۔ رستم خان نے کہا۔

"جس سے ابھی تم کمرے میں ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے اور جسے تم بڑا خان کہہ رہے تھے"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں اپنے بڑے چچا سے بات کر رہا تھا۔ ایک خاندانی مسئلہ تھا۔ میں اپنے بڑے چچا کو بڑا خان کہتا ہوں"...... رستم خان نے جواب دیا تو سوپر فیاض ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا تھا۔

"تو تم نہیں بتاؤ گے۔ نہیں بتاؤ گے"...... سوپر فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو گھوما تو کمرہ زوردار تھپڑ کی آواز سے گونج اٹھا۔

"یاد ہے تم نے مجھے تھپڑ مارے تھے"...... سوپر فیاض نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسرا تھپڑ مار دیا۔

"میں بندھا ہوا ہوں اس لئے تم جو چاہو کر لو۔ لیکن یہ سن لو کہ تم یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے"...... ابھی بڑے خان کے آدمی یہاں آنے والے ہیں"...... رستم خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"شمس کوڑا مجھے دو"...... سوپر فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس آدمی نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا سوپر فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

"اب بتاؤ کہاں ہے سردار خان بولو"...... سوپر فیاض نے کوڑا ہوا میں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم"۔ رستم خان نے جواب دیا تو سوپر فیاض کا بازو گھوم گیا اور کمرہ رستم خان کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔

"بتاؤ کہاں ہے سردار خان۔ بتاؤ"...... سوپر فیاض نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر تو جیسے سوپر فیاض پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ اس کا بازو مسلسل حرکت کر رہا تھا۔

"باس۔ باس یہ بے ہوش ہو چکا ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو سوپر فیاض جو مسلسل رستم خان پر کوڑے برسا رہا تھا ہاتھ روک لیا۔ رستم خان کا جسم بری طرح زخمی ہو رہا تھا اور واقعی اس کی گردن ڈھلک چکی تھی۔ سوپر فیاض ہانپ رہا تھا۔ اس نے خون آلود کوڑا واپس شمس کے ہاتھ میں دیا اور کرسی پر آ کر گر سا گیا۔

"شمس جا کر پانی لے آؤ"...... انسپکٹر راشد نے کہا تو شمس سر ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو"....... سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا حال ہے چوہان اور نعمانی کا"....... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ان کا آپریشن کر کے گولیاں نکال لی گئی ہیں۔ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے"....... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس پیکٹ کا کیا ہوا"....... عمران نے پوچھا۔

"وہ حاصل کر لیا گیا ہے اور اب واپس پاکیشیا پہنچ رہا ہے۔ میں نے سر سلطان صاحب کو کہہ دیا ہے کہ وہ اسے آپ کے فلیٹ پر پہنچا دیں اور وہاں سلیمان کو بھی کہہ دیا ہے کہ جیسے ہی سر سلطان کا آدمی

وہ پیکٹ دے جائے وہ اسے دانش منزل پہنچا دے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"کس طرح اسے حاصل کیا گیا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"آپ کا فون آنے پر میں نے سر سلطان سے بات کی تو سر سلطان نے کہا کہ حکومت کیانا سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں اس لئے وہ کیانا کے چیف سیکرٹری سے بات کر کے یہ پیکٹ طیارے سے اتروا لیں گے اور پھر ان کا فون آیا کہ کام ہو گیا ہے۔ جو نمبر آپ نے دیا تھا اس نمبر کا پیکٹ طیارے کے کارگو سے اتروانے کے بعد طیارے کو آگے پرواز کی اجازت دی گئی اور پھر چیف سیکرٹری کیانا نے سپیشل فلائٹ کے ذریعے یہ پیکٹ پاکیشیا بھجوا دیا ہے۔ اب تک پہنچ گیا ہو گا"....... بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"....... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلیمان بول رہا ہوں۔ صاحب ہیں یہاں"....... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے سلیمان میں عمران بول رہا ہوں"....... عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"صاحب سوپر فیاض کی بیگم کا فون آیا ہے۔ وہ آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہیں۔ ان کا اصرار تھا کہ جس قدر جلد ہو سکے

ان کی بات آپ سے کرائی جائے تو میں نے انہیں کہا کہ میں آپ کو تلاش کرتا ہوں اگر آپ دستیاب ہو گئے تو پھر آپ خود ہی انہیں فون کر لیں گے"...... سلیمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں بات کر لیتا ہوں۔ سر سلطان کی طرف سے ایک پیکٹ تمہارے پاس پہنچے گا جیسے ہی یہ پیکٹ پہنچے تم نے اسے دانش منزل پہنچانا ہے"...... عمران نے کہا۔

"بہتر صاحب۔ پہلے طاہر صاحب نے بھی ہدایت دی ہوئی ہے۔ ابھی تک تو نہیں پہنچا"...... سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اس پیکٹ کا انتظار کرنا کیونکہ یہ بے حد اہم ہے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جی صاحب"...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"میں علی عمران بول رہا ہوں۔ بیگم فیاض سے بات کرائیں"۔ عمران نے کہا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ بولنے والا سوپر فیاض کا کوئی نیا ملازم ہو گا کیونکہ عمران کے لئے یہ نئی آواز تھی۔

"جی صاحب ہولڈ آن کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو میں سلمیٰ بول رہی ہوں"...... چند لمحوں بعد سوپر فیاض کی بیوی سلمیٰ کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں بھابھی۔ خیریت۔ کیسے فون کیا تھا"۔ عمران نے سلام کے بعد کہا۔

"عمران بھائی میں بے حد پریشان ہوں۔ فیاض صاحب کاشان گئے ہیں لیکن انہیں گئے ہوئے آج تیسرا روز ہے لیکن نہ ہی ان کی کال آئی ہے اور نہ ہی آفس میں انہوں نے فون کال کی ہے جبکہ ایک گھنٹہ پہلے میرے گھر کے فون پر ایک کال آئی ہے۔ کوئی بھاری آواز میں بول رہا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ فیاض صاحب کی لاش جلد ہی بھجوائی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔ میں تب سے بے حد پریشان ہوں"...... سلمیٰ نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ نے محسوس کیا ہے کہ کال دارالحکومت سے کی جا رہی تھی یا کہیں باہر سے"...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نے تو کبھی ان باتوں پر غور ہی نہیں کیا"۔ سلمیٰ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ کاشان میں میرے ایسے دوست موجود ہیں جو سوپر فیاض کا کھوج لگا کر اطلاع دے دیں گے۔ اس قسم کی غلط کالیں دراصل دانستہ کی جاتی ہیں تاکہ آپ آفس والوں کو پریشان کر کے سوپر فیاض کو فوراً واپس بلوا لیں اس لئے آپ بے فکر رہیں۔ سوپر فیاض انتہائی ذہین اور تربیت یافتہ افسر ہے اس لئے وہ آسانی سے مجرموں کے ہاتھ نہیں لگ سکتا"...... عمران نے سلمیٰ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"خدا کرے آپ کی بات درست ہو۔ میرا تو پریشانی سے برا حال

ہے"...... دوسری طرف سے سلمیٰ نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے گا"۔ عمران نے کہا۔

"مجھے جلد از جلد اطلاع دینا عمران بھائی"...... سلمیٰ نے کہا تو عمران نے وعدہ کر کے رسیور رکھ دیا۔

"یہ کس نے کال کی ہو گی"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اب کیا کہا جا سکتا ہے۔ نجانے فیاض کہاں ہو گا۔ بہرحال میں اس کے آفس سے معلوم کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر ساتھ لے گیا ہو گا۔ اگر ایسا ہے تو اس سے ٹرانسمیٹر پر بات ہو سکتی ہے"...... عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ چھوٹے صاحب آپ فرمائیے"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے بیورو کے سب لوگوں کو معلوم تھا کہ عمران ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے اس لئے سب نہ صرف اسے اچھی طرح جانتے تھے بلکہ سب ہی اسے چھوٹے صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔

"سوپر فیاض کاشان گیا ہوا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی مجھے تو معلوم نہیں کہ کہاں گئے ہوئے ہیں اگر آپ کہیں تو میں ان کے آفس انچارج سے آپ کی بات کرا دوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کرا دو"...... عمران نے کہا۔

"ہیلو سب انسپکٹر محمود قریشی بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک اور آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں قریشی صاحب"...... عمران نے کہا۔

"اوہ عمران صاحب آپ فرمائیے کیسے یاد کیا۔ باس تو دارالحکومت سے باہر گئے ہوئے ہیں"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"کاشان گئے ہیں یا کہیں اور"...... عمران نے پوچھا۔

"کاشان گئے ہیں"...... قریشی نے جواب دیا۔

"کوئی اطلاع وہاں سے موصول ہوئی ہے یا نہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں"...... قریشی نے جواب دیا۔

"کون کون ساتھ گیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی انسپکٹر راشد اور اس کے سیکشن کے چار آدمی ساتھ گئے ہیں"۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"فوری رابطے کے لئے کوئی ٹرانسمیٹر بھی وہ اپنے پاس رکھتا ہے یا

نہیں"....... عمران نے پوچھا۔

" جی ہاں۔ سرکاری طور پر زیرو فائیو ٹرانسمیٹر وہ اپنے پاس رکھتے ہیں لیکن ان کا حکم ہے کہ انہیں کسی صورت بھی ڈسٹرب نہ کیا جائے"....... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

" اس کی فریکونسی کیا ہے۔ میں نے اس سے انتہائی ضروری بات کرنی ہے۔ اس کے اسی کیس کے سلسلے میں"....... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے فریکونسی بتا دی گئی۔

" صرف یہ مہربانی کیجئے گا چھوٹے صاحب کہ باس کو یہ نہ بتائیں کہ یہ فریکونسی میں نے آپ کو بتائی ہے ورنہ وہ مجھے معطل کر دیں گے"۔ قریشی نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

" اوکے تم فکر نہ کرو"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر شکریہ ادا کر کے اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ چونکہ سوپر فیاض کی طبیعت سے واقف تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ محمود قریشی درست کہہ رہا ہے۔ رسیور رکھ کر اس نے سائیڈ پر پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھا کر سامنے رکھا اور پھر اس پر محمود قریشی کی بتائی ہوئی فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

" ہیلو ہیلو علی عمران کالنگ سوپر فیاض۔ اوور"....... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم ہو گیا۔

" یس سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو فیاض بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے کیوں کال کی ہے اور تمہیں میری سرکاری

فریکونسی کا کیسے علم ہو گیا ہے۔ اوور"....... چند لمحوں بعد سوپر فیاض کی چیختی ہوئی غصیلی آواز سنائی دی۔

" شکر ہے خدا کا کہ تم زندہ ہو اور گرج بھی رہے ہو ورنہ میں نے تو قل خوانی کا اشتہار بھی تیار کر لیا تھا۔ اوور"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" قل خوانی کا اشتہار۔ کیا مطلب۔ کیا اسی بکواس کے لئے کال کی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں اس وقت انتہائی اہم سرکاری کام میں مصروف ہوں اور سرکاری کاموں میں بے جا مداخلت بھی جرم ہے۔ اوور"....... سوپر فیاض نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

" مجھے معلوم ہے کہ تم کون سے سرکاری کاموں میں مصروف ہو لیکن بندہ خدا کم از کم گھر فون کر کے اپنے زندہ ہونے کی اطلاع تو کر دو۔ وہاں تمہاری بیگم کو کسی نے فون کر کے کہا ہے کہ فیاض کی لاش پہنچنے والی ہے اور جب سے سلمیٰ بھابھی نے یہ کال سنی ہے اس نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا ہے کہ ایسا فرمانبردار، تابعدار، خدمت گزار شوہر انہیں دوبارہ کیسے مل سکے گا۔ اوور"....... عمران نے کہا تو میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

" کیا مطلب۔ کیسی کال۔ اوور"....... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے سلمیٰ سے فون پر ہونے والی بات دوہرا دی۔

" ٹھیک ہے میں اسے فون کر دوں گا اور کچھ۔ اوور"....... سوپر

نیاض نے کہا۔

"کچھ کامیابی ہوئی ہے یا نہیں کیونکہ میں تو اس وقت سے دعوت کھانے کے انتظار میں بھوکا بیٹھا ہوا ہوں اور اب تو خالی آنتوں میں چوہے تو کیا ہاتھی دوڑتے پھر رہے ہیں۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"سرکاری کاموں کے بارے میں تم جیسے غیر متعلق آدمی کو کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔ سمجھے۔ اوور اینڈ آل"...... دوسری طرف سے غصیلے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر اسے ایک طرف رکھ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور سلمیٰ کو فون کر کے اسے سوپر فیاض سے ہونے والی بات چیت سے آگاہ کر دیا تو سلمیٰ نے اس کا بے حد شکریہ ادا کیا اور عمران نے مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ ابھی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ کمرے میں مخصوص انداز کی سیٹی کی آواز سنائی دی اور یہ آواز سنتے ہی وہ دونوں چونک پڑے کیونکہ اس کا مطلب تھا کہ باہر دانش منزل کے گیٹ پر کوئی موجود ہے۔ بلیک زیرو نے میز کے کنارے پر موجود ایک بٹن دبایا تو سامنے دیوار پر ایک سکرین روشن ہو گئی جس پر سلیمان گیٹ کے سامنے کھڑا نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پیکٹ تھا۔

"جا کر لے آؤ پیکٹ"...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے بٹن آف کیا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور اس نے پیکٹ عمران کے سامنے رکھ دیا۔ پیکٹ سیلڈ

تھا۔ اس پر وہی نمبر موجود تھا جو عمران نے گوستان کی اس خفیہ چٹ پر پڑھا تھا اور انٹرنیشنل کارگو کی سلپ بھی موجود تھی۔ پیکٹ کارمن کے کسی الفریڈ نامی آدمی کے پتے پر بک کرایا گیا تھا۔ عمران نے پیکٹ کھولا اور اندر موجود پرزہ باہر نکال لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دمکتا ہوا چہرہ بے اختیار بجھ سا گیا کیونکہ پیکٹ میں مشینری کے پرزے کی بجائے ایک الیکٹرانک کھلونا پیکڈ تھا۔

"یہ کیا ہے عمران صاحب"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اس کھلونے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر وہ اسے اٹھائے کرسی سے اٹھا اور اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جو لیبارٹری میں جاتا تھا۔ اس نے لیبارٹری میں پہنچ کر اس کھلونے کی اندرونی چیکنگ شروع کر دی اور پھر چند لمحوں بعد جب اس نے اس کھلونے کو کھولا تو اندر ویسی ہی ایک چٹ موجود تھی جیسی اس نے گوستان کے جسم سے چپکی ہوئی جھلی سے اتاری تھی۔ اس نے اس چٹ کو لائٹر جلا کر شعلے پر رکھا تو چٹ پر ایک نمبر اور ساتھ ہی سٹی بینک مین برانچ کا نام لکھا ہوا نظر آیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس نے بغور اسے پڑھا اور پھر لائٹر بجھا کر وہ اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا واپس آپریشن روم میں پہنچ گیا۔

"کیا ہوا"...... بلیک زیرو نے بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں"...... عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے انکوائری کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"سٹی بینک مین برانچ کے مینجر کا نمبر دو"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے ایک نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کا نمبر ڈائل کر دیا۔

"یس مینجر سٹی بینک مین برانچ"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک باوقار سی آواز سنائی دی۔

"اسسٹنٹ ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس بیورو بول رہا ہوں"۔ عمران نے سخت اور قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر حکم فرمایئے"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"آپ کی برانچ میں لاکر بھی دستیاب ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں ایک بہت بڑا سیکشن ہے لاکرز کا"...... مینجر نے جواب دیا۔

"ایک نمبر نوٹ کیجئے اور بتایئے کہ یہ لاکر کس کے نام بک ہے۔ کب بک کرایا گیا ہے اور اس وقت اس کی کیا پوزیشن ہے"۔ عمران نے کہا۔

"لاکرز سیکشن کے انچارج امجد علی سے میں آپ کی بات کرا دیتا ہوں ان کے پاس مکمل ریکارڈ ہوتا ہے"...... مینجر نے کہا۔

"کرائیں بات"...... عمران نے کہا۔

"ہیلو جناب میں امجد علی بول رہا ہوں انچارج لاکرز سیکشن"۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی تو عمران نے وہی بات اس سے کر دی جو اس نے پہلے مینجر سے کی تھی۔

"جی نمبر بتایئے"...... امجد علی نے کہا تو عمران نے کھلونے کے اندر سے نکلنے والی چٹ پر ابھر آنے والا نمبر بتا دیا۔

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے میں ریکارڈ دیکھ کر بتاتا ہوں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور لائن پر چند لمحوں کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو سر کیا آپ لائن پر ہیں"...... تھوڑی دیر بعد امجد علی کی آواز سنائی دی۔

"یس"...... عمران نے جواب دیا۔

"جناب یہ لاکر ایک ہفتے پہلے بک کرایا گیا ہے۔ سپیشل لاکر۔ یہ سپیشل لاکر دارالحکومت میں واقع ہوٹل رین بو کے مینجر جناب سمتھ کے نام سے بک ہوا ہے اور ابھی تک بک ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اب آپ ایک بات غور سے سن لیں یہ لاکر حکومت کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے اس لئے اسے چوبیس گھنٹے تک کے لئے کسی صورت بھی اوپن نہ کیا جائے"...... عمران نے کہا۔

"اس کے لئے جناب ہمیں تحریری حکم نامہ چاہئے"...... امجد علی نے جواب دیا۔

"وہ بھی مل جائے گا۔ میں آپ کو زبانی اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر اسے کسی طرح بھی اوپن کر دیا گیا تو پھر آپ کی باقی عمر جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزر جائے گی"...... عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو۔ سر سلطان سے بات کرائیں"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو جناب میں سلطان بول رہا ہوں۔ حکم فرمائیے"...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سر سلطان سٹی بینک مین برانچ میں ایک سپیشل لاکر رین بو ہوٹل کے مینجر سمتھ کے نام سے ایک ہفتہ پہلے بک کرایا گیا ہے اس میں یقیناً گراس ڈیم مشینری کا وہ اہم اور قیمتی پرزہ موجود ہو گا۔ فوری طور پر اس لاکر کو سرکاری سطح پر اوپن کرا کر اس میں سے وہ پرزہ نکلوا کر دانش منزل بھجوا دیں۔ فوری کارروائی کریں"۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر ایک بار پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جوزف۔ جوانا کو ساتھ لے کر رین بو ہوٹل جاؤ اور اس کے مینجر سمتھ کو جہاں بھی وہ موجود ہو اغوا کر کے رانا ہاؤس لے آؤ اور پھر مجھے دانش منزل کے سپیشل فون پر اطلاع دو"۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"یہ بینک لاکر کہاں سے درمیان میں ٹپک پڑا"...... بلیک زیرو نے پوچھا تو عمران نے اسے کھلونے کے اندر سے ملنے والی چٹ کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"بڑا لمبا چکر چلایا ہے اس گوستان نے"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں وہ انتہائی ذہین آدمی تھا اور اسے معلوم تھا کہ یہ پرزہ حکومت کے لئے انتہائی اہم ہو سکتا ہے اس لئے یقیناً تمام کوریئر سروسز اور ایئرپورٹ سروس کی چیکنگ کی جا سکتی ہے اس لئے اس نے یہ کام دکھایا۔ اگر وہ خود زندہ کارمن پہنچ جاتا تب بھی یا پھر یہ پیکٹ وہاں پہنچ جاتا تب بھی وہ جب چاہتے سمتھ کے ذریعے یہ لاکر کھلوا کر پرزہ حاصل کر سکتے تھے"...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوہ اتنی جلدی بے ہوش ہو گیا۔ بڑا رستم بنا پھرتا ہے"۔ سوپر فیاض نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ رستم خان کے جسم پر مسلسل کوڑے برسا برسا کر اب بری طرح ہانپ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر راشد کا آدمی شمس کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا بھرا ہوا ایک جگ تھا۔

"پہلے اس کے زخموں پر پانی ڈالو پھر اس کے سر اور چہرے پر اور جب یہ ہوش میں آجائے تو باقی ماندہ پانی اسے پلا دو"...... انسپکٹر راشد نے شمس سے کہا اور شمس سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اسی لمحے سوپر فیاض جو اب نارمل ہو چکا تھا کے کوٹ کی اندرونی جیب سے ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ اس کی خفیہ جیب میں سرکاری زیرو فائیو ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ اسی کی کال تھی۔ اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس

کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو علی عمران کالنگ سوپر فیاض۔ اوور"...... بٹن آن ہوتے ہی عمران کی آواز سنائی دی تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ کال عمران کی طرف سے ہو گی۔ عمران نے اسے بتایا کہ کسی نے اس کے گھر فون کر کے کہا ہے کہ اس کی لاش گھر پہنچ رہی ہے اس لئے اس کی بیوی پریشان ہے تو سوپر فیاض سمجھ گیا کہ اس کی بیوی سلمیٰ نے اسے فون کر کے کہا ہو گا اور عمران نے کسی نہ کسی طرح اس کی سرکاری فریکونسی معلوم کر کے اسے کال کیا ہو گا۔ عمران نے اس سے مشن کی کامیابی کے بارے میں پوچھا لیکن سوپر فیاض نے اسے ٹال دیا۔

"باس عمران صاحب کو آپ کی سرکاری خفیہ فریکونسی کا کیسے علم ہو گیا ہو گا"...... انسپکٹر راشد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ شیطان ہے۔ پکا شیطان ہے دنیا کی کوئی چیز اس سے چھپی نہیں رہ سکتی"۔ سوپر فیاض نے ٹرانسمیٹر واپس جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اب وہ انسپکٹر راشد کو کیا بتاتا کہ وہ اپنی دولت جس طرح چھپا چھپا کر رکھتا ہے لیکن عمران کو ایسے معلوم ہو جاتا ہے جیسے وہ ساتھ ساتھ رہا ہو۔ اسی لمحے رستم خان کے کراہنے کی آواز سنائی دی تو سوپر فیاض اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب تمہیں معلوم ہوا رستم خان کہ تشدد کسے کہتے ہیں اور یہ تو ابھی ٹریلر تھا تجھے۔ اس لئے خود ہی بک دو کہ سردار خان کہاں

ہے"...... سوپر فیاض نے ایک بار پھر غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں کسی سردار خان کو نہیں جانتا"۔ رستم خان نے نیم غشی کی حالت میں جواب دیا۔

"باس آپ تشریف رکھیں میں اس سے معلوم کرتا ہوں"۔ انسپکٹر راشد نے کہا۔

"کس طرح معلوم کرو گے"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مجھے مجرموں کی زبان کھلوانے کا ایک خصوصی طریقہ آتا ہے۔ اس کی ٹریننگ میں نے ملٹری انٹیلی جنس کے ایک کرنل سے باقاعدہ حاصل کی تھی"...... انسپکٹر راشد نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے ایک ہاتھ سے رستم خان کے بال پکڑ کر اس کا سر اونچا کیا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں اکڑا کر اس نے اس کے دونوں نتھنوں میں اس طرح ماریں جیسے نیزے مارے جاتے ہیں اور پھر رستم خان کے حلق سے بے اختیار کربناک چیخ نکل گئی۔ انسپکٹر راشد کی انگلیاں رستم خان کی ناک سے نکلنے والے خون سے بھر گئیں۔ انسپکٹر راشد نے انگلیوں کو مزید دبا کر مخصوص انداز میں گھمایا تو رستم خان کا زنجیروں سے جکڑا ہوا جسم اس بری طرح پھڑکنے لگا جیسے مچھلی پانی سے باہر نکل کر پھڑکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے انتہائی کربناک چیخیں نکلنے لگیں۔ اس کا چہرہ انتہائی بری طرح مسخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں ابل کر باہر آ گئی تھیں۔

"کہاں ہے سردار خان بتاؤ"...... انسپکٹر راشد نے سرد لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ سو ایک میں رہتا ہے۔ الف خان کے نام سے۔ الف خان کے نام سے۔ وہ۔ وہ"...... رستم خان اس طرح بول رہا تھا جیسے لاشعوری طور پر اس کی زبان سے الفاظ پھسل کر باہر آ رہے ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس کا سر ڈھلک گیا تو انسپکٹر راشد نے ایک جھٹکے سے انگلیاں باہر نکالیں اور انہیں اس کے لباس سے صاف کرنا شروع کر دیا۔

"اس کا حلیہ معلوم کرو۔ مزید تفصیل معلوم کرو۔ تم نے ہاتھ کیوں واپس کھینچ لیا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"اس کا ذہن تو اب ختم ہو چکا ہے باس اس طریقے میں یہی خامی ہے"...... انسپکٹر راشد نے جواب دیا تو سوپر فیاض بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"پھر اسے گولی مار دو"...... سوپر فیاض نے کہا تو انسپکٹر راشد نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

سردار خان اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سردار خان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ سردار خان بول رہا ہوں"...... سردار خان نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بدر خان بول رہا ہوں بڑے خان"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی تو سردار خان بے اختیار چونک پڑا کیونکہ بدر خان ہیڈ کوارٹر کا انچارج تھا۔ اس کی اس طرح کال کا مطلب کوئی خاص بات ہی ہو سکتی تھی۔

"کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے"...... سردار خان نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"باس رستم خان ہلاک ہو چکے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا

گیا تو سردار خان اس بار محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً کرسی سے اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے"...... سردار خان نے انتہائی تیز لہجے میں کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔ مجھے معلوم تھا کہ باس رستم خان سپیشل پوائنٹ تھرٹی ون پر موجود ہیں کیونکہ آپ نے جو ٹرانسمیٹر کال انہیں کی تھی اسے وہیں سے اٹنڈ کیا گیا تھا۔ ہماری مشینری نے چیک کر لیا تھا پھر ہیڈ کوارٹر کے سلسلے میں ایک ضروری ہدایت کے لئے میں نے وہاں فون کال کی لیکن کسی نے کال اٹنڈ نہ کی تو میں نے ٹرانسمیٹر کال کی لیکن ٹرانسمیٹر کال بھی اٹنڈ نہ کی گئی تو میں نے سپیشل پوائنٹ تھرٹی جو اس پوائنٹ کے قریب تر تھا اس کے انچارج باسط خان کو کال کر کے ہدایت کی کہ وہ سپیشل پوائنٹ تھرٹی ون پر جا کر صورت حال کو چیک کر کے مجھے رپورٹ دے۔ ابھی اس کی رپورٹ آئی ہے کہ وہاں ٹارچنگ روم میں باس رستم خان کی لاش زنجیروں میں جکڑی ہوئی موجود ہے اور وہاں کے دونوں آدمی بھی ہلاک ہو چکے ہیں اور باس رستم خان کی لاش کی حالت بتا رہی ہے کہ وہاں ان پر انتہائی ہولناک تشدد کیا گیا ہے۔ ان کا پورا جسم شدید زخمی ہے اور وہاں ایک خون آلود خاردار کوڑا بھی موجود ہے۔ ویسے باس کو تشدد کے بعد گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے اس پر میں نے باسط خان کو کہا کہ وہ سپیشل پوائنٹ کی آٹومیٹک ریکارڈنگ چیک کرے۔ اس نے یہ ریکارڈنگ چیک کی ہے اس سے

پتہ چلا ہے کہ انہیں ہلاک کرنے والوں نے ان سے آپ کے بارے میں پوچھ گچھ کی ہے اور سب سے آخری ریکارڈنگ کے مطابق انہوں نے آپ کا اصل نام اور آپ کی کوٹھی کا نمبر بتایا ہے"...... بدر خان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ویری بیڈ۔ پھر اب وہ لوگ کہاں ہیں"...... سردار خان نے پوچھا۔

"وہاں پاس رستم خان کی جیپ بھی موجود نہیں تھی۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ وہ لوگ اس جیپ میں وہاں سے نکلے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے آپ کو کال کرنے سے پہلے کاشان میں اپنے تمام آدمیوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ یہ جیپ جہاں بھی دیکھیں اس کو ہٹ کر دیں اور اس کے اندر موجود افراد کو گولیوں سے اڑا دیں۔ ویسے یہ لوگ بہرحال آپ کی کوٹھی پر ہی آئیں گے۔ میں نے آپ کی کوٹھی کے باہر خصوصی نگرانی کا حکم بھی دے دیا ہے"...... بدر خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اگر اس کے باوجود وہ لوگ یہاں پہنچے تو پھر ان کی لاشیں بھی کسی کو نہیں ملیں گی"...... سردار خان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ ختم ہو جائیں گے بڑے خان"۔ بدر خان نے جواب دیا۔

"اگر ایسا ہوا تو پھر سمجھو کہ رستم خان کی جگہ تم لے لو گے یہ میرا

وعدہ"...... سردار خان نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں"...... بدر خان نے جواب دیا۔

"اوکے جیسے ہی یہ لوگ ختم ہوں تم نے مجھے رپورٹ دینی ہے"۔ سردار خان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون کا رسیور رکھا اور ساتھ پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"یس چیف"...... ایک مؤدبانہ سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"سنو کچھ سرکاری لوگ میرے خلاف کام کرنے کے لئے یہاں کوٹھی پر آ رہے ہیں ان کی تعداد پانچ یا چھ ہے۔ اگر یہ لوگ یہاں پہنچیں تو انہیں فوری طور پر ہلاک کر کے ان کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈلوا دینا اور یہ بھی سن لو کہ اب جب تک میں خود مزید ہدایت نہ دوں مجھ سے کسی کی کوئی ملاقات نہیں ہو گی اور نہ میں یہاں موجود ہوں۔ سمجھ گئے ہو"...... سردار خان نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس چیف"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور سردار خان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"رستم خان کی موت میرے لئے بہت بڑا دھچکہ ہے۔ ویری بیڈ۔ سارا بزنس اب نئے سرے سے ترتیب دینا ہو گا"...... سردار خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحے خاموش بیٹھنے کے بعد اس نے ایک بار پھر فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ہنی مون ہوٹل"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"سردار خان بول رہا ہوں۔ راحیل سے بات کراؤ"...... سردار خان نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... دوسری طرف سے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو بڑے خان۔ میں راحیل بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"راحیل رستم خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس لئے اب رستم خان کی جگہ ہوٹل کے انچارج تم ہو گے۔ تمام سٹاکس وغیرہ کو کیمو فلاج کر دو۔ ایک سرکاری ٹیم ہمارے خلاف کام کر رہی ہے اس کے خاتمہ تک یہ ہنگامی انتظام کرنا پڑ رہا ہے جب یہ ٹیم ہلاک ہو جائے گی تو میں خود تمہیں مزید ہدایات دوں گا"...... سردار خان نے کہا۔

"یس چیف"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور سردار خان نے بغیر مزید کچھ کہے رسیور رکھ دیا۔ اب اسے بدر خان کی طرف سے کال کا انتظار تھا۔

عمران مشین کا پرزہ اٹھائے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک باکس نما پرزہ تھا جس کی ساخت انتہائی پیچیدہ سی تھی۔ سر سلطان نے اس کی کال کے بعد ہنگامی بنیادوں پر کام کیا تھا اور سٹی بینک کے لاکر سے یہ پرزہ نکلوا کر انہوں نے دانش منزل بھجوا دیا تھا۔ ادھر جوزف کی کال بھی آ گئی تھی کہ رین بو ہوٹل کے مینجر سمتھ کو اغوا کر کے رانا ہاؤس لایا جا چکا ہے۔ جوزف نے بتایا تھا کہ اس اغوا کے لئے وہاں خاصا بڑا ہنگامہ ہوا ہے اور چھ آدمی ہلاک ہو گئے ہیں لیکن بہرحال وہ اس مینجر سمتھ کو صحیح حالت میں اغوا کر کے لے آنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور عمران نے اسے وہیں رکھنے کا حکم دے دیا تھا۔ اسے اس پرزے میں زیادہ دلچسپی تھی اور وہ چیک کرنا چاہتا تھا کہ یہ کس ٹائپ کا پرزہ ہے جس کا متبادل یہاں کے سائنس دان تیار نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی کارمن حکومت صرف یہ پرزہ سپلائی کرنے کے

لئے تیار تھی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے اسے میز پر رکھا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"داور بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سرداور کی آواز سنائی دی۔ عمران کے پاس چونکہ ان کا براہ راست خصوصی فون نمبر تھا اس لئے اس کی براہ راست سرداور سے بات ہو جایا کرتی تھی۔

"حقیر فقیر۔ بے تقصیر"...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"بس بس۔ مجھے معلوم ہے اس لئے ہر بار یہ القاب دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بتاؤ کیا مسئلہ ہے"...... سرداور نے اسے درمیان سے ہی ٹوکتے ہوئے کہا۔

"سنا ہے آپ کی تنخواہ بڑھا دی گئی ہے"...... عمران نے کہا۔

"تنخواہ بڑھا دی گئی ہے کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات"۔ سرداور کے لہجے میں حقیقی حیرت تھی۔

"تنخواہ کا مطلب ہوتا ہے وہ معاوضہ جو حکومت اپنے ملازمین کو ہر ماہ ان کی کارکردگی کے عوض انہیں دیتی ہے تاکہ وہ زندگی عیش و عشرت سے گزار سکیں"...... عمران نے تنخواہ کا مطلب بتاتے ہوئے کہا۔

"واہ کیا خوبصورت لفظ بولے ہیں تاکہ ملازم عیش و عشرت سے زندگی بسر کر سکیں۔ بہت خوب۔ بہرحال تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں حکومت سے تنخواہ صرف ٹوکن کے طور پر ایک روپیہ لیتا ہوں تاکہ میری سرکاری حیثیت قائم رہے۔ باقی میری آبائی

جائیداد اتنی ہے کہ میرا گزارا اللہ کے فضل سے ہو جاتا ہے"۔ سرداور نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ لیکن آپ کی آبائی جائیداد تو آپ کے چچا کے قبضے میں ہے اور سنا ہے کہ وہ آپ کو اس سے کچھ بھی نہیں دیتے"...... عمران نے جان بوجھ کر لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا حالانکہ اسے سرداور کی آبائی جائیداد کے بارے میں تمام تفصیلات کا بخوبی علم تھا۔

"چچا کو میں نے خود تمام جائیداد کا نگران بنا رکھا ہے۔ وہ انتہائی بااصول اور وضع دار ہیں۔ ان کی اپنی جائیداد بھی بے حد وسیع و عریض ہے۔ میں چونکہ سائنسی ریسرچ میں مصروف رہتا ہوں اس لئے میرے پاس اتنا وقت نہیں ہو سکتا کہ میں جائیداد کے انتظامات کر سکوں البتہ اس سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ باقاعدگی سے میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع کراتے رہتے ہیں اس لئے تمہاری یہ بات غلط ہے کہ چچا نے میری آبائی جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے"...... سرداور نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر تو آپ کا بینک بیلنس بڑا بھرپور ہو گا۔ آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ میں خواہ مخواہ لوگوں کی منتیں کرتا رہتا ہوں جبکہ دولت کی گنگا تو گھر میں ہی بہہ رہی ہے"...... عمران نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"میرا بینک بیلنس اس قدر نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ میں بتانا تو نہیں چاہتا لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاؤ

گے اس لیئے بتا دیتا ہوں کہ میری آمدنی سے پاکیشیا کے ان طالب علموں کو بھاری وظائف دیئے جاتے ہیں جو سائنس میں انتہائی ذہین ہوتے ہیں اس لیئے بس گزارا بہرحال ہو جاتا ہے"...... سرداور نے کہا۔

"چلیں میرا نام بھی اس لسٹ میں لکھ لیں۔ آپ نے بھاری وظائف کا کہہ کر مجھے دلی مسرت بخشی ہے۔ میں بھی بہرحال سائنس کا طالب علم ہوں اور چلو ہوشیار نہ سہی بہرحال مفلس اور قلاش تو ہوں"...... عمران بھلا کہاں آسانی سے باز آنے والا تھا۔

"تم اصل بات کرو۔ یہ تم نے کس چکر میں ڈال دیا ہے مجھے۔ بہرحال تمہارا نام اس لسٹ میں شامل نہیں ہو سکتا ورنہ مجھے باقی طالب علموں کے وظائف بند کرنے پڑ جائیں گے اور میں ایسا نہیں چاہتا"...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اصل بات تو یہی تھی سرداور۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ حکومت نے سائنسی ترقی کے لئے تمام سرکاری سائنس دانوں کی تنخواہوں میں خطیر اضافہ کر دیا ہے۔ میں نے سوچا کہ چلو اصل تنخواہ نہ سہی اضافہ ہی۔ اس سے بہرحال گزارا تو ہو جائے گا لیکن اب کیا کہوں آپ بہرحال سرکاری سر ہیں اور سرکاری سر میں بہرحال کچھ نہ کچھ دماغ تو ہوتا ہی ہو گا"...... عمران نے کہا تو سرداور بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

"تو تمہیں رقم چاہیئے۔ بولو کتنی چاہیئے"...... سرداور نے ہنستے

ہوئے کہا۔

"لیکن آپ تو کہہ رہے ہیں کہ آپ کا بینک اکاؤنٹ خالی رہتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں چچا کو کہہ کر کچھ نہ کچھ انتظام کر ہی لوں گا۔ اب تمہیں تو انکار نہیں کیا جا سکتا"...... سرداور نے کہا۔

"اوہ بے حد شکریہ۔ آپ جیسے سخی اور فیاض آدمی سے مجھے یہی امید تھی۔ ویسے مجھے تو بہت بڑی رقم چاہئے اس لئے ایسا نہ ہو کہ جب میں رقم بتاؤں تو آپ انکار کر دیں اور میں شرمندہ ہو جاؤں"۔ عمران نے کہا۔

"تم نے کروڑوں روپے تو نہیں مانگنے زیادہ سے زیادہ دس بارہ لاکھ روپے ہی ڈیمانڈ کرو گے۔ کوئی بات نہیں جائیداد کا کچھ حصہ فروخت کیا جا سکتا ہے"...... سرداور نے کہا۔

"کروڑوں لاکھوں۔ اوہ نہیں سرداور۔ یہ تو بڑی معمولی رقم ہے۔ اتنی رقم تو جناب آغا سلیمان پاشا ہر ماہ فلاحی اداروں میں جمع کرا دیا کرتا ہے"...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ لاکھوں کروڑوں ہر ماہ فلاحی اداروں میں جمع کراتے ہو اور مجھ سے رقم مانگ رہے ہو۔ کیا مطلب"۔ سرداور نے حیرت اور غصے سے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ کیا کروں مجبوری ہے۔ میں نے ڈیڈی سے رقم مانگی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اماں بی سے اتنی بھاری رقم مانگ نہیں سکتا

ورنہ انہیں حساب دینا پڑتا اور آپ تو جانتے ہیں کہ نوجوانوں کے ایسے حساب ہوتے ہیں جو بزرگوں کو بتائے بھی نہیں جا سکتے۔ سر سلطان سے بات کی تو انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا"۔ عمران نے بڑے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے تم بتاؤ تو سہی۔ شاید میں کچھ کر لوں"۔ سرداور نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"گیارہ روپے گیارہ پیسے چاہئیں"...... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے کوئی بہت بڑی رقم بتا رہا ہو۔

"گیارہ روپے گیارہ پیسے۔ کیا مطلب۔ اب یہ مذاق کرنے کے لئے میں ہی رہ گیا ہوں"...... اس بار سرداور نے واقعی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا سرداور۔ میرے لئے عزت کا مسئلہ ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ گیارہ روپے گیارہ پیسے تمہاری عزت کا مسئلہ کیسے بن گیا۔ کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو"...... سرداور کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"وہ۔ وہ دراصل میں یہاں کے ایک ہوٹل میں چائے پینا چاہتا ہوں۔ سنا ہے اس ہوٹل میں چائے پینے سے آدمی کا وقار بڑھ جاتا ہے اور وہاں چائے کا کپ آٹھ سو اسی روپے میں ملتا ہے۔ ساتھ ٹپ بھی دینی پڑتی ہے اور میرے پاس رقم تو ہے لیکن بس گیارہ روپے گیارہ

پیسے کم ہیں۔ اب آپ خود بتائیں کہ یہ میری عزت کا سوال ہے یا نہیں"...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"اوکے بھجوا دوں گا گیارہ روپے گیارہ پیسے۔ بس اب تم خوش ہو۔ اب مجھے کام کرنے دو۔ خدا حافظ"...... سرداور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا بس مسکرا رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران یہ باتیں اپنی بوریت دور کرنے کے لئے کرتا رہتا ہے اور چونکہ اس نے مشینری کے اس پرزے کی لیبارٹری میں کافی دیر تک چیکنگ کی ہے اس لئے ذہنی طور پر ہو جانے والی بوریت وہ اب اس انداز میں دور کر رہا ہے۔

"داور بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سرداور کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"کہہ تو دیا ہے کہ بھجوا دوں گا گیارہ روپے گیارہ پیسے پھر کیوں کال کی ہے"...... دوسری طرف سے سرداور نے کہا۔

"وہ۔ وہ دراصل میرا وقار شدید خطرے میں ہے اس لئے میں اپنا وقار جلد از جلد بحال کرنا چاہتا ہوں اور آپ سائنس دان ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں یہاں بیٹھا سوکھتا رہوں اور آپ کسی سائنسی تجربے میں

مصروف ہو کر بھول جائیں اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو میں خود حاضر ہو جاؤں آپ کے پاس"...... عمران نے بڑے سہمے ہوئے لہجے میں کہا جیسے سرداور کی ناراضگی وہ برداشت نہ کر سکتا ہو۔

"ہونہہ۔ تو یہ مسئلہ ہے۔ تم میرے پاس آنا چاہتے ہو لیکن وجہ۔ کیا کوئی ایسا سائنسی پرابلم ہے جس کے بارے میں فون پر بات نہیں کرنا چاہتے"...... سرداور نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"گراس ڈیم کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہوں گے"۔ عمران نے کہا۔

"ہاں کیوں۔ کیا ہوا اسے"...... سرداور نے چونک کر پوچھا۔

"اس کی مشینری کا ایک اہم پرزہ چوری کر لیا گیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ حکومت کارمن صرف یہ پرزہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے اور مشینری اس قدر قیمتی ہے کہ پاکیشیا کو کسی عالمی ادارے سے قرضہ لے کر اسے منگوانا پڑا تھا اس لئے دوبارہ حکومت اسے منگوا نہیں سکتی تھی۔ چیف نے بھاگ دوڑ کر کے یہ پرزہ مجرموں سے برآمد کر لیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا ہے کہ اس پرزے کی سائنسی تحقیقات کر کے اس جیسا دوسرا پرزہ مقامی طور پر تیار کیا جائے۔ اب میں تو طالب علم ہوں اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے رابطہ کیا جائے تاکہ اگر یہ پرزہ دوبارہ چوری ہو جائے تو کم از کم اس کا متبادل تو موجود ہو"...... عمران نے آخر کار اصل بات بتا دی۔

"ٹھیک ہے تم آجاؤ یا پھر یہ پرزہ بھجوا دو۔ تمہارا کام ہو جائے گا"...... سرداور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"تو اب آپ وہاں خود جائیں گے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں تم جا کر یہ پرزہ لیبارٹری گیٹ پر پہنچا دینا میں رانا ہاؤس جا رہا ہوں"...... عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"باس ہمیں یہ جیپ شہر جا کر چھوڑنی پڑے گی"...... جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود انسپکٹر راشد نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے سوپر فیاض سے کہا تو سوپر فیاض چونک پڑا۔

"وہ کیوں"...... سوپر فیاض نے چونک کر پوچھا۔

"باس یہ رستم خان کی جیپ ہے اس لئے اسے سب پہچانتے ہوں گے اور جیسے ہی ان لوگوں نے ہمیں اس جیپ میں دیکھ لیا وہ سمجھ جائیں گے کہ کیا ہوا ہے اس لئے وہ ہم پر حملہ بھی کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر راشد نے جواب دیا۔

"تو پھر ہم اس کالونی تک کیسے پہنچیں گے۔ کیا ٹیکسی پر"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"باس ہمیں پہلے اپنی رہائش گاہ پر جانا ہو گا۔ وہاں میک اپ تبدیل کرنا ہو گا۔ لباس تبدیل کرنے ہوں گے اور پھر اسلحہ لے کر

اس کوٹھی پر ریڈ کرنا ہو گا۔ بہرحال یہ سردار خان جس کوٹھی میں رہتا ہے اس کی حفاظت کے یقینی طور پر انتظامات کئے گئے ہوں گے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہم رہائش گاہ تک جائیں گے کیسے۔ ہو سکتا ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور ان کے آدمی ہوں پھر"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"باس ہم علیحدہ علیحدہ بسوں پر سفر کر کے وہاں پہنچ سکتے ہیں"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"کیا مطلب۔ تو کیا اب سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ بس میں سفر کرے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"جیسے آپ حکم دیں۔ بہرحال میں نے تو جو بات ذہن میں آئی ہے آپ کو بتا دی ہے"...... انسپکٹر راشد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم سب بسوں میں آؤ گے جبکہ میں ٹیکسی میں وہاں پہنچوں گا"...... سوپر فیاض نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"اور اگر باس وہ ٹیکسی ڈرائیور مجرموں کا آدمی ہوا تب"۔ انسپکٹر راشد نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ میں اس کی گردن مروڑ دوں گا۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"او کے جیسے آپ کی مرضی باس"...... انسپکٹر راشد نے کہا اور پھر

تھوڑی دیر بعد جیپ شہر میں داخل ہو کر آگے بڑھنے لگی لیکن ابھی جیپ تھوڑا ہی آگے بڑھی تھی کہ اچانک ایک کار ان کے عقب سے انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی ان کے قریب آئی اور اس کے ساتھ ہی کوئی چیز ان کی جیپ کے اندر آگری اور خوفناک دھماکہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی سوپر فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن کو کسی نے گھومتے ہوئے پنکھے کے ساتھ باندھ دیا ہو۔ اس کے منہ سے چیخ سی نکلی اور پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ آخری احساس جو اس کے ذہن میں مرتسم ہوا تھا وہ اسی خوفناک دھماکے کا تھا۔ پھر جس طرح تاریکی میں روشنی کا نقطہ اچانک نمودار ہوتا ہے اس طرح اس کے ذہن میں بھی ایک نقطہ سا پیدا ہوا اور پھر یہ نقطہ تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں کھلیں اور درد کی تیز لہریں سی اسے جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ پوری طرح شعور میں آنے سے پہلے ہی اس کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کا منظر کسی فلم کی طرح گھوم گیا جبکہ ایک تیز رفتار کار عقب سے ان کی جیپ کے قریب آئی تھی۔ پھر ایک دھماکہ ہوا اور سوپر فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا ذہن کسی نے گھومتے ہوئے پنکھے کے ساتھ باندھ دیا ہو اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا البتہ بے ہوش ہوتے وقت اس کے ذہن میں کسی خوفناک دھماکے کا احساس موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسے پوری طرح ہوش آگیا۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک گہرے

گڑھے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اوپر جھاڑیاں ہی جھاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ سوپر فیاض کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکل گئی تھی۔ اس نے اٹھ کر کھڑا ہونا چاہا تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں خوفناک دھماکے ہو رہے ہوں۔ وہ بے اختیار لڑکھڑا کر دوبارہ گڑھے میں گر گیا اور ایک بار پھر اس کا ذہن تاریک کنویں میں ڈوبتا چلا گیا اور پھر نجانے کب اور کس طرح ایک بار پھر اسے ہوش آگیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں لیکن دوسرے لمحے وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اسے کچھ نظر نہ آرہا تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی البتہ اب اس کے جسم میں وہ پہلے والے درد کی لہریں موجود نہ تھیں اور ذہن میں بھی پہلے کی طرح خوفناک دھماکے نہ ہو رہے تھے۔ سوپر فیاض آہستہ آہستہ اٹھا اور پھر تھوڑا سا لڑکھڑانے کے باوجود وہ اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اسے اندھیرے میں کچھ کچھ نظر آنے لگ گیا تھا اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اندھا نہیں ہوا بلکہ رات پڑ گئی ہے حالانکہ اسے یاد تھا کہ جب وہ جیپ میں سوار تھا تو اس وقت دوپہر تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دوپہر سے رات تک اس گڑھے میں بے ہوشی کے عالم میں پڑا رہا ہے۔ اس نے جھاڑیاں پکڑ کر اس گہرے گڑھے سے باہر آنے کی کوشش شروع کر دی اور پھر کافی سخت قسم کی جدوجہد کے بعد آخرکار وہ باہر نکل آنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ سڑک کے قریب ہی موجود تھا لیکن سڑک خالی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سڑک پر آگیا لیکن وہاں نہ ہی کوئی جیپ تھی

اور نہ ہی کوئی آدمی۔ سڑک تقریباً خالی تھی وہاں کوئی ٹریفک بھی نہ تھی۔

"یہ انسپکٹر راشد اور اس کے ساتھی کہاں چلے گئے۔ انہوں نے مجھے تلاش کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ نانسنس"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر پیدل ہی وہ آگے بڑھنے لگا۔ گو اس کے جسم میں جگہ جگہ درد ہو رہا تھا لیکن بہرحال یہ درد قابل برداشت تھا۔ البتہ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کے جسم میں کوئی فریکچر نہیں ہوا۔ اس کا لباس البتہ کافی حد تک خراب ہو چکا تھا لیکن ظاہر ہے وہ اب یہاں ویران اور سنسان سڑک پر لباس کا کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر کچھ دور جانے کے بعد اسے اپنے عقب سے کسی کار کی ہیڈ لائٹ کی روشنی دکھائی دی تو وہ تیزی سے سڑک کے درمیان میں آ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس طرح لہرانے شروع کر دیئے جیسے کار کو ہر قیمت پر روکنا چاہتا ہو اور کار کی رفتار کم ہونا شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔

"کون ہو تم"...... کار میں موجود اکیلے ڈرائیور نے سر کھڑکی سے باہر نکال کر انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ ہوں سمجھے۔ تمیز سے بات کرو۔ اس وقت میں ایک سرکاری مشن پر ہوں مجرموں نے ہماری جیپ تباہ کر دی ہے اس لئے میری یہ حالت ہو رہی ہے۔ مجھے

شہر پہنچاؤ"...... سوپر فیاض نے رعب دار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ یقیناً آپ تو بہت بڑے افسر ہیں۔ اوہ تو وہ جیپ آپ کی تباہ ہوئی تھی لیکن آپ کہاں رہ گئے تھے اس میں سے تو پانچ لاشیں ملی تھیں۔ جیپ الٹ گئی تھی اور پھر اسے آگ لگ گئی تھی۔ میں اپنے باس کو چھوڑنے اس کے گاؤں جا رہا تھا اس وقت یہاں پولیس ہی پولیس تھی"...... ڈرائیور نے سوپر فیاض کے سائیڈ سیٹ پر بیٹھتے ہی کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ انسپکٹر راشد اور اس کے چاروں ساتھی ہلاک ہو گئے تھے اور اب اسے یہ بات بھی سمجھ آ گئی تھی کہ وہ کس طرح بچ گیا تھا کیونکہ وہ سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور سائیڈ کھلی ہوئی تھی اس لئے جیسے ہی جیپ الٹی وہ اس میں سے نکل کر لڑھکتا ہوا اس گڑھے میں جا گرا۔ اس گڑھے کے اوپر گھنی جھاڑیاں تھیں اس لئے کسی نے اسے چیک نہ کیا اور ہو سکتا ہے کہ ان کا خیال ہو کہ جیپ میں پانچ ہی آدمی تھے اور وہ سب ہلاک ہو گئے تھے اس لئے کسی نے تلاش کرنے کی کوشش ہی نہ کی تھی۔

"آپ نے بتایا نہیں جناب کہ آپ کیسے بچ گئے اور کہاں رہے"۔ ڈرائیور نے کہا۔

"خاموش رہو یہ سرکاری معاملہ ہے۔ تم مجھے سرکٹ کالونی پہنچا دو"...... سوپر فیاض نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر سرکٹ کالونی کے آغاز میں ہی سوپر فیاض

نے کار رکوائی اور نیچے اتر گیا۔ وہ اس ڈرائیور کو اپنی رہائش گاہ تک نہ لے جانا چاہتا تھا اور جب کار واپس مڑ کر چلی گئی تو وہ پیدل چلتا ہوا اپنی رہائش گاہ پر پہنچا۔ وہاں نمبروں والا تالا لگا ہوا تھا۔ اسے نمبر معلوم تھے۔ اس نے تالا کھولا اور پھر چھوٹے پھاٹک کو دھکیل کر وہ اندر داخل ہوا اور اس نے پھاٹک بند کیا اور اندرونی کمرے میں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر گر سا گیا۔ وہ دل ہی دل میں اپنی جان بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ کافی دیر تک اسی طرح پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور ایک الماری کی طرف بڑھ گیا جس میں لباس موجود تھے۔ اس نے ایک لباس منتخب کیا اور اسے لے کر وہ باتھ روم چلا گیا۔ نہانے اور لباس تبدیل کر لینے کے بعد اس کی خستہ حالت خاصی حد تک بدل گئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے کچن میں جا کر بند خوراک کے ڈبے نکالے۔ دودھ کی بوتل نکالی اور الیکٹرک کیتلی میں پانی ڈال کر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا تاکہ کھانا کھانے کے بعد چائے پی سکے۔ پھر کھانا کھا لینے اور چائے پی لینے کے بعد وہ پوری طرح تازہ دم ہو چکا تھا۔ ایک بار تو اسے خیال آیا کہ وہ یہاں سے عمران کے فلیٹ پر فون کر کے اسے یہاں بلا لے لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا کیونکہ اس طرح عمران اس کا باقی ساری عمر مذاق اڑاتا رہتا۔ رات کے وقت ظاہر ہے آفس بند تھا اور وہ آفس سے بھی کسی کو نہ بلا سکتا تھا اس لئے اس نے سوچا کہ وہ باقی رات اطمینان سے سو کر گزار دے صبح کو دیکھا جائے گا لیکن پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا

تو وہ چونک پڑا۔ ظاہر ہے یہ کارروائی مجرموں نے کی تھی اور پھر لازماً جیپ اڑنے کے بعد انہوں نے چیکنگ کی ہو گی اگر انہوں نے سوپر فیاض کو تلاش نہیں کیا تو اس کا مطلب تھا کہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ سوپر فیاض زندہ بچ گیا ہے اس لحاظ سے وہ اپنی جگہ مطمئن ہو چکے ہوں گے کہ سوپر فیاض سمیت سب ہلاک ہو چکے ہوں گے اور صبح کو جب اخبارات میں یہ سب کچھ چھپے گا تو لامحالہ دارالحکومت سے انٹیلی جنس کے لوگ وہاں پہنچ جائیں گے اور ایک بار پھر مجرم چھپ جائیں گے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ابھی اس سردار خان کی رہائش گاہ پر پہنچ کر اس کا خاتمہ کر دے تاکہ صبح جب انٹیلی جنس کا وفد یا بڑے صاحب یہاں پہنچیں تو وہ انہیں فخر سے بتا سکے کہ اس نے بڑے مجرم کو ہلاک کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک اور خیال آ گیا کہ اگر اس نے سردار خان کو ہلاک کر دیا تو اس کا یہ سارا گینگ ہاتھ نہ آ سکے گا جبکہ اگر اس سردار خان کو زندہ گرفتار کر لیا جائے تو پھر اس کا پورا گینگ اور اس کا ہیڈ کوارٹر سب کچھ سامنے آ سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ابھی جا کر اس سردار خان کو بے ہوش کر کے وہاں سے نکال کر یہاں لے آئے گا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں انہوں نے جدید ترین اسلحہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے الماری میں سے بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرنے والا ایک پسٹل اور اس کا میگزین اٹھایا اور ساتھ ہی اس نے ایک مشین پسٹل

اور اسی طرح کا دوسرا سامان اٹھایا اور انہیں جیبوں میں ڈال کر وہ اس طرف آگیا جہاں گیراج میں ابھی تک ایک کار موجود تھی اور چند لمحوں بعد اس نے کار سٹارٹ کی اسے گیراج سے نکالا اور پھاٹک کے قریب لا کر روکا اور پھر نیچے اتر کر اس نے پھاٹک کھولا اور کار میں دوبارہ بیٹھ کر اس نے کار کو باہر نکال کر روکا اور پھر نیچے اتر کر اس نے پھاٹک ویسے ہی بند کر دیا اور پھر کار میں بیٹھ کر اس نے کار کا رخ ذیشان کالونی کی طرف موڑ دیا جہاں رستم خان نے سردار خان کی رہائش بتائی تھی۔

رانا ہاؤس کے بلیک روم میں کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی لباس تھا اور چہرے مہرے سے بھی وہ خاصا خوشحال آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس کے سر پر موجود گومڑ بتا رہا تھا کہ اسے ضرب لگا کر بے ہوش کیا گیا ہے۔

"اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے جوزف سے کہا اور جوزف نے آگے بڑھ کر اس کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگ گئے تو جوزف نے ہاتھ ہٹایا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"جوانا کوڑا لے لو اور اس کے سامنے کھڑے ہو جاؤ"...... عمران نے جوانا سے کہا تو جوانا سر ہلاتا ہوا مڑا اور اس نے دیوار سے لٹکا ہوا ایک کوڑا اتارا اور اسے ہوا میں چٹخاتا ہوا اس آدمی کے سائیڈ میں کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا تھا۔

"یہ۔ یہ میں کہاں ہوں۔ تم کون ہو۔ یہ۔ یہ مجھے کیوں جکڑ رکھا ہے"...... اس آدمی نے ہوش میں آتے ہی انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارا نام سمتھ ہے اور تم ہوٹل رین بو کے مالک بھی ہو اور مینجر بھی"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہاں مگر۔ اوہ۔ اوہ تو تم علی عمران ہو۔ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے دوست۔ مگر یہ۔ یہ کیا ہے۔ تم نے مجھے کیوں اس طرح جکڑ رکھا ہے"...... اس آدمی نے چونک کر کہا۔

"تم مجھے پہچانتے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے بھی کام کرتا رہتا ہوں"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں میں نے سنا ہوا ہے لیکن"...... سمتھ نے جواب دیا۔

"اس کے باوجود تم نے غیر ملکی ایجنٹوں سے سازش کی اور پاکیشیا کا انتہائی اہم پرزہ ملک سے باہر بھجوانے کے لئے کارمن ایجنٹوں کے ساتھ مل کر سازش کی ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے۔ میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں۔ میں نے تو کبھی کوئی

غیر قانونی کام نہیں کیا"...... سمتھ نے کہا۔

"تم نے سٹی بینک کی مین برانچ میں ایک لاکر بک کرایا"۔ عمران کہا اور ساتھ ہی لاکر کا نمبر بھی بتا دیا۔

"اوہ ہاں۔ ہاں۔ وہاں میں نے لاکر بک کرایا تھا تاکہ میں اپنے ضروری دستاویزات وہاں رکھ سکوں"...... سمتھ نے جواب دیا۔

"کس کے کہنے پر یہ لاکر تم نے بک کرایا تھا"...... عمران نے کہا۔

"کسی کے کہنے پر نہیں۔ میں نے اپنے طور پر بک کرایا تھا"۔ سمتھ نے کہا۔

"سنو سمتھ۔ یہاں تمہاری چیخیں سننے والا بھی کوئی نہیں ہو گا اور ان دونوں دیوؤں کو دیکھ رہے ہو یہ تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دیں گے اور ایک ایک ریشہ ادھیڑ دیں گے اور تم بہرحال ایک چھوٹی مچھلی ہو تمہارا لاکر حکومت نے کھلوا لیا ہے اور اس میں جو انتہائی قیمتی پرزہ بھی حاصل کر لیا گیا ہے اس لئے اب تمہارا لاکر الٹا تمہارے خلاف جائے گا اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو سب کچھ سچ بتا دو"...... عمران نے کہا۔

"میرا لاکر کھلوا لیا گیا ہے۔ اس میں سے پرزہ نکلا ہے۔ نہیں میں ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں"...... سمتھ نے کہا۔

"جوانا"...... عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس ماسٹر"...... جوانا نے جواب دیا۔

"سمتھ سے سچ اگلواؤ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ابھی لو ماسٹر"...... جوانا نے خاردار کوڑے کو ہوا میں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ مجھے مت مارو"...... سمتھ نے یکلخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"بولتے جاؤ جیسے ہی تمہاری زبان رکی جوانا کا ہاتھ حرکت میں جائے گا"...... عمران نے ہاتھ کے اشارے سے جوانا کو روکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں نے وہ لاکر بک کرایا تھا لیکن اسے آپریٹ ایک کارمن ایجنٹ گوستان نے کیا تھا۔ گوستان کارمن کا سرکاری ایجنٹ ہے۔ میرا تعلق بھی کارمن سے ہے اور میں کارمن کی ایک سرکاری ایجنسی میں کام کرتا رہا ہوں۔ پھر میں نے وہ ایجنسی چھوڑ دی اور وہاں ہوٹل بزنس شروع کر دیا لیکن پھر وہاں میرا جھگڑا ایک سنڈیکیٹ سے ہو گیا تو مجھے کارمن چھوڑنا پڑا اور میں پہلے کافرستان گیا اور پھر وہاں سے یہاں آگیا۔ یہاں میرا ہوٹل بزنس ٹھیک چل رہا ہے اس لئے میں یہاں سیٹل ہو گیا۔ میری یہاں کوشش تھی کہ میں کسی جرم میں شریک نہ ہوں۔ پچھلے دنوں اچانک گوستان میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ کسی نجی پارٹی کی طرف سے یہاں ایک کام کے لئے آیا ہے اور اس کا یہ کام حکومت کے خلاف نہیں ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کے پاس چند ایسی دستاویزات ہیں جو

وہ یہاں کے لاکر میں رکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے کہنے پر لاکر بک کرا دیا اور پھر اس کی چابی اسے دے دی۔ اس کے بعد میری ملاقات گوستان سے نہیں ہوئی اور نہ مجھے اس لاکر کے بارے میں علم ہے"...... سمتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے میں جوانا کو کہہ دوں کہ وہ ہاتھ کو حرکت میں لے آئے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نے سب کچھ سچ بتا دیا ہے عمران صاحب۔ کچھ بھی نہیں چھپایا"...... سمتھ نے کہا۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ گوستان کا سودا تم نے کاشان کے سردار خان اور اس کے آدمیوں سے کرایا تھا"...... عمران نے غراتے ہوئے کہا تو سمتھ بے اختیار چونک پڑا۔

"وہ۔ وہ میں نے۔ میں نے اس لئے نہیں بتایا کہ اس کا کوئی تعلق لاکر سے نہیں تھا"...... سمتھ نے گڑبڑاتے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

"چلو اب بتا دو لیکن یہ بات تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ مجھے حالات کا کافی حد تک علم ہے اور میں آدمی کو بولتے ہی پہچان لیتا ہوں کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کاشان کا رستم خان میرا واقف ہے۔ اس کا خاص آدمی آصف خان میرے پاس آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ کارمن کی ایک پارٹی سے انہوں نے ایک بڑا سودا کیا ہے اور میں درمیان میں آ کر اس

سودے کو تکمیل کراؤں۔ میں چونکہ ان سے واقف تھا اس لئے میں تیار ہو گیا۔ پھر گوستان سامنے آیا اور میں نے یہاں ایک رہائشی پلازہ میں ایک فلیٹ آصف خان کے نام سے بک کرایا۔ ان کا سودا وہاں ہوا۔ ایک روز پہلے مال گوستان کے حوالے کیا گیا اور دوسرے روز گوستان نے آصف خان کو اس فلیٹ میں پیمنٹ کی۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے"...... سمتھ نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جس روز اس نے گوستان کو پلازہ سے نکلتے دیکھا تھا وہ اس روز پیمنٹ کر کے آ رہا تھا جبکہ پرزہ اس نے ایک روز پہلے وصول کر لیا تھا۔ اس طرح اس نے اسے لاکر میں رکھنے اور پھر کھلونے میں وہ چٹ بند کر کے اسے کوریئر سروس سے بک کرانے کا کام کیا اور پھر روانہ ہو گیا تھا۔ عمران کو سمتھ کے پلازہ میں فلیٹ بک کرانے کا علم اس وقت ہو گیا تھا جب صدیقی نے ہسپتال سے واپس جا کر اس بارے میں تحقیقات کی تھی۔

"سردار خان اور رستم خان سے تمہارا تعلق بے حد گہرا ہے بتاؤ سردار خان کہاں رہتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ سردار خان کا صرف نام ہی سنا ہوا ہے وہ کبھی سامنے نہیں آیا"...... سمتھ نے جواب دیا اور عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔

"تم نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی بیوی کو فون کر کے کہا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ کی لاش پہنچ رہی ہے۔ سنو انکار کرنے کی ضرورت نہیں

ہے۔ اس فون کال کا ٹیپ میری جیب میں ہے"...... عمران نے کہا تو سمتھ بے اختیار چونک پڑا۔

"ہاں۔ میں نے کہا تھا۔ مجھے رستم خان نے بتایا تھا کہ اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور اس کے عملے کے آدمیوں کو پکڑ لیا ہے اور وہ اسے ہلاک کر کے اس کی لاش مجھے بھجوا دے گا جس پر میں نے اس کی بیوی کو فون کر دیا تھا کیونکہ سپرنٹنڈنٹ فیاض سے میری کافی دوستی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اس کی بیوی اس صدمے کے لئے پہلے سے تیار ہو جائے"...... سمتھ نے جواب دیا۔ عمران نے اصل میں اندازہ لگایا تھا کہ جو شخص اس قدر اہم سودے میں شریک ہو سکتا ہے وہ یہاں اس گروپ کا یقیناً سب سے بڑا آدمی ہو گا اور یقیناً اس نے ہی فون کیا ہو گا اور اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض کے بارے میں آخری اطلاع تمہارے پاس کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"بس یہ آخری اطلاع ہے اس کے بعد رستم خان یا اس کے کسی آدمی سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہوا"...... سمتھ نے جواب دیا۔

"جوانا اسے بے ہوش کر دو"...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو جوانا کا خالی ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ سمتھ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ کنپٹی پر پڑنے والی ایک ہی ضرب سے اس کی گردن ڈھلک گئی تھی۔

"جوزف اسے طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دو۔ سپرنٹنڈنٹ

فیاض کی واپسی پر اسے اس کے حوالے کیا جائے گا تاکہ یہاں ان لوگوں کے پورے سیٹ اپ کو جڑ سے اکھاڑا جا سکے"...... عمران نے جوزف سے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے کہا اور عمران اثبات میں سر ہلاتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ذیشان کالونی خاصی بڑی کالونی تھی لیکن اس وقت وہاں اس طرح خاموشی طاری تھی جیسے یہاں کوئی زندہ آدمی نہ رہتا ہو۔ کوٹھیوں کی گیٹس کی روشنیاں اور بیرونی لائٹس روشن تھیں لیکن نہ ہی سڑکوں پر اور نہ ہی درمیانی گلیوں میں کوئی آدمی نظر آ رہا تھا۔ سوپر فیاض کار آگے بڑھائے لے گیا۔ اسے کوٹھی نمبر اٹھارہ سو ایک کی تلاش تھی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کوٹھی کالونی کے کافی عقب میں ہو گی کیونکہ اس کا نمبر ایسا تھا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس نمبر کی کوٹھیاں کالونی کے آغاز میں ہی تھیں۔ شاید نمبروں کا آغاز کالونی کے آخری حصے سے کیا گیا تھا۔ بہرحال کوٹھی نمبر اٹھارہ سو ایک اسے جلد ہی نظر آ گئی۔ محل نما کوٹھی تھی لیکن اس کی چار دیواری بلکہ گیٹ کے اوپر بھی خار دار تاروں کا پورا جال بچھا ہوا تھا جس میں الیکٹرک تار بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کوٹھی کا جہازی سائز کا

پھاٹک بند تھا۔ سوپر فیاض نے کافی آگے جا کر کار روکی اور پھر کار سے اتر کر اس نے جیب سے گیس فائر پسٹل نکالا اور درمیانی گلی سے گزر کر وہ کوٹھی کی عقبی سمت آگیا۔ کوٹھی کی عقبی دیوار بھی کافی اونچی تھی اور اس پر بھی خاردار تاروں کا جال موجود تھا البتہ عقبی طرف دیوار میں ایک دروازہ موجود تھا جو بند تھا۔ سرنٹنڈنٹ فیاض نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس نے بے ہوش کر دینے والی گیس سے فائرنگ شروع کر دی۔ اسے معلوم تھا کہ میگزین میں بارہ کیپسول موجود ہیں اس لئے چار کیپسول عقب سے فائر کئے اور پھر وہ گھوم کر سائیڈ گلی میں آگیا اور اس نے چار کیپسول سائیڈ پر فائر کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سامنے کے رخ پر آگیا اور اس نے مزید چار کیپسول سامنے کے رخ فائر کر دیئے۔ اب پسٹل خالی ہو چکا تھا۔ اس نے اسے جیب میں ڈال لیا۔ اسے معلوم تھا کہ بارہ کیپسولوں کے بعد اندر موجود کوئی ذی روح بھی چاہے وہ کسی بھی تہہ خانے میں بھی کیوں نہ ہو گیس کی زد سے نہ بچ سکے گا لیکن اب اس کے لئے مسئلہ تھا اندر داخل ہونے کا اور اس نے اس کے لئے عقبی دروازے کو کھولنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ وہ عقبی طرف آگیا اور ایک تاریک کونے میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ابھی کوٹھی کے اندر گیس موجود ہے اس لئے اگر وہ اندر گیا تو وہ خود بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ کم از کم نصف گھنٹہ گزارنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور اس نے دروازے کو چیک کرنے کے لئے جیسے ہی دبایا وہ یہ دیکھ کر بے

اختیار اچھل پڑا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔

"بہت خوب۔ قسمت آج پورے زوروں پر ہے"...... سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا اور دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا اچانک کوئی سایہ اس پر جھپٹا اور اس کے ساتھ ہی اس کے سر پر ایک دھماکہ سا ہوا اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر کے کسی نے پرخچے اڑا دیئے ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جب اس کے ذہن میں روشنی ہوئی تو اسے اپنے چہرے پر شدید جلن سی محسوس ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک کمرے میں ایک کرسی پر رسی سے بندھا ہوا بیٹھا ہے اور ایک آدمی اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اسی لمحے اس آدمی نے اس کے گال پر تھپڑ جڑ دیا اور سوپر فیاض کے منہ سے بے اختیار چیخ سی نکل گئی۔

"تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تم یہاں آؤ"...... اس آدمی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم۔ تم کون ہو اور یہ تم نے مجھے باندھ کیوں رکھا ہے"۔ سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرا نام آدم خان ہے لیکن مجھے آدم خور خان بھی کہتے ہیں۔ تم نے یہاں پہلے بے ہوش کر دینے والی گیس کے کیپسول فائر کئے لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہاں ایسے انتظامات ہیں کہ یہاں کسی قسم کی گیس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر تمہیں چیک کر لیا لیکن تم مجھے اکیلے ہی نظر آئے لیکن ہمارا خیال تھا کہ تم

اکیلے نہیں ہو سکتے لازماً تمہارے ساتھی بھی ہوں گے لیکن تمہارے ساتھی کہیں نظر نہ آرہے تھے اس لئے ہم نے تمہیں ٹریپ کرنے کے لئے عقبی دروازہ کھول دیا۔ پھر تم اندر داخل ہوئے تو تمہیں بے ہوش کر دیا گیا لیکن پھر باوجود کافی انتظار کے تمہارا کوئی ساتھی سامنے نہ آیا تو ہم سمجھ گئے کہ تم اکیلے ہو۔ چنانچہ تمہیں یہاں لایا گیا اور اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیوں تم یہاں آئے ہو"۔ آدم خان نے غراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا سردار خان سے کیا تعلق ہے"...... سوپر فیاض نے پوچھا تو آدم خان بے اختیار اچھل پڑا۔

"تم۔ تم۔ تمہارا تعلق انٹیلی جنس سے تو نہیں ہے"...... آدم خان نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں سپرنٹنڈنٹ ہوں اور اب تم سن لو کہ تم نے سرکاری آدمی پر ہاتھ اٹھا کر انتہائی بھیانک جرم کیا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ مجھے کھول دو اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو"۔ سوپر فیاض نے کہا تو آدم خان بے اختیار ہنس پڑا۔

"واقعی بڑا خان سچ کہتا ہے کہ حکومت نے سرکاری عہدوں پر احمق بٹھا رکھے ہیں لیکن تمہارے ساتھی تو جیپ میں ہلاک ہو گئے تھے۔ تم زندہ کیسے بچ گئے ہو"...... آدم خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں جیپ سے نکل کر ایک گڑھے میں گر گیا تھا۔ پھر رات کو مجھے ہوش آیا"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ پھر تو مجھے بڑے خان کو اطلاع دینی ہوگی تاکہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے تمہیں گولی ماریں"...... آدم خان نے کہا اور مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا تو سوپر فیاض کا ذہن گھوم گیا۔ اسے آدم خان کی بات کے آخری الفاظ سن کر زبردست ذہنی جھٹکا لگا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ بڑے خان جو بھی ہے بہر حال اسے گولی مار دے گا اس لئے اسے اس کے آنے سے پہلے ان رسیوں سے نجات حاصل کر لینی چاہئے لیکن ظاہر ہے اس کے صرف سوچنے سے تو رسیاں نہ کٹ سکتی تھیں اور نہ کھل سکتی تھیں لیکن موت کے خوف نے اسے بہر حال جدوجہد کرنے پر مجبور کر دیا تھا اس لئے اس نے اپنے جسم کو جھٹکے دینے شروع کر دیئے اور پھر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اس کا ایک ہاتھ کسی نہ کسی طرح رسیوں کی گرفت سے آزاد ہو گیا تو اس کو حوصلہ ہو گیا۔ اس نے جدوجہد اور تیز کر دی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے دوسرا ہاتھ بھی رسیوں کی گرفت سے آزاد کرا لیا۔ دراصل اسے باندھا بھی عام سے انداز میں گیا تھا۔ شاید آدم خان نے اسے کوئی عام آدمی سمجھا تھا۔ بہر حال دونوں ہاتھ آزاد ہوتے ہی اس نے آسانی سے رسیوں کو کھینچ کھینچ کر اس کی گانٹھ کو آگے کی طرف کر لیا اور پھر دونوں ہاتھوں سے گانٹھ کھولنے میں اسے کوئی مشکل پیش نہ آئی اور چند لمحوں بعد وہ رسیوں سے آزاد ہو چکا تھا۔ کرسی سے اٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی جیبوں کو ٹٹولا لیکن اس کی جیبیں خالی تھیں۔ اسلحہ شاید پہلے ہی نکال لیا گیا تھا۔ اس نے

ادھر ادھر دیکھا لیکن کمرے میں کسی قسم کا کوئی اسلحہ نہ تھا حتیٰ کہ اس کی جیب سے زیرو فائیو ٹرانسمیٹر بھی نکال لیا گیا تھا۔ سوپر فیاض تیزی سے کمرے کے بند دروازے کی طرف بڑھا اور پھر ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک اسے باہر سے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی سائیڈ میں دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے دروازے کے پٹ ایک دھماکے سے کھلے اور ایک پٹ دیوار سے اس طرح آ لگا کہ سوپر فیاض اس پٹ کے پیچھے مکمل طور پر چھپ گیا۔

"ارے۔ یہ کیا۔ یہ کہاں گیا۔ اوہ۔ اوہ"...... ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے آنے والا بری طرح چیختا ہوا کمرے سے باہر دوڑ گیا۔ ظاہر ہے سوپر فیاض پٹ کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور آنے والے کو بوکھلاہٹ میں اس کا خیال تک نہ آیا اور نہ ہی پٹ کے پیچھے سے اسے سوپر فیاض کے جھانکتے ہوئے بوٹ نظر آئے تھے۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ سوپر فیاض کسی پراسرار انداز میں غائب ہو گیا ہے۔ اس کے دوڑنے کی آوازیں جیسے ہی مدھم ہوئیں سوپر فیاض جلدی سے دروازے کے پٹ کے پیچھے سے نکلا۔ اس نے کرسی کے نیچے گری ہوئی رسی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور پھر دوڑتا ہوا وہ کمرے سے نکل کر باہر راہداری میں آ گیا۔ یہ راہداری دونوں طرف کھلی ہوئی تھی۔ سوپر فیاض اس طرف کو دوڑا تھا جس کی مخالف سمت میں آنے والا گیا تھا۔ راہداری آگے جا کر سیڑھیوں پر ختم ہوئی تو سوپر فیاض تیزی سے

سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی تیزی سے باہر نکلا۔ اس کے کاندھے پر مشین گن لٹکی ہوئی تھی۔ سوپر فیاض اس وقت دروازے کے بالکل سامنے تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی سنبھلتا سوپر فیاض بجلی کی سی تیزی سے اسے دھکیلتا ہوا واپس اندر لے گیا۔ گو یہ آدمی قدوقامت اور جسامت کے لحاظ سے سوپر فیاض سے تقریباً دوگنا تھا لیکن سوپر فیاض نے جس طرح اچانک اسے دھکیلا تھا اس سے وہ سنبھل نہ سکا تھا لیکن اندر پہنچتے ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور سوپر فیاض پر ہاتھ چھوڑ دیا اور سوپر فیاض اس کا زوردار تھپڑ کھا کر تقریباً اڑتا ہوا نیچے قالین پر جا گرا تو اس آدمی نے اس پر چھلانگ لگا دی لیکن دوسرے ہی لمحے سوپر فیاض نے عجیب حرکت کی۔ اس کے ہاتھ اور گھٹنے بیک وقت حرکت میں آئے۔ اس کے ہاتھوں میں موجود رسی لپٹنے اوپر چھائے ہوئے اس آدمی کی گردن کے گرد لپٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کے گھٹنے اوپر کو اٹھے تو وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر پلٹ کر اس کے سر کی طرف دوسری طرف موجود بیڈ پر جا گرا لیکن چونکہ اس کی گردن میں رسی تھی اس لئے اس کے اس انداز میں گرتے ہی رسی بل کھا گئی اور اس آدمی کے حلق سے خرخراہٹ سی نکلی اور اس کا جسم بری طرح پھڑکنے لگا۔ سوپر فیاض بجلی کی سی تیزی سے سیدھا ہوا اور اس نے پوری قوت سے رسی کو مزید بل دے دیئے۔ دوسرے لمحے اس بھاری جسم کے طاقتور آدمی کی

آنکھیں باہر کو نکل آئیں اور اس کی آنکھیں تیزی سے بے نور ہوتی چلی گئیں۔ اس کا سانس رک چکا تھا۔ سوپر فیاض تیزی سے سیدھا ہوا۔ اس نے اس کی گردن کے گرد موجود رسی کے بل کھولے اور پھر اس کے کاندھے سے نکل کر بیڈ پر گرنے والی مشین گن اٹھالی۔ پھر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا لیکن دوسرے لمحے اسے کسی کے دوڑ کر سیڑھیاں چڑھنے کی آواز سنائی دی تو سوپر فیاض نے مشن گن کاندھے سے لٹکائی اور ایک بار پھر رسی دونوں ہاتھوں میں پکڑلی۔ دراصل اسے شروع سے ہی رسی کی مدد سے کسی کا گلا گھونٹنے کی بے حد مشق تھی۔ یہ اس کا پسندیدہ شغل تھا اور انٹیلی جنس کی ٹریننگ کے دوران بھی اسی حربے میں وہ ہمیشہ اول آتا تھا۔ چنانچہ اب بھی وہ زیادہ اسی حربے پر انحصار کر رہا تھا۔ دوسرے لمحے کھلے دروازے سے ایک آدمی تیزی سے اندر داخل ہو رہا تھا کہ سوپر فیاض نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن میں رسی ڈالی اور اسے مخصوص انداز میں گھما دیا لیکن دوسرے لمحے وہ خود بھی چیختا ہوا اچھل کر ایک کونے میں جا گرا۔ آنے والے نے اس کی بغل میں انتہائی زوردار گھونسہ مار دیا تھا اس لئے نہ صرف رسی سوپر فیاض کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھی بلکہ وہ اچھل کر ایک کونے میں جا گرا تھا۔ آنے والے نے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں رسی اپنی گردن سے نکالی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا جبکہ سوپر فیاض نے نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اس کے فوری

اٹھنے میں رکاوٹ بن گئی۔

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ ورنہ ابھی گولیوں کا پورا برسٹ سینے میں اتار دوں گا"...... آنے والے نے اس کے قریب رک کر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا اور سوپر فیاض کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کاش بڑے خان نے تمہیں زندہ پکڑنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو اب تک تم لاش میں تبدیل ہو چکے ہوتے۔ تم نے ہمارا ایک قیمتی آدمی مار دیا ہے"...... آنے والے نے کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا سوپر فیاض نے اچانک اس پر چھلانگ لگا دی۔ دوسرے لمحے مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ سے کمرہ گونج اٹھا لیکن گولیاں سوپر فیاض کے سینے کے قریب سے نکل کر عقبی دیوار سے جا ٹکرائیں اور وہ آدمی سوپر فیاض کے ہاتھ کی زوردار ضرب سے اچھل کر ایک طرف دیوار سے ٹکرایا ہی تھا کہ سوپر فیاض نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گن کاندھے سے اتاری اور دوسرے لمحے کمرہ مشین گن کی ریٹ ریٹ سے گونج اٹھا اور اس کے ساتھ ہی اچھل کر سیدھا ہونے والا وہ آدمی چیختا ہوا واپس فرش پر گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا تو سوپر فیاض مشین گن اٹھائے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی وہ دروازے سے باہر نکلا اچانک سائیڈ پر سے کوئی آدمی اس پر جھپٹ پڑا اور دوسرے لمحے سوپر فیاض کے منہ سے چیخ نکلی اور اس کے ذہن پر سیاہ چادر پھیلتی چلی گئی البتہ آخری احساس جو

اس کے ذہن پر مرتسم ہوا تھا اس کے مطابق اس کا جسم ہوا میں اڑتا ہوا نیچے گر رہا تھا پھر جب اس کے ذہن پر روشنی پھیلی اور اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے اپنے آپ کو فرش پر پڑے ہوئے پایا۔ اس کے دونوں ہاتھ عقب میں کر کے باندھ دیئے گئے تھے اور اس کے دونوں پیروں میں بھی رسی بندھی ہوئی تھی۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ کمرے میں کسی قسم کا کوئی فرنیچر نہ تھا۔ سوپر فیاض ہوش میں آتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہ آرہا تھا کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ اسے یاد تھا کہ اس نے کمرے میں دو افراد کو ہلاک کر دیا تھا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ اچانک کوئی آدمی سائیڈ سے اس پر جھپٹا تھا اور اس کے ذہن پر سیاہ چادر سی پھیلتی چلی گئی تھی۔ اس کا تو خیال تھا کہ اب اس کی آنکھیں قیامت کے روز ہی کھلیں گی لیکن یہ دیکھ کر خود بھی حیران ہو رہا تھا کہ وہ صحیح سلامت اس کمرے میں موجود ہے۔ اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن اس کے دونوں پیر چونکہ رسی کی مدد سے بندھے ہوئے تھے اس لئے وہ چل نہ سکتا تھا لیکن اس نے مینڈک کی طرح اچھل اچھل کر آگے بڑھنا شروع کر دیا اور چند لمحوں بعد وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازے کی چوکھٹ لوہے کی تھی اور اس کا ایک کنارہ کافی تیز تھا۔ سوپر فیاض نے اس کنارے سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچا تھا۔ اس نے اپنی پشت دروازے کی طرف کی اور پھر اپنے دونوں

ہاتھوں کی درمیان جگہ کو اس چوکھٹ کے ابھرے ہوئے تیز کنارے پر رکھ کر اس نے ممکن حد تک ہاتھوں کو اوپر نیچے کرنا شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو اس کی کوشش کامیاب نہ ہوئی لیکن تھوڑی دیر بعد ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ آزاد ہو گئے تو اس کے چہرے پر انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے جلدی سے جھک کر اپنے پیروں میں موجود رسی کھولی اور پھر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن دروازہ دوسری طرف سے بند تھا اور دروازہ تھا بھی لوہے کا اس لئے وہ اسے نہ ہی توڑ سکتا تھا اور نہ کھول سکتا تھا۔ ویسے بھی اس کے پاس کسی قسم کا اسلحہ نہ تھا۔ اس نے دروازے کی طرف سے مایوس ہو کر کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور پھر اس کی نظریں دروازے کے اوپر بنے ہوئے ایک روشندان پر جم گئیں جس میں لوہے کی سلاخیں موجود نہ تھیں صرف شیشہ لگا ہوا تھا جسے آسانی سے توڑا جا سکتا تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ روشندان کافی بلندی پر تھا اور کمرے میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی مدد سے وہ اس روشن دان تک پہنچ سکتا۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی اور اس نے خود ہی اپنے بازو پر اس طرح تھپکی دی جیسے اپنے آپ کو خراج تحسین پیش کر رہا ہو۔ دروازے پر ایسی جگہیں بنی ہوئی تھیں جن میں پیر پھنسا کر وہ اوپر چڑھ سکتا تھا۔ چنانچہ پہلے تو اس نے کنڈی کے ہک میں انگلی پھنسا کر اپنے جسم کو سنبھالا اور دروازے پر اندر کی طرف لگے ہوئے بڑے سے کنڈے پر پیر جما کر وہ ایک جھٹکے سے اوپر

کو اٹھا اور دوسرے لمحے اس کا ایک ہاتھ روشن دان کی چوکھٹ پر جم گیا۔ اس نے چوکھٹ کو مضبوطی سے پکڑا اور پھر دوسرا ہاتھ کنڈی کے ہک سے نکال کر اس نے دوسرے ہاتھ سے روشندان کو کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار خوش ہو گیا کہ روشندان کا شیشہ فسکڈ نہ تھا بلکہ ایک سائیڈ پر الماری کے پٹ کی طرح قبضے لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے شیشے پر ہاتھ پڑتے ہی شیشہ فریم سمیت ایک سائیڈ پر ہٹ گیا۔ اب روشندان کھلا ہوا تھا اور اس میں بہرحال اتنی جگہ موجود تھی کہ سوپر فیاض گھسٹ گھسٹ کر دوسری طرف جا سکتا تھا۔ سوپر فیاض نے ایک ہاتھ روشندان کی بیرونی چوکھٹ پر رکھا اور پھر دوسرا ہاتھ بھی اور اپنے پورے جسم کا بوجھ بازوؤں پر ڈال کر اس نے پوری قوت سے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ گو اسے چونکہ پریکٹس نہ رہی تھی اس لئے اسے انتہائی مشکل پیش آ رہی تھی لیکن بہرحال اس نے ہمت نہ ہاری اور پھر آہستہ آہستہ وہ روشندان کراس کر کے دوسری طرف ایک گیلری نما بند راہداری میں اتر گیا۔ اس راہداری میں کمروں کے روشندان تھے جو فرش کی سطح سے تھوڑے اونچے تھے جن میں سے صرف ایک روشن تھا۔ سوپر فیاض نے اس روشن روشندان میں سے دوسری طرف جھانکا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں عجیب و غریب ساخت کی مشینیں نصب تھیں اور ان میں سے دو مشینیں چل رہی تھیں جبکہ باقی بند تھیں۔ کمرے کے درمیان وہی آدم خان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دو اور آدمی

بھی موجود تھے جن کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ سوپر فیاض کو اب افسوس ہو رہا تھا کہ اس کے پاس اسلحہ نہیں ہے ورنہ وہ یہاں سے آسانی سے انہیں ڈھیر کر سکتا تھا۔

"باس آپ اس آدمی کی لاش بھی تو بڑے خان کے سامنے صبح کو پیش کر سکتے ہیں"...... اچانک ایک آدمی کی آواز سوپر فیاض کو سنائی دی۔

"نہیں۔ بڑے خان کا حکم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہے اس لئے اسے پہلے اس کے سامنے پیش کیا جائے پھر اسے گولی ماری جائے اور بڑے خان کو کیا ہمیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ اس طرح رات کو یہ آدمی اچانک آ جائے گا اور بڑے خان کو سرکاری آدمی کے بارے میں اطلاع دینی ضروری تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ ابھی سوئے نہیں ہوں گے لیکن ان کے کمرے کے باہر سرخ بلب جل رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ نیند والی گولیاں کھا کر سو چکے ہیں اور اب جب تک وہ خود نہ جاگیں نہ ان سے رابطہ ہو سکتا ہے اور نہ انہیں جگایا جا سکتا ہے اس لئے میں نے شیر خان کو بھیجا تھا کہ وہ اسے بے ہوش کر کے لے آئے تاکہ صبح تک اسے باندھ کر رکھا جائے لیکن وہ آدمی حیرت انگیز طور پر رہا ہو کر اوپر پہنچ گیا اور وہاں اس نے جعفر اور اکرم دونوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ تو میں اوپر گیا اور اسے بے ہوش کر کے اٹھا لایا ورنہ نجانے یہ شخص صبح تک کتنا نقصان کر دیتا"...... آدم خان نے خود ہی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس ایسا نہ ہو کہ وہ ہوش میں آکر کسی طرح اس کمرے سے نکل جائے"...... ایک آدمی نے کہا۔

"نہیں۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ دروازہ باہر سے بند ہے اور وہ رسیوں سے بندھا ہوا ہے"...... آدم خان نے جواب دیا۔

"لیکن پہلے بھی تو وہ رسیوں سے بندھا ہوا تھا باس"...... اسی آدمی نے کہا۔

"پہلے شاید گانٹھ ڈھیلی رہ گئی تھی لیکن اس بار میں نے خود اپنے ہاتھوں سے گانٹھ لگائی ہے"...... آدم خان نے کہا۔

"تو پھر صبح تک بہرحال انتظار کرنا پڑے گا"...... دوسرے آدمی نے کہا۔

"ظاہر ہے"...... آدم خان نے جواب دیا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ سوپر فیاض آہستہ سے رینگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری آگے جا کر مڑ گئی تھی اور پھر اس کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا اور سوپر فیاض جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوا وہ بے اختیار چونک پڑا۔ کمرے میں ہر طرف پیٹیاں موجود تھیں۔ اسلحے کی پیٹیاں۔ سوپر فیاض ان کی ساخت دیکھ کر ہی پہچان گیا تھا کہ یہ اسلحہ سے بھری ہوئی پیٹیاں ہیں۔ اس نے ایک پیٹی کھولی۔ اندر مشین پسٹلز بھرے ہوئے تھے۔ اس نے ایک مشین پسٹل اٹھایا لیکن ظاہر ہے مشین پسٹل میں میگزین موجود نہ تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ بغیر کوئی آواز نکالے دوسری پیٹیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور پھر جیسے ہی اس نے

ایک پیٹی کا ڈھکن ہٹایا اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس پیٹی میں صرف مشین پسٹلز کے میگزین ہی بھرے ہوئے تھے۔ سوپر فیاض نے ایک میگزین اٹھا کر ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل میں ڈالا اور ایک اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد وہ اسی طرح رینگتا ہوا واپس اسی روشندان کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ حتی الوسع کوشش کر رہا تھا کہ آواز پیدا نہ ہو۔ پھر وہ روشندان تک پہنچ گیا۔ اس نے ذرا سر اٹھا کر جھانکا تو آدم خان اور اس کے دونوں ساتھی ویسے ہی موجود تھے البتہ اب تینوں نے ہاتھ میں شراب کے گلاس پکڑے ہوئے تھے اور سامنے موجود میز پر غیر ملکی اور انتہائی قیمتی شراب کی دو بوتلیں موجود تھیں۔ سوپر فیاض نے آہستہ سے روشندان کو ذرا سا کھولا اور پھر مشین پسٹل کی نال کا رخ اس نے آدم خان اور اس کے ساتھیوں کی طرف کر دیا۔ وہ تینوں بڑے مطمئن انداز میں بیٹھے شراب نوشی میں مصروف تھے۔ انہیں شاید یہ تصور بھی نہ تھا کہ سوپر فیاض اس انداز میں کوئی کارروائی بھی کر سکتا ہے۔ سوپر فیاض نے ہونٹ بھینچے اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی آدم خان اور اس کے دونوں ساتھی چیختے ہوئے الٹ کر کرسیوں سمیت نیچے گرے لیکن سوپر فیاض نے ٹریگر دبائے رکھا اور نیچے گر کر ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے تینوں مسلسل گولیاں لگنے کی وجہ سے اٹھ نہ سکے اور چند لمحوں بعد ساکت ہو گئے۔ سوپر فیاض ساتھ ساتھ مشین پسٹل کو حرکت بھی دے رہا تھا تاکہ مسلسل تینوں پر

فائر کیا جا سکے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ تینوں ہلاک ہو گئے ہیں تو اس نے مشین پسٹل پیچھے کھینچا لیکن دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ فائرنگ کی آواز سن کر کوئی بھی اندر آ سکتا تھا۔ اس نے ایک بار پھر مشین پسٹل کی نال روشندان میں رکھ دی اور چند لمحوں بعد واقعی اسے کمرے کے بند دروازے کی دوسری طرف سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دو مشین گن بردار تیزی سے اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ سوپر فیاض نے ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی ٹریگر دبا دیا اور ایک بار پھر تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ یہ دونوں بھی گولیاں کھا کر اچھل کر نیچے گرے اور چند لمحے تڑپ کر ساکت ہو گئے۔ سوپر فیاض نے ٹریگر سے انگلی ہٹا لی لیکن مشین پسٹل نہ ہٹایا لیکن جب کافی دیر تک کوئی اندر نہ آیا تو وہ تیزی سے پیچھے ہٹا اور پھر دوڑتا ہوا دوبارہ اسی کمرے میں پہنچا جہاں پیٹیاں موجود تھیں۔ اس میں ایک دروازہ وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو وہ کھل گیا۔ وہاں سے سیڑھیاں نیچے بھی جا رہی تھیں اور اوپر بھی۔ سوپر فیاض پہلے اوپر گیا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ اوپر کوئی موجود نہ ہو لیکن اوپر صرف سپاٹ چھت تھی۔ چنانچہ وہ پھر نیچے اترا اور بیرونی برآمدے میں پہنچ گیا۔ یہاں کوئی موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں آدم خان اور اس کے مسلح ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ چونکہ مشینیں ابھی تک چل رہی تھیں وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی مشینیں ہیں

جن کی مدد سے اس کی بے ہوش کر دینے والی گیس کے کیپسول بے اثر ہو گئے تھے۔ اس نے مشین پسٹل کا رخ ان مشینوں کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ دھماکوں سے گونج اٹھا۔ دونوں مشینیں مکمل طور پر تباہ ہو گئی تھیں۔ وہاں سے نکل کر سوپر فیاض نے پوری عمارت گھوم ڈالی لیکن وہاں اب کوئی زندہ آدمی موجود نہ تھا۔ البتہ ایک کمرے کے دروازے کے باہر اسے سرخ بلب جلتا ہوا نظر آیا تھا وہ سمجھ گیا کہ اس کمرے میں بڑا خان نیند کی گولیاں کھائے سو رہا ہے۔ ایک بار تو اسے خیال آیا کہ وہ دروازے کے لاک کو گولیوں سے اڑا کر اندر موجود بڑے خان کو بھی گولی مار دے لیکن پھر وہ رک گیا۔ اسے معلوم تھا کہ سر عبدالرحمن انتہائی اصولوں اور ضابطوں کے آدمی ہیں اس لئے وہ ہر بات کی تحقیقات کرائیں گے اور اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ سوپر فیاض نے جان بوجھ کر کسی سوئے ہوئے آدمی کو گولی ماری ہے تو پھر لامحالہ اس کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرایا جائے گا۔ جو آدمی اب تک مرے تھے ان کے بارے میں بھی سوپر فیاض کو بہرحال کوئی نہ کوئی کہانی بنانی پڑے گی۔ پھر عمارت میں گھومتے ہوئے وہ ایک کمرے میں داخل ہوا تو بے اختیار چونک پڑا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا اور وہاں میز پر فون، انٹرکام کے ساتھ ساتھ لانگ رینج کا ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا۔ میز پر ایک فائل بھی پڑی ہوئی تھی۔ سوپر فیاض نے آگے بڑھ کر وہ فائل کھولی تو وہ یہ دیکھ کر

چونک پڑا کہ فائل میں مشینری کے چوری شدہ پرزے کی کارمن کی کسی پارٹی کو فروخت کرنے کے بارے میں تفصیل موجود تھی۔ سوپر فیاض نے فائل بند کی اور پھر اس آفس کی تلاشی لینی شروع کر دی اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک خفیہ سیف برآمد کر کے اسے کھول لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس میں فائلیں اور کرنسی موجود تھی۔ تمام کرنسی غیر ملکی تھی۔ سوپر فیاض نے فائلیں چیک کرنا شروع کر دیں اور پھر وہ یہ دیکھ کر اچھل پڑا کہ ان فائلوں میں سردار خان کے پورے گروپ کی تفصیلات، اس کے ہیڈ کوارٹر کی تفصیلات اور اس کے اسلحے کے بزنس کی مکمل تفصیلات موجود تھیں۔ یہ ایسا ثبوت تھا جو اس بڑے خان اور اس کے پورے گروپ کو پھانسی کے تختے تک پہنچا سکتا تھا۔ سوپر فیاض نے سیف سے تمام فائلیں اٹھائیں اور انہیں میز پر رکھ دیا اور پھر سیف میں موجود ایک تھیلا اٹھا کر اس نے سیف میں موجود تمام غیر ملکی کرنسی اس تھیلے میں ڈالی اور پھر سیف بند کر دیا۔ اس کرنسی کی مالیت اس کے خیال کے مطابق کروڑوں میں تھی۔ کرنسی والا تھیلا اٹھا کر وہ تیزی سے کمرے سے نکل کر بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ حفاظتی مشینری تباہ ہو چکی ہے اس لئے اب اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے چھوٹا گیٹ کھولا اور باہر آ کر اس نے گیٹ کو باہر سے بند کیا اور پھر تھیلا اٹھائے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس طرف کو بڑھتا چلا گیا جدھر اس کی کار موجود تھی۔ کالونی میں اسی طرح ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ چونکہ

یہاں کوٹھیاں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں اس لئے کسی نے اندر ہونے والی فائرنگ کی آوازیں نہ سنی تھیں۔ سوپر فیاض کے پاس کار کی چابیاں موجود نہیں تھیں کیونکہ اس کی جیبیں پہلے ہی خالی کر دی گئی تھیں لیکن جب اس نے کار کے عقبی دروازے چیک کئے تو ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ شاید جلدی میں اسے لاک کرنا بھول گیا تھا۔ بہرحال اس وقت اس کی یہی بھول اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئی۔ اس نے عقبی دروازہ کھولا اور پھر عقبی سیٹ اٹھا کر اس نے اس کے نیچے کرنسی والا تھیلا رکھ کر سیٹ کو دوبارہ ایڈجسٹ کر دیا۔ جب تک سیٹ کو اٹھایا نہ جاتا کرنسی والا تھیلا چیک نہ ہو سکتا تھا۔ سوپر فیاض نے کار کا دروازہ بند کیا اور ایک بار پھر تیزی سے کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسی آفس میں پہنچ گیا۔ اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف کافی دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"کون ہے"...... نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی اور سوپر فیاض آواز سے ہی پہچان گیا کہ یہ سر عبدالرحمن کی کوٹھی کا ملازم ہے۔

"میں سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہو۔ بڑے صاحب سے میری بات کراؤ ابھی اور اسی وقت انتہائی ضروری مسئلہ ہے"...... سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"مگر صاحب اس وقت تو بڑے صاحب گہری نیند سو رہے ہیں"۔ ملازم نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ میں کہہ رہا ہوں ان سے بات کراؤ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور فوری نوعیت کا ہے"...... سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"اچھا صاحب ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو"...... چند لمحوں بعد سر عبدالرحمن کی تیز آواز سنائی دی۔

"سر میں سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں کاشان سے۔ میرے ساتھی انسپکٹر راشد اور اس کے سیکشن کے چاروں آدمیوں کو مجرموں نے ہلاک کر دیا ہے لیکن میں نے مجرموں کے سرغنہ سردار خان کی کوٹھی میں اکیلے داخل ہو کر اپنی جان پر کھیل کر اور انتہائی جدوجہد کے بعد ان کے آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ سرغنہ جو بڑا خان کہلاتا ہے اس وقت اپنے مخصوص کمرے میں نیند کی گولیاں کھا کر سویا ہوا ہے۔ اس کے کمرے میں انتہائی سخت سائنسی حفاظتی اقدامات ہیں۔ میں نے اس پورے گروپ کے خلاف تمام ثبوت کی فائلیں بھی حاصل کر لی ہیں لیکن اس سرغنہ کو صبح ہونے سے پہلے گرفتار کرنا ضروری ہے ورنہ وہ اندر کمرے سے ہی اپنے گروپ کو کال کر کے نہ صرف نکل جائے گا بلکہ مجھے بھی ہلاک کر دے گا۔ میں نے اس لئے آپ کو اس وقت کال کی ہے کہ میں اکیلا ہونے کی وجہ سے اس وقت بڑی مشکل میں ہوں۔ آپ یہاں ملٹری کے انچارج کو کہہ کر اسے یہاں بھجوا دیں تاکہ اس سرغنے کو گرفتار کیا جا سکے اور اس کے

بعد اس پورے گروپ کا خاتمہ کیا جا سکے۔ سر یہ وہی گروپ ہے جس نے گراس ڈیم کی مشینری کا پرزہ چوری کروایا اور اس کے گیٹ تباہ کرائے تھے"...... سوپر فیاض نے بغیر سانس لئے پوری رفتار سے نان سٹاپ بولتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں سے فون کر رہے ہو"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"جناب اسی سرغنے کی رہائش گاہ ذیشان کالونی کوٹھی نمبر اٹھارہ سو ایک سے جناب"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"نمبر کیا ہے فون کا"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا تو سوپر فیاض نے فون پر موجود چٹ پر لکھا ہوا نمبر دوہرا دیا۔

"ٹھیک ہے تم وہیں رکو میں ملٹری کے انچارج کو اس کے دستے سمیت تمہارے پاس بھجواتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی مزید ہدایات دوں گا۔ پوری طرح محتاط رہنا میں تم جیسے بہادر، دلیر اور حوصلہ مند سپرنٹنڈنٹ کو ضائع نہیں کرنا چاہتا"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض کا سینہ بے اختیار مزید پھیل گیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ دوسری طرف سے چونکہ رابطہ ختم ہو گیا تھا اس لئے سوپر فیاض نے بھی رسیور رکھ دیا تھا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوپر فیاض نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سوپر فیاض نے احتیاطاً اپنا نام لئے بغیر کہا کیونکہ فون سردار خان کے کسی آدمی کا بھی ہو سکتا تھا۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے سر عبدالرحمن کی آواز سنائی دی۔

"یس سر۔ میں فیاض بول رہا ہوں"...... سوپر فیاض نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سوپر فیاض کاشان میں موجود ملٹری دستوں کا انچارج کرنل آفریدی اپنے سپاہیوں سمیت تمہارے پاس پہنچ رہا ہے۔ وہ کوٹھی کا انتظام سنبھال لے گا۔ میں خود ملٹری ہیلی کاپٹر پر وہاں پہنچ رہا ہوں۔ باقی تمام آپریشن میں اپنی نگرانی میں کراؤں گا"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"یس سر"...... سوپر فیاض نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہونے پر اس نے رسیور رکھا اور تیزی سے آفس سے نکل کر بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پھاٹک کھولا اور اندر اس انداز میں کھڑا ہو گیا کہ وہ تو باہر سے آنے والوں کو دیکھ سکے جبکہ باہر سے آنے والے اسے نہ دیکھ سکیں اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک فوجی جیپ خاموشی سے گیٹ کے باہر آکر رکی تو سوپر فیاض تیزی سے پھاٹک سے باہر آگیا۔ اسی لمحے جیپ سے ایک کرنل باہر نکلا۔

"میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہوں"۔ سوپر فیاض نے خود ہی آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ تو آپ ہیں وہ جنہوں نے اکیلے ہی خوفناک مجرموں کے اس اڈے پر قبضہ کیا ہے۔ ویری گڈ۔ میں آپ کی عظمت کو سلام

کرتا ہوں"...... کرنل نے انتہائی مرعوب لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر اس نے بڑے پرجوش انداز میں سوپر فیاض سے مصافحہ کیا۔

"ان ریمارکس کا بے حد شکریہ کرنل لیکن آپ کا نام"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"اوہ ہاں تعارف تو ہونا چاہئے۔ میرا نام کرنل آفریدی ہے مجھے ڈائریکٹر جنرل صاحب نے فون پر ساری تفصیل بتائی ہے"۔ کرنل آفریدی نے کہا۔

"او کے آئیے لیکن خیال رکھیں ہم نے ان مجرموں کے ہیڈ کوارٹر پر بھی قبضہ کرنا ہے اس لئے یہاں ایسی سرگرمی ظاہر نہیں ہونی چاہئے کہ جس سے وہ فرار ہو جائیں"...... سوپر فیاض نے باقاعدہ آفیسرانہ انداز میں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ ایسا ہی ہو گا سر"...... کرنل آفریدی نے جواب دیا اور پھر سوپر فیاض نے اسے اور اس کے سپاہیوں کو اندر لے جا کر سب کمرے دکھائے اور لاشیں بھی دکھائیں اور ساتھ ہی اپنی جدوجہد اور مقابلے کی ایسی کہانی سنائی کہ کرنل آفریدی اس طرح سوپر فیاض کو دیکھنے لگا جیسے کسی مافوق الفطرت آدمی کو دیکھا جاتا ہے۔

"اوہ اوہ جناب آپ نے تو ملٹری انٹیلی جنس کو بھی مات کر دیا۔ میں خود ملٹری انٹیلی جنس میں رہا ہوں لیکن آپ نے اکیلے جس انداز میں ان مجرموں کے خلاف جدوجہد کی ہے وہ تو انتہائی حیرت انگیز

ہے۔ آپ واقعی انتہائی شاندار صلاحیتوں کے مالک ہیں"....... کرنل آفریدی نے کہا اور پھر اس نے اپنے سپاہیوں کو ہدایات دینی شروع کر دیں اور انہوں نے تیزی سے پوری کوٹھی میں پوزیشن سنبھال لی۔

"ڈائریکٹر جنرل صاحب کے آنے میں کچھ دیر لگے گی اور میں ان کے آنے سے پہلے غسل کر کے لباس تبدیل کر لینا چاہتا ہوں اس لئے آپ یہاں ڈیوٹی سنبھالیں میں جا کر غسل کر کے لباس تبدیل کر کے ابھی پندرہ منٹ میں آجاؤں گا"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"آپ کہاں جائیں گے"....... کرنل آفریدی نے چونک کر پوچھا۔

"ایک کالونی میں، میں نے ایک خفیہ رہائش گاہ لی ہوئی ہے۔ میری کار باہر موجود ہے میں پندرہ بیس منٹ میں آجاؤں گا کیونکہ ڈائریکٹر جنرل صاحب کی آمد کے بعد کام انتہائی تیز رفتاری سے ہونا ہے اس لئے پھر سر کھجانے کا بھی وقت نہیں ملے گا"....... سوپر فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ بے فکر ہو کر جائیں ہم یہاں موجود ہیں"۔ کرنل آفریدی نے کہا تو سوپر فیاض تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں کروڑوں روپے کے غیر ملکی کرنسی نوٹ رقص کر رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ سر عبدالرحمن کے آنے سے پہلے انہیں محفوظ کر دے۔ اس کے ذہن کے مطابق یہ اس کی جدوجہد کا انعام تھا جو قدرت نے اسے دیا تھا۔

عمران اپنے بیڈ روم میں گہری نیند سو رہا تھا کہ باہر دروازے پر تیز دستک کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار ہڑبڑا کر جاگ پڑا۔ اس نے تیزی سے سائیڈ لیمپ جلایا۔

"بڑے صاحب کا فون ہے صاحب"....... لائٹ آن ہوتے ہی دروازے کے باہر سے سلیمان کی تیز آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار اچھل کر بستر سے نیچے اتر آیا۔ رات کے دو بجے تھے اس وقت سر عبدالرحمن کے فون کا مطلب تھا کہ اماں بی کے ساتھ کچھ ہو گیا ہے۔ یہ خیال آتے ہی عمران کے ذہن میں بے اختیار دھماکے سے ہونے لگ گئے۔ اس کا دل رک سا گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سلیمان نے فون کنکشن آن کر دیا ہو گا۔

"ہیلو میں عمران بول رہا ہوں"....... عمران نے تیز اور انتہائی

پریشان سے لہجے میں کہا۔

"عمران فوری طور پر تیار ہو کر سپیشل ملٹری ایئرپورٹ پہنچ جاؤ ابھی اور اسی وقت۔ میں وہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ فوراً پہنچو"۔ دوسری طرف سے سر عبدالرحمن کی آواز سنائی دی۔

"ملٹری ایئرپورٹ یا ملٹری ہسپتال وہ۔ وہ میرا مطلب ہے اماں بی تو ٹھیک ہیں ناں"...... عمران نے بری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ ٹھیک ہے۔ نانسنس۔ میں ملٹری ایئرپورٹ کہہ رہا ہوں جلدی پہنچو فوراً"...... دوسری طرف سے سر عبدالرحمن کی غصیلی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسے اماں بی کے ٹھیک ہونے کا سن کر ایسے اطمینان ہو گیا تھا جیسے کوئی سخت دھوپ میں طویل مسافت طے کرنے والا اچانک کسی گھنے باغ کی ٹھنڈی چھاؤں میں پہنچ گیا ہو۔

"صاحب جی کیا بات ہے۔ خیریت ہے"...... دروازے کے باہر سے سلیمان کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

"ہاں خیریت ہے۔ ڈیڈی نے سوتے سوتے کوئی خواب دیکھ لیا ہے کہ اس وقت رات کے دو بجے ملٹری ایئرپورٹ پہنچنے کا حکم صادر کر دیا ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر تو کوئی سرکاری کام ہو گا۔ میں تو گھبرا گیا تھا"۔ سلیمان نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران نے جلدی سے غسل کیا، لباس تبدیل کیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے ملٹری سپیشل ایئرپورٹ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی لیکن وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ آخر ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ سر عبدالرحمن نے اسے اس وقت وہاں بلایا ہے حالانکہ آج سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ چونکہ سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے عمران خاصی تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا آخرکار سپیشل ملٹری ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ پارکنگ میں سر عبدالرحمن کی ذاتی کار موجود تھی۔ اس نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

"سر آپ عمران صاحب ہیں"...... ایک فوجی کیپٹن نے آگے بڑھ کر عمران سے پوچھا۔

"رات کے اس وقت تو میں صاحب نہیں ہوں صرف عمران ہوں"۔ عمران نے کہا تو کیپٹن مسکرا دیا۔

"ڈائریکٹر جنرل صاحب ہیلی کاپٹر میں آپ کے شدت سے منتظر ہیں۔ آیئے"...... کیپٹن نے کہا تو عمران چونک پڑا۔ بہرحال وہ ہیلی پیڈ پر پہنچا تو وہاں ایک چھوٹا تیز رفتار ملٹری ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ اندر سر عبدالرحمن موجود تھے۔ عمران نے اندر داخل ہو کر سلام کیا اور پھر عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی پائلٹ نے ہیلی کاپٹر

سٹارٹ کیا اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔

"کیا پچھلی رات ہیلی کاپٹر کی سیر سے صحت اچھی ہوتی ہے ڈیڈی"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

"شٹ اپ۔ بکواس کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں اس لئے ساتھ لے جا رہا ہوں تاکہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور تم ویسے نکھٹو کے نکھٹو ہی رہے ہو۔ کاش تم میں بھی کام کرنے کی صلاحیتیں ہوتیں تو میں آج اس پر زیادہ فخر کرتا جس قدر سپرنٹنڈنٹ فیاض کے اس بے مثال کارنامے پر کر رہا ہوں"۔ سر عبدالرحمن نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور عمران کی آنکھیں سوپر فیاض کے بے مثال کارنامے کا سن کر اس طرح بے اختیار حلقوں میں گھومنے لگیں جیسے سرچ لائٹیں چاروں طرف مخصوص انداز میں گردش کرتی ہیں۔

"سوپر فیاض نے بے مثال کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کیا واقعی۔ کیا اس نے کسی بازار حسن پر چھاپہ مارا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ یو نانسنس۔ خاموش رہو۔ تمہیں بڑے چھوٹے کا لحاظ ہی ختم ہو گیا ہے۔ جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہو نانسنس"...... سر عبدالرحمن شاید عمران کے منہ سے بازار حسن کے الفاظ سن کر برافروختہ ہو گئے تھے۔

"اوہ۔ اوہ سوری ڈیڈی۔ وہ۔ وہ میں نے رات کی وجہ سے کہہ دیا تھا۔ آئی ایم رئیلی سوری"...... عمران نے جلدی سے معذرت کرتے

ہوئے کہا کیونکہ اسے بھی اب احساس ہو گیا تھا کہ اسے اپنے باپ کے سامنے اس قسم کے الفاظ نہیں بولنے چاہئیں تھے۔ یہ تو ڈیڈی تھے جو پھر بھی صرف غصے ہوتے تھے اگر یہی الفاظ اس نے اماں بی کے سامنے کہہ دیئے ہوتے تو اب اس کی کھوپڑی جوتیوں سے پلپلی ہو چکی ہوتی۔

"ہونہہ۔ نانسنس۔ جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہو۔ خاموش رہو"۔ سر عبدالرحمن نے اسی طرح غصیلے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ بس عمران کی معذرت سے اتنا فرق پڑا تھا کہ اب ان کی آواز آہستہ ہو گئی تھی اور عمران ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا لیکن اب اتنی بات بہرحال وہ سمجھ گیا تھا کہ سوپر فیاض نے کاشان میں مجرموں کے خلاف کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے کہ جس پر سر عبدالرحمن رات کے اس پہر ملٹری ہیلی کاپٹر پر وہاں جا رہے ہیں اور انہوں نے خلاف معمول عمران کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ اب اسے اس کارنامے کے بارے میں واقعی اشتیاق محسوس ہو رہا تھا لیکن ظاہر ہے اب اس کے بولنے کی گنجائش باقی نہ رہی تھی اس لئے وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا ورنہ اسے معلوم تھا کہ اب اگر اس نے کوئی بات کی تو سر عبدالرحمن گو اسے اٹھا کر ہیلی کاپٹر سے نیچے نہ پھینک سکے تو غصے کی انتہا پر وہ خود نیچے کود جانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

سوپر فیاض غسل کر کے اور لباس تبدیل کر کے اور اس غیر ملکی کرنسی کو کوٹھی کے ایک خفیہ سیف میں محفوظ کر کے واپس سردار خان کی رہائش گاہ پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے اور سوپر فیاض کو اندازہ تھا کہ اب سر عبدالرحمن پہنچنے ہی والے ہوں گے اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں آسمان پر ایک فوجی ہیلی کاپٹر نظر آیا تو کرنل آفریدی نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ایک مخصوص انداز کی ٹارچ نکالی اور اس کا رخ آسمان کی طرف کر کے اسے مخصوص انداز میں جلانا بجھانا شروع کر دیا تو ہیلی کاپٹر گھوم کر اس کوٹھی پر آکر چند لمحوں کے لئے معلق ہوا اور پھر آہستہ آہستہ نیچے آتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد وسیع و عریض لان کے درمیان میں آکر ٹک گیا۔ ہیلی کاپٹر رکتے ہی سر عبدالرحمن نیچے اترے تو کرنل آفریدی کے ساتھ ساتھ سوپر فیاض بھی آگے بڑھا ہی تھا کہ سر عبدالرحمن کے پیچھے عمران ہیلی

کاپٹر سے نیچے اترا تو عمران کو دیکھ کر سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"ویل ڈن سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ ویل ڈن۔ مجھے تم پر فخر ہے"۔ سر عبدالرحمن نے کرنل آفریدی کے سیلوٹ کا جواب دیتے ہوئے سوپر فیاض کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جس کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں اور پھر اس نے بھی بوکھلاہٹ میں سیلوٹ کر دیا۔

"میں اس احمق اور نکھٹو عمران کو اس لئے ساتھ لے آیا ہوں تاکہ اسے تمہارا کارنامہ دیکھ کر شاید شرم آجائے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اگر کسی کیس میں اس نے تمہاری مدد کر بھی دی ہو گی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس کے بغیر کوئی مشن ہی مکمل نہیں کر سکتے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سر یہ سب کچھ آپ جیسے قدر شناس آفیسر کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکتا ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔ اب وہ ذہنی طور پر پوری طرح سنبھل گیا تھا۔

"گڈ شو۔ بہرحال آؤ اور مجھے دکھاؤ کیا صورت حال ہے"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے سب کچھ دکھانے کے ساتھ ساتھ اپنی کہانی ذرا زیادہ تفصیل سے دوہرا دی جو اس سے پہلے وہ کرنل آفریدی کو بتا چکا تھا اور جیسے جیسے سر عبدالرحمن اس کی کہانی سنتے جا رہے تھے اور وہاں کے حالات دیکھتے جا رہے تھے ان کے چہرے پر سوپر فیاض کے لئے تحسین کے تاثرات ابھرتے چلے آرہے تھے۔

"گڈ۔ دیکھا عمران تم نے۔ اکیلے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے مجرموں کے اس خوفناک اڈے میں داخل ہو کر کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے"۔ سر عبدالرحمن نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا جو طنزیہ انداز میں مسکراتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ویسے یہاں کی صورت حال اور سوپر فیاض کی کہانی سننے کے بعد اس نے صحیح صورت حال کا اندازہ آسانی سے لگا لیا تھا۔

"واقعی ڈیڈی سوپر فیاض میں تو بڑی صلاحیتیں ہیں۔ آپ نے انہیں کیوں صرف سپرنٹنڈنٹ بنا رکھا ہے۔ میرا خیال ہے اسے تو ڈائریکٹر جنرل ہونا چاہئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی ہو جائے گا۔ جب میں ریٹائر ہو جاؤں گا تو ایسا ہی ہو گا"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"کہاں ہے اس سردار خان کا کمرہ"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض انہیں اس کمرے کے دروازے پر لے گیا جس پر ابھی تک سرخ بلب جل رہا تھا۔

"اور وہ ثبوت کہاں ہیں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"ادھر آفس میں جناب"...... سوپر فیاض نے کہا اور پھر وہ انہیں آفس میں لے آیا جہاں سیف موجود تھا اور فائلیں میز پر پڑی تھیں۔ اس نے سر عبدالرحمن کو فائلیں اٹھا اٹھا کر دکھانا شروع کر دیں جبکہ عمران آگے بڑھا اور اس نے زمین پر پڑا ہوا ایک کرنسی نوٹ اٹھایا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے سیف کھول کر اس کے خالی کونے میں پڑا

ہوا ایک نوٹ اٹھایا اور سوپر فیاض کی طرف دیکھا تو سوپر فیاض جو چور نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا، نے نظریں پھیر لیں اور عمران نے مسکراتے ہوئے دونوں نوٹ اپنی جیب میں ڈال لئے۔ سیف کے خالی خانے کو دیکھ کر اور وہاں سے ایک نوٹ اٹھا کر وہ سمجھ گیا تھا کہ اس خانے میں نوٹ بھرے ہوئے تھے جو سوپر فیاض نے پہلے ہی پار کر لئے ہیں لیکن ظاہر ہے عمران سر عبدالرحمن کے سامنے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔

"ہونہہ۔ یہ واقعی ثبوت ہیں یہ لوگ قومی مجرم ہیں۔ چلو اس سرغنے کو تو پہلے گرفتار کر لیا جائے پھر ان کے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ ہو گا"...... سر عبدالرحمن نے فائلیں دیکھ کر مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ سب اس کمرے کے سامنے پہنچ گئے جس پر سرخ بلب جل رہا تھا۔

"کرنل آفریدی کیا آپ میری ہدایات کے مطابق اس کمرے کے سائنسی آلات کو زیرو کرنے والی مشینری لے آئے ہیں یا نہیں"۔ سر عبدالرحمن نے کرنل آفریدی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"یس سر"...... کرنل آفریدی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس کمرے کو اس طرح اوپن کیا جائے کہ اندر موجود آدمی کو آخری لمحے تک اس کا احساس نہ ہو سکے کیونکہ جو کچھ فائلوں میں موجود ہے ان سب کو کور کرنے کے لئے اس آدمی کا زندہ ہاتھ آنا ملک و قوم کے لئے انتہائی ضروری ہے"...... سر

عبدالرحمن نے کہا۔

"یس سر ایسا ہی ہو گا سر"...... کرنل آفریدی نے جواب دیا۔

"اوکے اسے اوپن کریں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"میں مشینری اور اس کے آپریٹر کو لے آتا ہوں سر"...... کرنل آفریدی نے جواب دیا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ عمران خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔

"کرنل صاحب ایک منٹ"...... عمران نے دوسری راہداری میں پہنچتے ہی کہا تو کرنل آفریدی بے اختیار ٹھٹھک کر رک گیا۔

"یس سر"...... کرنل آفریدی نے جواب دیا۔

"یہ کس قسم کی مشینری ہے جو آپ لے آئے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"سر اس کا سائنسی نام تو بے حد مشکل سا ہے اور فوجی اپنی سہولت کے لئے اسے بلیک کراس کہتے ہیں۔ اس سے ایسی ریز نکلتی ہیں جو مخصوص رینج میں ہر قسم کی مشینری کو جام کر دیتی ہیں"۔ کرنل آفریدی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ لے آئیں مجھے بھی کچھ نہ کچھ اس کا تجربہ ہے۔ میں بھی دیکھ لوں گا"...... عمران نے کہا اور کرنل آفریدی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں ہی آگے بڑھنے لگے۔

"کرنل صاحب سپرنٹنڈنٹ فیاض کے جسم پر جو لباس ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کسی قسم کی کوئی جدوجہد نہیں

کی جبکہ یہاں کے حالات دیکھ کر لگتا ہے کہ اس نے یہاں بے پناہ جدوجہد کی ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ دراصل بڑے صاحب کے آنے سے پہلے سپرنٹنڈنٹ صاحب اپنی رہائش گاہ پر جا کر غسل کر کے اور لباس تبدیل کر کے آئے ہیں۔ وہ خصوصی طور پر گئے تھے وہاں"...... کرنل نے جواب دیا۔

"کیا جاتے وقت وہ خالی ہاتھ تھے یا کوئی لفافہ وغیرہ بھی ان کے ہاتھ میں تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ خالی ہاتھ تھے۔ ان کی کار یہاں سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ ان کے جانے کے بعد کوٹھی کے باہر موجود میرے سپاہی نے مجھے بتایا تھا کہ ان کے پاس کار کی چابی نہیں تھی۔ انہوں نے اگنیشن کی تار توڑ کر کار سٹارٹ کی تھی"...... کرنل نے جواب دیا۔

"کہاں ہے ان کی رہائش گاہ"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم سر۔ نہ انہوں نے بتایا اور نہ میں نے پوچھا"۔ کرنل آفریدی نے جواب دیا۔

"ان کی واپسی بھی اسی گاڑی میں ہوئی تھی۔ کہاں ہے ان کی گاڑی"۔ عمران نے پوچھا۔

"جی وہ پورچ میں کھڑی ہے نیلے رنگ کی سیڈان ہے"۔ کرنل نے جواب دیا تو عمران سر ہلاتا ہوا پورچ کی طرف مڑ گیا۔ وہاں واقعی نیلے رنگ کی سیڈان موجود تھی۔ عمران نے ایک نظر اندر ڈالی اور پھر

اس کے عقب میں اس کی نمبر پلیٹ دیکھی تو وہ چونک پڑا۔ نمبر پلیٹ کے نیچے اس کمپنی کا نام موجود تھا جس سے گاڑی کرائے پر لی گئی تھی۔ عمران تیزی سے مڑا اور پھر وہ ایک قریبی خالی کمرے میں داخل ہوا۔ اس میں فون کی لائن موجود تھی۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

" میں کاریں کرائے پر دینے والی کمپنی کا نام بتاتا ہوں اس کا فون نمبر چاہیے "...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نمبر پلیٹ پر موجود کمپنی کا نام بتا دیا تو دوسری طرف سے فون نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا۔ اس وقت چونکہ پچھلی رات کا وقت تھا اس لئے ظاہر ہے دفتر تو کھلا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے عمران نے سوچا کہ صبح کو اس سلسلے میں وہ انکوائری کرے گا کیونکہ خالی سیف اور اس کے کونے میں موجود ایک نوٹ ملنے پر اسے سو فیصد یقین تھا کہ سوپر فیاض نے اسے خالی کیا ہے اور لباس تبدیل کرنے کے بہانے وہ یقیناً اس رقم کو اس رہائش گاہ پر رکھ آیا ہو گا۔ اسے معلوم تھا کہ اب جب تک سر عبدالرحمن واپس نہ جائیں گے اس وقت تک سوپر فیاض کو ان کے ساتھ مصروف رہنا ہو گا اس لئے اس نے سوچا تھا کہ وہ اس دوران اس رقم پر قبضہ جما کر سوپر فیاض کو تنگ کرے گا اور اس کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے

میں کاریں کرائے پر دینے والی کمپنی سے ہی معلوم ہو سکتا تھا کیونکہ لامحالہ کار اسی رہائش گاہ پر ہی پہنچائی گئی ہو گی۔ چنانچہ رسیور رکھ کر وہ واپس پلٹا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سر عبدالرحمن اور سوپر فیاض موجود تھے۔ کرنل آفریدی کے ساتھ دو نوجوان اور ایک مشین بھی موجود تھی جسے آپریٹ کرنے کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ مشین دیکھ کر عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ یہ واقعی جدید ترین مشین تھی اور اس سے واقعی کمرے کا سائنسی حفاظتی نظام زیرو ہو جاتا تھا اور پھر وہی ہوا مشین آپریٹ ہوتے ہی دروازے کے باہر جلتا ہوا سرخ رنگ کا بلب بجھ گیا اور ایک فوجی نے جیب سے ماسٹر کی نکالی اور آگے بڑھ کر اس نے دروازے کے مخصوص لاک میں ماسٹر کی ڈال کر چند لمحوں میں دروازہ کھول دیا اور سر عبدالرحمن اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے سپرنٹنڈنٹ فیاض پھر کرنل آفریدی اور اس کے بعد عمران اور فوجی اندر داخل ہوئے۔ یہ انتہائی شاندار انداز میں سجا ہوا بیڈ روم تھا۔ بیڈ پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی سو رہا تھا۔ اس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ کسی دوا کے تحت گہری نیند سو رہا ہے البتہ بیڈ کی سائیڈ پر ایک بورڈ موجود تھا جس پر مختلف رنگوں کے بے شمار بٹن موجود تھے۔

" پہلے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالو اور پھر اسے ہوش میں لے آؤ"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو ایک فوجی نے ان کے حکم کی فوری تعمیل کر دی۔

" ڈیڈی اب یہاں میرا تو کوئی کام نہیں ہے۔ کیا مجھے اجازت ہے میں ہیلی کاپٹر پر واپس چلا جاؤں "...... اچانک عمران نے کہا۔

" نہیں۔ تم غیر سرکاری آدمی ہو اس لئے سرکاری ہیلی کاپٹر تمہیں چھوڑنے نہیں جا سکتا البتہ تم اگر بس وغیرہ پر جانا چاہو تو جا سکتے ہو "۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

" اس وقت تو کوئی بس بھی نہیں ملے گی۔ آپ سوپر فیاض سے مجھے اس کی رہائش گاہ کی چابی دلوا دیں تاکہ میں باقی وقت وہاں آرام کر لوں پھر صبح میں بس سے واپس چلا جاؤں گا "...... عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" رہائش گاہ "...... سر عبدالرحمن نے چونک کر حیرت بھرے انداز میں سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" جی ہاں جہاں آپ کے استقبال کے لئے سوپر فیاض نے لباس تبدیل کیا ہے۔ آپ نے تو اب ظاہر ہے اس گروپ کو گرفتار کرانا ہے اور ان کے ہیڈ کوارٹر وغیرہ کو کور کرانا ہے اور سوپر فیاض کا کارنامہ میں نے دیکھ لیا ہے اس لئے اب مجھے اجازت دیں "۔ عمران نے کہا۔

" کیا تمہاری علیحدہ یہاں کوئی رہائش گاہ ہے "۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

" یس سر۔ انسپکٹر راشد اور اس کے آدمیوں کے ساتھ ہم وہیں رہتے رہے ہیں "...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔

" اوہ ہاں انسپکٹر راشد اور اس کے آدمیوں کی لاشیں کہاں ہیں "۔ سر عبدالرحمن نے چونک کر کہا۔

" وہ شاید پولیس کی تحویل میں ہوں گی جناب میں تو یہاں مصروف رہا اس لئے میں معلوم نہ کر سکا "...... سوپر فیاض نے کہا۔

" اوہ انہیں فوری تحویل میں لینا ہے۔ ٹھیک ہے تم چابی عمران کو دے دو۔ اب اس کا یہاں کوئی کام نہیں ہے "۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

" میں اسے چھوڑ آتا ہوں جناب "...... سوپر فیاض نے جیب سے چابی نکالتے ہوئے مرے مرے لہجے میں کہا۔

" نہیں یہ بچہ نہیں ہے کہ اسے تم چھوڑ آؤ گے۔ دو اسے چابی یہ خود چلا جائے گا "...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے انتہائی ڈھیلے ہاتھوں سے چابی عمران کے ہاتھ میں پکڑا دی اور ساتھ ہی کوٹھی کا نمبر اور کالونی کا نام بھی بتا دیا۔

" ڈیڈی سوپر فیاض نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اسے سرکاری سطح پر ایوارڈ ملنا چاہئے "...... عمران نے چابی لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

" تمہاری سفارش کی ضرورت نہیں ہے سمجھے۔ یہ ہمارے محکمے کا کام ہے تم جا سکتے ہو "...... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔

" ویل ڈن سوپر فیاض۔ کوشش کرنا کہ نقد انعام بھی مل جائے

چاہے فارن کرنسی میں کیوں نہ ملے۔ چلو دوستوں کے کام آجائے گا۔ خدا حافظ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا لیکن سوپر فیاض کے بھنچے ہوئے ہونٹ اور قہر آلود نظریں مڑنے سے پہلے وہ دیکھ ہی چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت سوپر فیاض کی کیا حالت ہو رہی ہو گی لیکن سر عبدالرحمن کی وجہ سے وہ مجبور تھا۔ عمران نے خاص طور پر فارن کرنسی اور دوستوں کے کام آنے کا اشارہ کر دیا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ اس وقت سوپر فیاض کا ذہن دھماکوں کی زد میں ہو گا۔

عمران فلیٹ میں موجود تھا۔ اس نے ناشتہ کر کے اخبارات اٹھائے ہی تھے کہ بے اختیار اچھل پڑا۔ اخبار کی شہ سرخیاں کاشان میں اسلحے کے بہت بڑے سمگلر سردار خان اس کے گروپ اور اس کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تھیں۔ اخبار کا آدھے سے زیادہ صفحہ تفصیلات سے بھرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑا خصوصی کالم سپرنٹنڈنٹ فیاض کے کارنامے اور اس کی تعریفوں سے پر تھا۔ سوپر فیاض کی مسکراتی ہوئی رنگین تصویر بھی لگی ہوئی تھی۔

"واہ اسے کہتے ہیں کارنامہ"...... عمران نے مزے لینے کے انداز میں اونچی آواز میں کہا۔

"کیا ہوا صاحب۔ کیا ناشتہ زیادہ پسند آگیا ہے"...... دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"اگر تمہارے اس سڑے ہوئے ناشتے کو کارنامہ کہا جا سکتا ہے تو

"پھر یہ واقعی کارنامہ ہے میں تو سوپر فیاض کے کارنامے کی بات کر رہا ہوں"..... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"سوپر فیاض تو مجسم کارنامہ ہیں ان کے بارے میں کیوں آپ اپنی توانائی ضائع کر رہے ہیں"..... سلیمان نے خالی ٹرالی کمرے میں لے آتے ہوئے کہا تاکہ ناشتے کے برتن واپس لے جاسکے۔

"ارے یہ دیکھو اخبار بھرے پڑے ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ ڈیڈی نے مجھے پچھلی رات کیوں بلایا تھا۔ یہی سوپر فیاض کا کارنامہ دکھانے کے لئے"..... عمران نے اخبار سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بتایا تو تھا لیکن آج کا اخبار پڑھ کر میں تو سمجھا تھا کہ شاید بڑے صاحب نے آپ کو اس لئے بلایا ہو گا کہ آپ کے صحافی دوست ہیں اس لئے خبریں ذرا فلیش لگوا دیں گے"۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا یہ کام دن کو نہ ہو سکتا تھا جو اس طرح رات کو وہ بلاتے"۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اخبارات پچھلی رات کو ہی چھپتے ہیں جناب"..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ٹرالی واپس دھکیلتا ہوا مڑ گیا۔ عمران کو واپس آئے آج دوسرا روز تھا۔ ابھی سلیمان راہداری میں پہنچا ہو گا کہ کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کال بیل مسلسل بجنے لگی۔

"ارے ارے کال بیل جل جائے گی۔ نجانے کیسے کیسے احمق یہاں آجاتے ہیں"..... سلیمان نے ٹرالی چھوڑ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو کال بیل بجنی بند ہو گئی۔

"کون ہے"..... سلیمان نے دروازے کے قریب جا کر بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دروازہ کھولو"..... دوسری طرف سے سوپر فیاض کی اس سے بھی اونچی آواز سنائی دی۔

"اوہ جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب"..... سلیمان نے اس بار مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران اس کے اس بدلے ہوئے لہجے کو سن کر بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ سلیمان کا فوری طور پر تبدیل ہو جانے والا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ اب سوپر فیاض سے اس کے کارنامے کی تعریفیں کر کے کچھ اینٹھ لینے کا سوچ رہا ہے۔

"مبارک ہو جناب۔ مبارک ہو۔ آج تو اخبارات آپ کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔ صاحب بھی اخباریں پڑھ پڑھ کر خوشی سے چھلانگیں لگا رہے ہیں"..... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"شکریہ"..... سوپر فیاض کی بھی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد سوپر فیاض کمرے میں داخل ہوا تو عمران بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہیرو اعظم جناب سوپر فیاض کی خدمت میں بندہ ناچیز و حقیر سلام و مبارکباد پیش کرتا ہے"..... عمران نے کھڑے ہو کر

بھانڈوں کے سے انداز میں کہا۔

"وہ رقم نکالو جو تم کاشان سے لے اڑے ہو"...... سوپر فیاض نے اس کی بات کا نوٹس لینے کی بجائے غصیلے لہجے میں کہا۔

"رقم کون سی رقم"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ کروڑوں کی غیر ملکی کرنسی۔ سنو عمران تمہیں یہ ہر صورت میں دینی ہو گی سمجھے"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کہاں تھی یہ رقم"...... عمران نے بھی لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے کہا۔

"کاشان میں میری رہائش گاہ پر"...... سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کہاں سے آئی تھی یہ رقم"...... عمران نے باقاعدہ فلمی مکالمہ بولنے کے انداز میں کہا۔

"بکواس مت کرو تم۔ نکالو رقم"...... سوپر فیاض نے پہلے سے زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"سنو سوپر فیاض یہ رقم وہاں موجود ہونے کی وجہ سے سرکاری بن چکی تھی اور تم نے خاموشی سے یہ رقم پار کر کے ایسا جرم کیا ہے کہ جس کے نتیجے میں تمہاری باقی عمر جیل میں گزر سکتی ہے سمجھے"...... عمران نے یکلخت انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ سرکاری رقم نہیں تھی۔ بس تم رقم نکالو۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا"...... سوپر فیاض

نے اس بار پہلے سے قدرے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"اوکے اگر تم بضد ہو تو پھر ڈیڈی کو جواب تمہیں دینا ہو گا۔ سمجھے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"وہ۔ وہ سنو۔ کیا مطلب۔ تمہارے ڈیڈی کا اس سے کیا تعلق ہے"...... سوپر فیاض نے بری طرح گھبرائے ہوئے کہا۔

"کیوں تعلق نہیں ہے۔ یہ رقم مجرم کی تحویل میں تھی اور تم نے اپنے افسر کے پہنچنے سے پہلے ہی رقم نکال کر اپنی رہائش گاہ پر چھپا لی۔ بولو یہ جرم نہیں ہے۔ بتاؤ کیا تم نے ڈیڈی کو اس کی تفصیل بتائی ہے۔ بولو جواب دو"...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"تم۔ تم اکیلے یہ رقم ہضم نہیں کر سکتے۔ ٹھیک ہے میں ابھی جا کر بڑے صاحب کو بتا دیتا ہوں کہ میں نے یہ رقم سرکاری مال خانے میں جمع کرانے کے لئے رکھی تھی لیکن تم لے اڑے ہو پھر دیکھنا اپنا حشر"...... سوپر فیاض نے پینترا بدلتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جا کر بتا دو۔ ابھی تو میں نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ یہ رقم کہاں سے برآمد ہوئی ہے۔ اب بتا دوں گا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ کیا تم نے رقم انہیں دے دی ہے۔ اوہ اوہ کیا واقعی"...... سوپر فیاض نے اچھلتے ہوئے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو کھل کر بات کرو"...... عمران نے کہا۔

"تو سنو۔ سنو۔ میری بات سنو۔ حکومت کو اس رقم سے کچھ فائدہ

نہیں ہو گا۔ تم ایسا کرو چلو ایک دو نوٹ رکھ لو باقی مجھے دے دو"۔ سوپر فیاض نے آخر کار ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تمہارا مطلب ہے تمہارے ساتھ میں بھی جیل میں باقی عمر گزار دوں۔ سوری سوپر فیاض دوستی اپنی جگہ لیکن میں جیل میں نہیں سڑنا چاہتا"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو گا تو"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"کیوں نہیں معلوم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ وہ تو ٹھیک ہے میں تو دنیا کی بات کر رہا تھا تو چلو آدھی رکھ لو پلیز"...... فیاض اب منتوں پر اتر آیا تھا۔

"دیکھو فیاض دو ٹوک جواب دو اگر تم چاہو تو میں یہ ساری رقم تمہیں دے سکتا ہوں لیکن اس کا حساب بھی ڈیڈی کو تمہیں دینا ہو گا اور اس کا خمیازہ بھی تمہیں بھگتنا ہو گا۔ دوسری صورت میں اس رقم کو خاموشی سے کسی خیراتی ہسپتال کو پہنچا دیا جائے"...... عمران نے کہا۔

"تم بے ایمان ہو۔ کمینے ہو۔ تم خود ساری رقم ہضم کر جاؤ گے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"...... سوپر فیاض نے یکلخت غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"سلیمان وہ رقم کا تھیلا تم نے پہنچا دیا تھا یا نہیں"...... عمران

نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں پہنچا دیا تھا"...... سلیمان نے مختصر سا جواب دیا۔

"کسے دیا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"بڑے صاحب کو۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ جا کر کوٹھی بڑے صاحب کو دے آؤں"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"پھر کیا کہا تھا انہوں نے"...... عمران نے پوچھا۔

"انہوں نے کہا ٹھیک ہے مجھے عمران نے تفصیل بتا دی ہے"۔ سلیمان نے جواب دیا اور چائے اور سنیکس کی پلیٹیں میز پر رکھ کر وہ واپس چلا گیا۔ سوپر فیاض کا رنگ ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا تھا۔

"اوہ تم نے یہ کیا کر دیا۔ میں تو خود انہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کہیں کوئی فوجی سپاہی اسے نہ لے اڑے اس لئے میں نے اسے علیحدہ رکھ دیا تھا۔ مگر۔ مگر تم نے کیا کہا تھا"...... سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"دیکھو سوپر فیاض میں تمہارے ساتھ کسی گناہ میں شریک نہیں ہو سکتا اس لئے میں نے کل شام کو وہ تھیلا ڈیڈی کو بھجوا دیا تھا اور میں نے ڈیڈی کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ یہ تھیلا تمہاری رہائش گاہ کے ایک خفیہ سیف میں پڑا ہوا ملا ہے۔ ظاہر ہے میں اب باپ کے سامنے جھوٹ تو نہیں بول سکتا تھا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض کی حالت انتہائی دگرگوں ہو گئی۔

"اوہ۔ اوہ ویری بیڈ۔ یہ تم نے کیا کر دیا۔ وہ تو واقعی مجھے گولی مار

دیں گے۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا تم نے۔ اوہ اوہ"...... سوپر فیاض نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ شاید اس خفیہ سیف میں اس کوٹھی کو کرائے پر لینے والے کسی مجرم گروپ نے رکھا ہو گا پھر وہ اسے نکال نہ سکے ہوں گے اس لئے اسے سرکاری خزانے میں جمع کرا دیا جائے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کے چہرے کا رنگ تیزی سے بحال ہونے لگ گیا تھا۔

"خاصی بڑی رقم تھی لیکن ٹھیک ہے تم نے بہرحال جو کچھ کیا بہتر کیا اور اب کیا کیا جا سکتا ہے"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کہو تو ڈیڈی کو اصل بات بتا دوں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ نہیں پلیز۔ تم میرے دوست ہو، میرے بھائی ہو، میرے ہمدرد ہو۔ پلیز"...... سوپر فیاض نے بے اختیار منت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ سر عبدالرحمن ان معاملات میں کسی بھی رعایت کے قطعاً قائل ہی نہ تھے۔

"چلو پھر چائے پیو اور بھول جاؤ اس رقم کو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چائے کی پیالی اٹھا لی۔

"تمہیں مٹھائی سمیت آنا چاہئے تھا۔ تم نے بہرحال بہت بڑا

کارنامہ سرانجام دیا ہے"...... عمران نے کہا لیکن سوپر فیاض نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کروڑوں کی رقم اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

"ڈیڈی نے تم سے پوچھا نہیں کہ گراس ڈیم کی مشینری کا وہ پرزہ کہاں ہے جس کی اصل اہمیت ہے جس کے بغیر گراس ڈیم نہیں بن سکے گا"...... عمران نے کہا۔

"میں نے وہ فائل انہیں دے دی تھی جس میں تفصیل درج ہے کہ انہوں نے یہ پرزہ فروخت کر دیا ہے اور سردار خان نے بھی بتا دیا ہے کہ اس نے اسے فروخت کر دیا ہے"...... سوپر فیاض نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"اگر وہ پرزہ میں تمہیں دے دوں تب"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی"...... سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے عمران کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"ہاں فور سٹارز نے یہ کام کیا ہے۔ کارمن کا معروف سیکرٹ ایجنٹ گوستان یہ پرزہ لینے یہاں آیا تھا وہ پکڑا جانے لگا تو اس نے ایئرپورٹ پر فور سٹارز پر فائر کھول دیا جس سے دو سٹار شدید زخمی ہو گئے لیکن گوستان اور اس کے ساتھی مارے گئے"...... عمران نے کہا لیکن عمران کی بات سن کر فیاض کا چہرہ بجھ گیا۔

"اوہ پھر تو یہ بات میرے کریڈٹ میں نہیں جا سکتی۔ اس کا علم تو سرکاری سطح پر ہو گیا ہو گا"...... فیاض نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن پرزہ پھر بھی نہیں ملا"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"لیکن تم تو کہہ رہے ہو کہ مل گیا ہے"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں لیکن فور سٹارز نے بڑے پیچیدہ انداز میں انکوائری کر کے یہاں کے ایک بینک لاکر سے وہ پرزہ برآمد کر لیا ہے اور اصل چیز تو وہی پرزہ ہے جس کے بغیر گراس ڈیم نہیں بن سکتا تھا اور گراس ڈیم نہ بنا تو پہلے والا بڑا ڈیم ختم ہو جائے گا اور اس سے پاکیشیا کا وسیع علاقہ پانی نہ ملنے سے بنجر ہو جائے گا۔ اصل کارنامہ تو اس پرزے کی برآمدگی ہے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کہاں ہے وہ پرزہ۔ مجھے دو۔ پلیز عمران یہ واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے"...... سوپر فیاض نے فوراً ہی چہکتے ہوئے کہا۔

"اس پر فور سٹارز نے بے حد اخراجات کئے ہیں اس لئے یہ پرزہ مفت نہیں مل سکتا اور جہاں تک میرا خیال ہے جو رقم تم نے سیف سے حاصل کی تھی وہ اس پرزے کے عوض ہی حاصل کی گئی تھی"۔ عمران نے کہا۔

"وہ تو تم نے بڑے صاحب کو دے دی۔ ورنہ وہ میں تمہیں دے دیتا"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وہ تو بہرحال سرکاری رقم تھی۔ تم اپنی بات کرو اور ہاں یا نہ میں جواب دو ورنہ وہ پرزہ حکومت کو پہنچا دیا جائے گا"...... عمران نے سودے بازی کے انداز میں کہا۔

"لیکن میرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ تم یقین کرو بالکل نہیں ہے۔ میں نے سب خیرات کر دی ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"انٹرنیشنل بینک میں دو ماہ پہلے تم نے سپیشل اکاؤنٹ کھلوایا ہے خفیہ کمپیوٹرائزڈ اکاؤنٹ اور گذشتہ ہفتے تک اس اکاؤنٹ میں بڑی بھاری رقم موجود تھی اور اگر تم کہو تو ڈیڈی کو اس کا کوڈ نمبر بھجوا دوں"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا۔ یہ آخر تمہیں کیسے یہ سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے"...... سوپر فیاض نے حیرت کی شدت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"سلیمان کا اکاؤنٹ بھی وہیں ہے اور مجھے خفیہ طور پر اسے چیک کرنا پڑتا ہے پھر اس چیکنگ میں تمہارا اکاؤنٹ بھی سامنے آ گیا"۔ عمران نے سرگوشیانہ اور رازدارانہ انداز میں آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"سلیمان کا اکاؤنٹ اور وہاں۔ کیوں مذاق کر رہے ہو۔ وہاں تو پچاس لاکھ سے کم رقم کا اکاؤنٹ ہی نہیں کھل سکتا"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو تم نے سلیمان کو غریب سمجھ رکھا ہے۔ پتہ ہے وہ اماں بی اور ڈیڈی دونوں کا لاڈلا ہے اور دونوں کے نقطہ نظر سے وہ انتہائی شریف، باکردار اور کام کرنے والا ہے اس لئے دونوں نے اسے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ بات ہے لیکن پھر تم کیوں چیکنگ کرتے ہو"۔ سوپر فیاض نے پوچھا۔

"میں نے بھی تو بہرحال گزارا کرنا ہوتا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب بولو کیا خیال ہے"...... عمران نے کہا۔

"وہ۔ وہ اکاؤنٹ میں تم یقین کرو بھاری رقم نہیں بس یہی لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے ہوں گے"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"حالانکہ ابھی تم نے خود کہا ہے کہ پچاس لاکھ سے کم میں اکاؤنٹ ہی نہیں کھلتا۔ بہرحال تمہاری مرضی میں ڈیڈی کو کوڈ بھجوا دوں گا پھر خود ہی جو کچھ ہوگا سامنے آجائے گا"...... عمران نے کہا۔

"تم۔ تم بلیک میلر ہو۔ پکے بلیک میلر۔ سمجھے۔ ٹھیک ہے میں چار لاکھ روپے دوں گا اور بس اس سے زیادہ نہ مانگنا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"اوکے نکالو چار لاکھ"...... عمران نے کہا۔

"اس وقت تو میرے پاس نہیں ہیں"...... سوپر فیاض نے کہا

"تو پھر جب تمہارے پاس ہوں آجانا۔ بشرطیکہ اس وقت تک

پرزہ حکومت تک نہ پہنچ جائے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض نے ایک جھٹکے سے بٹوا نکالا اور اس میں سے ایک چیک بک نکالی۔ ایک چیک علیحدہ کیا اور اسے پر کر کے اور اس پر دستخط کر کے اس نے عمران کے سامنے پھینک دیا۔

"یہ لو پی لو میرا خون۔ نکالو کہاں ہے پرزہ"...... سوپر فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔

"سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب"...... عمران نے چیک اٹھا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی صاحب"...... کسی جن کی طرح پلک جھپکنے میں سلیمان دروازے پر نمودار ہو گیا تھا۔

"یہ لو چار لاکھ روپے کا چیک۔ سوپر فیاض نے اپنے کارنامے کی خوشی میں مٹھائی کھانے کے لئے دیا ہے"...... عمران نے چیک سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اوہ یہ تو واقعی فیاض ہیں۔ ویری گڈ۔ شکریہ"۔ سلیمان نے چیک لے کر کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"پرزہ کہاں ہے۔ وہ نکالو"۔ سوپر فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوری سوپر فیاض۔ وہ پرزہ تو سر سلطان کی مدد سے حاصل کیا گیا تھا اس لئے وہ تو پہلے ہی حکومت کے پاس پہنچ چکا ہے۔ تم نے چونکہ مٹھائی نہیں کھلائی تھی اس لئے تم سے مٹھائی کے پیسے لینے کے لئے مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا ہے"...... عمران نے جواب دیا تو سوپر

فیاض کا چہرہ غصے کی شدت سے پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا۔

"چار لاکھ کی مٹھائی۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔ واپس کرو میرا چیک"...... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا۔

"سلیمان سے لے سکتے ہو تو لے لو۔ میں تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اماں بی اور ڈیڈی دونوں نے اسے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے اس لئے جب وہ روتا ہوا گیا اور اس نے ڈیڈی کو بتایا کہ تم نے مٹھائی کے چار لاکھ روپے دیئے تھے پھر واپس لے لئے تو پھر تم جانو اور ڈیڈی۔ بہرحال اتنی بات تو ڈیڈی بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جو آدمی چار لاکھ روپے مٹھائی کے لئے دے سکتا ہے اس کے پاس کتنی رقم ہو گی"۔ عمران نے کہا۔

"میں بینک والوں کو کہہ دوں گا کہ وہ چیک کیش ہی نہ کریں گے"۔ سوپر فیاض نے اچانک ایک خیال کے تحت کہا۔

"پھر چیک ڈیڈی کے پاس پہنچے گا"...... عمران نے جواب دیا تو سوپر فیاض نے بے اختیار دونوں ہاتھوں میں سر پکڑ لیا۔

"تم کمینے ہو، بدمعاش ہو، بلیک میلر ہو، تم لٹیرے ہو، ڈاکو ہو"۔ سوپر فیاض کے منہ سے مسلسل الفاظ نکلنے لگے۔

"جو کچھ بھی ہوں بہرحال تمہارا دوست ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری دوستی پر۔ تم دوست نہیں ہو دشمن ہو۔ کمینے دشمن"۔ سوپر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوکے پھر تو تمہیں وہ آدمی بھی نہ چاہئے ہو گا جس نے پرزے کے سودے میں مین کردار ادا کیا تھا اور جو دارالحکومت میں سردار خان اور اس کے گروپ کا انچارج ہے۔ یہاں بھی ان کا پورا گروپ کام کر رہا ہے۔ ٹھیک ہے میں کسی انسپکٹر سے بات کر لوں گا۔ یہ سوچ لو کہ دارالحکومت میں ان کے اڈے اور ان کا گروپ کا شان سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ تمہارے کارنامے کو اخبار میں آدھا صفحہ ملا ہے تو اس انسپکٹر کے کارنامے کے لئے پورا صفحہ مخصوص ہو جائے گا"۔ عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی"...... سوپر فیاض نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں اس وقت یہ سب کچھ فور سٹارز کی تحویل میں ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے انہیں روک رکھا ہے کہ سوپر فیاض کو کریڈٹ جانا چاہئے لیکن تم تو بہرحال میرے دوست نہیں ہو"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ نہیں۔ نہیں۔ تم واقعی میرے دوست ہو۔ مخلص دوست، بہت اچھے دوست، اصل دوست۔ پلیز"۔ سوپر فیاض نے کہا

"نہیں۔ تم نے تو دوستی پر لعنت بھیج دی ہے پھر میں کمینہ ہوں، بدمعاش ہوں، بلیک میلر ہوں، لٹیرا ہوں، ڈاکو ہوں"۔ عمران نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ تو میں اپنے آپ کو کہہ رہا تھا۔ تمہیں تو نہیں کہہ رہا

تھا۔ سوپر فیاض نے کہا تو عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"اوکے پھر بولو کیا دے رہے ہو"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ پھر وہی بلیک میلنگ ابھی جو چار لاکھ روپے لئے ہیں وہ"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ۔ وہ تو مٹھائی کے تھے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اب میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے تمہیں دینے کے لئے سمجھے"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تم یہ مشن مکمل کر لو گے تو مجھے دعوت کھلاؤ گے۔ وعدہ یاد ہے ناں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ کیا تھا مجھے یاد ہے لیکن"...... سوپر فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"لیکن وہ گروپ۔ وہ آدمی"...... سوپر فیاض نے رک رک کر کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"گھبراؤ نہیں۔ جتنی خوشی مجھے تمہارا کارنامہ پڑھ کر ہوئی ہے اتنی شاید ڈیڈی کو بھی نہیں ہوئی ہو گی حالانکہ شاید زندگی میں پہلی بار وہ تمہارے کارنامے پر اس قدر خوش ہوئے ہیں کہ مجھے رات کو اٹھا کر وہ ساتھ لے گئے تھے صرف تمہارا کارنامہ دکھانے کے لئے اس لئے

میرا بھی حق ہے کہ تم جیسے دوست کے کارنامے پر تمہیں تحفہ دوں۔ وہاں جو حالات میں نے دیکھے ہیں اس سے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ تم میں واقعی صلاحیتیں بھی ہیں اور حوصلہ بھی اس لئے یہ گروپ اور آدمی میری طرف سے تحفے میں قبول کرو البتہ دعوت ضرور کھاؤں گا کیونکہ وہ بہرحال تمہارا وعدہ ہے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض چند لمحے تو اس طرح آنکھیں پھاڑ کر عمران کو دیکھتا رہا جیسے اسے عمران کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔ پھر وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور اس طرح عمران کے گلے سے چمٹ گیا جیسے صدیوں کا بچھڑا ہوا اپنے عزیز ترین دوست سے ملتا ہے۔

"ارے ارے مجھے زندہ تو رہنے دو۔ چلو میں دعوت نہیں کھاتا لیکن میری پسلیاں"...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض بے اختیار قہقہہ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا چہرہ مسرت کی شدت سے تمتما رہا تھا۔

"تم واقعی میرے دوست ہو۔ بس آج مجھے یقین آ گیا ہے"۔ سوپر فیاض نے کہا اور عمران اس کے اس انداز پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

ختم شد

افریقہ کے گھنے جنگلات میں مکمل ہونے والا دلچسپ اور ہنگامہ خیز ایڈونچر
—— عمران سیریز میں ایک یادگار اضافہ ——

بلیک فیس

مصنف —— مظہر کلیم ایم اے

بلیک فیس —— یہودیوں کی خفیہ بین الاقوامی تنظیم —— جس نے پُراسرار طور پر پاکیشیا میں اہم مشن مکمل کرنا چاہا۔ لیکن —— ؟

بلیک فیس —— جس کا ہیڈ کوارٹر افریقہ کے انتہائی گھنے اور خوفناک جنگلوں میں تھا —— جہاں وحشی قبائل اور خونخوار درندوں کی کثرت تھی۔

بلیک فیس —— جس کے خلاف کارروائی کے لئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو خونخوار اور وحشی قبائلیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

بلیک فیس —— جس کے ہیڈ کوارٹر کے نیچے دنیا کے انتہائی خوفناک کاسمک میزائلوں کی لیبارٹری تھی —— لیکن عمران نے ہیڈ کوارٹر اور لیبارٹری کی تباہی کے لئے کام کرنے سے انکار کر دیا —— کیوں —— ؟

انتھونی —— بلیک فیس کا ایک ایسا ایجنٹ —— جو ذہانت اور کارکردگی میں عمران سے بھی دو قدم آگے تھا اور عمران کو بھی اُسے ہر لحاظ سے برتر تسلیم کرنا پڑا —— کیا واقعی وہ ایجنٹ ایسا تھا —— یا —— ؟

بلیک فیس —— جس کے ہیڈ کوارٹر میں داخلہ اس حد تک ناممکن تھا کہ عمران کو بھی ناکامی کا اعلان کرنا پڑا —— کیوں اور کیسے —— ؟

جوزف —— افریقہ کے گھنے اور خوفناک جنگلات میں جوزف کی حیرت انگیز صلاحیتیں اور کارکردگی۔

وہ لمحہ —— جب عمران اور اس کے ساتھی جنگل میں اندھی موت کا شکار ہو گئے —— کیا عمران اور اس کے ساتھیوں کا مدفن افریقہ کا جنگل بنا —— یا —— ؟

بلیک فیس —— انتھونی اور عمران کے درمیان ہونے والے مقابلے میں آخری فتح کسے حاصل ہوئی —— ؟

انتہائی دلچسپ۔ منفرد اور انوکھے واقعات
سے بھرپور —— تیز اور خوفناک ایکشن کے
ساتھ ساتھ بے پناہ اور جان لیوا سسپنس

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران اور کرنل فریدی سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار ناول

نائٹ فائٹرز

مکمل ناول

مصنف:- مظہر کلیم ایم اے

نائٹ فائٹرز ---- ایکریمیا کی ایک ایسی کمانڈو تنظیم ---- جس نے ایک اسلامی ملک میں قائم پاکیشیا کے اہم سنٹر کی تباہی کی منصوبہ بندی کی ---- وہ کیا منصوبہ بندی تھی ----؟

- ---- وہ لمحہ ---- جب کرنل فریدی نے کافرستان کے وزیراعظم کا حکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔
- ---- وہ حکم کیا تھا ---- جس کو تسلیم کرنے کی بجائے کرنل فریدی نے کافرستان کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا ---- کیا کرنل فریدی نے واقعی ایسا کیا ----؟

نائٹ فائٹرز ---- جس کے خلاف عمران ، پاکیشیا سیکرٹ سروس اور کرنل فریدی سب بیک وقت میدان میں کود پڑے ۔

نائٹ فائٹرز ---- جس کے پیچھے عمران اور کرنل فریدی علیحدہ علیحدہ کام کر رہے تھے ۔ لیکن نائٹ فائٹرز پھر بھی مشن کی تکمیل تک پہنچ گئے ۔

اسلامی سیکورٹی ---- ایک نئی تنظیم ---- جس کا چیف کرنل فریدی کو بنا دیا گیا ---- کیسے اور کیوں ----؟

- ---- وہ لمحہ ---- جب عمران ۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور کرنل فریدی ایک دوسرے کے مقابل آ گئے اور پھر ایک دوسرے پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی ۔
- ---- وہ لمحہ ---- جب کرنل فریدی اور عمران کے درمیان جان لیوا فائٹ شروع ہو گئی ---- اس فائٹ کا انجام کیا ہوا ----؟
- ---- وہ لمحہ ---- جب کرنل فریدی کو سب کے سامنے اپنے مشن کی ناکامی اور عمران کے مشن کی کامیابی کا اقرار کرنا پڑا ۔
- ---- انتہائی خونریز اور اعصاب شکن جدوجہد پر مشتمل ایک ایسی کہانی ۔ جس کا ہر لمحہ موت اور قیامت کے لمحے میں تبدیل ہو گیا ۔
- ---- کیا نائٹ فائٹرز اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے اور عمران اور کرنل فریدی آپس میں ہی لڑتے رہ گئے ----؟
- ---- انتہائی دلچسپ اور منفرد ایکشن ۔ سسپنس اور تیز ٹیمپو پر مبنی ایک ایسا ناول جو مدتوں یاد رکھا جائے گا ۔

یوسف برادرز ۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور یادگار ناول

پاور ایجنٹ

مصنف ــــ مظہر کلیم ایم اے

کاراکاز ــــ ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم جس نے پاکیشیا سے ایک سائنسدان کو فارمولے سمیت اغوا کر لیا۔

پاور ایجنٹ ــــ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا رکن جسے اکیلے ہی سائنسدان اور فارمولے کو واپس لانے کا مشن سونپا گیا۔

پاور ایجنٹ ــــ جو اکیلا ہونے کے باوجود کاراکاز کے سینکڑوں تربیت یافتہ افراد کو روندتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

پاور ایجنٹ ــــ جس نے اپنے خوفناک اور پاورفل ایکشن سے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھیر دیں۔

مارسیلا ــــ ایک نیا منفرد اور دلچسپ کردار جس نے قدم قدم پر پاور ایجنٹ کی مدد کی ــــ لیکن جب اس نے مستقل طور پر ساتھ رہنے کا اظہار کیا تو پاور ایجنٹ نے اسے بھی ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا ــــ کیا مارسیلا پاور ایجنٹ کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی ــــ یا ــــ ؟

پاور ایجنٹ ــــ جس کی امداد کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی علیحدہ ٹیم بھیجی گئی لیکن عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندگیاں بھی پاور ایجنٹ کو بچانی پڑیں ــ کیسے اور کیوں ــــ ؟

مارسیلا ــــ جو کاراکاز تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی بیوی تھی۔ لیکن اس نے پاور ایجنٹ کی قدم قدم پر رہنمائی کی ــــ کیوں اور کیسے ــــ ؟

پاور ایجنٹ ــــ جو اپنی کارکردگی کے لحاظ سے کاراکاز کیلئے موت کا فرشتہ ثابت ہوا۔

پاور ایجنٹ ــــ کون تھا ــــ ؟ کیا وہ اپنے بے پناہ ایکشن کے باوجود اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو سکا ــــ یا ــــ ؟

- وہ لمحہ ــــ جب پاور ایجنٹ اور مارسیلا دونوں ایک جدید ترین ہیلی کاپٹر میں محو پرواز تھے لیکن اچانک ہیلی کاپٹر کا تمام نظام جام ہو کر رہ گیا اور ہیلی کاپٹر سیدھا سمندر میں جا گرا۔

ــــ انتہائی دلچسپ واقعات ــــ

ــــ بے پناہ تیز رفتار ایکشن ــــ

ــــ اعصاب شکن سسپنس ــــ

- ایک ایسا ناول جو ہر لحاظ سے ایک یادگار اور منفرد انداز کا ناول ہے۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور منفرد انداز کا ناول

ٹاپ پرائز

مصنف:- مظہر کلیم ایم اے

• ٹاپ پرائز۔ دنیا کا سب سے بڑا انعام جو سائنس، طب اور ادب کی انقلابی ریسرچ پر دیا جاتا تھا۔

• ٹاپ پرائز۔ ایک ایسا بین الاقوامی انعام، جس کا حصول نہ صرف کسی سائنسدان بلکہ اس کے ملک کے لئے بھی انتہائی قابلِ فخر سمجھا جاتا ہے۔

• ٹاپ پرائز۔ جب پاکیشیا کے ایک سائنسدان کو دیا جانے لگا تو اس کے خلاف بین الاقوامی طور پر سازشوں کا آغاز ہو گیا ——؟

• ٹاپ پرائز۔ پاکیشیائی سائنسدان کو جب اس کے حق کے باوجود اس انعام سے محروم رکھنے کی سازش ہونے لگی تو عمران کو مجبوراً میدانِ عمل میں کودنا پڑا اور پھر ایک منفرد اور تحیر خیز جدوجہد کا آغاز ہو گیا۔

• ٹرومین۔ جو اس خوفناک سازش کے خلاف عمران کے ساتھی کی حیثیت سے سامنے آیا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں اس نے جب کام شروع کیا تو ——؟

• کرسٹائن۔ ولیٹرن کارمن کی سیکورٹی ایجنسی کا چیف جو پاکیشیائی سائنسدان کی بجائے اپنے ملک کے لئے ٹاپ پرائز حاصل کرنا چاہتا تھا کیا وہ اس میں کامیاب ہو گیا یا ——؟

• کرسٹائن۔ ایک ایسا کردار۔ جس نے ٹاپ پرائز کے حصول کے لئے معصوم بچوں پر انتہائی ہولناک تشدد کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔

• کرسٹائن۔ جو ولیٹرن کارمن کی انتہائی خوفناک ایجنسی روٹ کا چیف تھا اور اس نے ٹرومین، عمران اور اس کے ساتھیوں کے خلاف جب اپنی انتہائی خطرناک ایجنسی کو حرکت دی تو ٹرومین اور عمران اور اس کے ساتھیوں پر یقینی موت کے سائے پھیلتے چلے گئے۔

• ٹاپ پرائز۔ جسے اس کے صحیح حقدار تک پہنچانے کے لئے ٹرومین، عمران اور اس کے ساتھی اپنی جانوں پر کھیل گئے ——؟

• ٹاپ پرائز۔ آخر کار کس کے حصے میں آیا ——؟ کیا واقعی ٹاپ پرائز اس کے صحیح حقدار کو ملا —— یا ——؟

وہ لمحہ

جب ٹائیگر کو ٹاپ پرائز دینے کا اعلان کر دیا گیا —— مگر عمران کو اس پر اعتراض تھا —— کیوں ——؟

انتہائی حیرت انگیز سچوئیشن

• بین الاقوامی انعام کے پس منظر میں ہونے والی ایسی خوفناک سازشوں کی کہانی —— جس سے دنیا ہمیشہ لاعلم رہتی ہے۔

• بے پناہ جدوجہد۔ انتہائی تیز رفتار ایکشن اور اعصاب شکن سسپنس پر مشتمل ایک ایسا ناول جو یقیناً آپ کو جاسوسی ادب کی نئی جہتوں سے روشناس کرائے گا۔

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز ایڈونچر

فلاسٹر پروجیکٹ (ڈبل سنچری نمبر)

مصنف:۔ مظہر کلیم ایم اے

• فلاسٹر پروجیکٹ — جو آرک لینڈ میں مکمل کیا جا رہا تھا۔ وہی آرک لینڈ جس کی سیکرٹ سروس کا سربراہ جم مارکر تھا۔

• فلاسٹر پروجیکٹ — مسلمانوں کے خلاف دنیا بھر کے یہودیوں اور حکومت اسرائیل کا ایک خفیہ مگر انتہائی خوفناک پروجیکٹ۔

• جم مارکر — آرک لینڈ سیکرٹ سروس کا چیف، جو اسرائیلی سیکرٹ سروس کو تربیت دے رہا تھا۔

• فلاسٹر پروجیکٹ — جسے اس قدر خفیہ رکھا گیا تھا کہ جم مارکر سیکرٹ سروس کا چیف ہونے کے باوجود اس سے واقف نہ تھا۔

• فلاسٹر پروجیکٹ — جس کی حفاظت کی ذمہ داری "مادام بلیک" گروپ کی ذمہ داری تھی۔؟

• مادام بلیک — ایک ایسی عورت جو اس پروجیکٹ کی مدد سے پوری دنیا پر حکومت کرنے کی خواہشمند تھی۔

• فلاسٹر پروجیکٹ — جس کی تلاش اور خاتمے کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ٹیم براہ راست ایکسٹو (بلیک زیرو) کی سربراہی میں گئی۔

• فلاسٹر پروجیکٹ مشن — جس میں عمران کو شامل ہونے سے روک دیا گیا کیوں

• فلاسٹر پروجیکٹ — جس کے خاتمے کے لئے عمران ٹائیگر سمیت علیحدہ اپنے ذاتی خرچ پر آرک لینڈ پہنچ گیا۔

• جم مارکر — جس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس اور عمران کو روکنے کے لئے پورے آرک لینڈ میں جگہ جگہ موت کے جال بچھا دیئے۔

• جم مارکر — جس نے ایکسٹو (بلیک زیرو) کو پہلے ہی قدم پر گرفتار کر کے اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کی لاش غلیظ گٹر میں بہا دی۔ کیا ایکسٹو ختم ہو گیا —؟

• مادام بلیک — جس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کو قدم قدم پر عبرتناک شکست سے دوچار کر دیا۔

• عمران اور ٹائیگر جب آرک لینڈ پہنچے تو جم مارکر اور مادام بلیک پاکیشیا سیکرٹ سروس پر مکمل طور پر فتح حاصل کر چکے تھے — پھر کیا ہوا —؟

• مادام بلیک — جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو زخمی اور بیہوش کر کے ان کے خاتمے کے لئے کمپیوٹرائزڈ فائٹنگ مشینیں بھیج دیں اور پھر فائٹنگ مشینوں نے ان پر واقعی قیامت توڑنی شروع کر دی۔

• کیا عمران، ٹائیگر، بلیک زیرو اور پاکیشیا سیکرٹ سروس، جم مارکر اور مادام بلیک کا مقابلہ کر سکے — یا —؟

• کیا عمران اور اس کے ساتھی فلاسٹر پروجیکٹ کا خاتمہ کر سکے — یا خود موت کا شکار ہو گئے —؟ لمحہ بہ لمحہ بڑھنے والا سسپنس۔ موت کے قہقہوں میں ڈوبا ہوا خوفناک ایکشن۔ زندگی اور موت کے درمیان ہونے والی خوفناک کشمکش پر مبنی ایک ایسا شاہکار جو جاسوسی ادب کا ناقابل فراموش ایڈونچر کہلانے کا صحیح حقدار ہے۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان